اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِہ

دفتر ثانی

مآثر الکرام

موسوم بہ

سروِ آزاد

مُصَنَّفَہ

حسّانُ الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی اَلْمُتَوفّٰی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ھ ہزار و یکصد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

مشتمل است بر احوال شعراے متاخرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمان تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یکصد و چہل و سہ (۱۴۳) شعراے فارسی

فصل دوم در ذکر ہشت (۸) شعراے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خاں و بہ اہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دُخانی رفاہِ عام لاہور دار السّلطنت پنجاب مطبوع شُدہ

و از طرف مصحّح از کُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

سنہ ۱۹۱۳ء

طبع اوّل

(۲۱۰۰) جلد

مولوی چراغ علی صاحب نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کریٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس - ایف - آر - انچ - ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات - سرایا - اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُن کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی - تسری وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلّمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم - مولوی آل حسن مرحوم - مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خان مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کئے ہیں۔ ان سب مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر "ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است"۔ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک نوع خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریقہ استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں۔ ۱۸۸۵ء مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی - ایس - آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بینظیر مناسبت ہے - اس لحاظ سے مَیں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی - دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسّر نہیں آسکتا - لہٰذا تمام ملک کی دلی خواہش یہ ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے تا کہ مفید کاموں کو مکمّل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ
حیدر آباد دکن

۱۳ - اگست ۱۹۱۳ء
۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصۂ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشاں ضمناً وارد شدہ

فہرست تراجم ماثر الکرام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعراے فارسی مشتمل بر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱ +

ل دوم در ذکر شعراے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرائے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شان ضمناً وارد شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را با قوالب الفاظ آمیخت وسبعۂ معلقۂ افلاک را از در قدرت آویخت وجواہر صلوات نثار امّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند ومحضر دعوائے زبان آوران را بہ مہر سکوت رسانید واولاد والا نژاد کہ مبادی فن ولایت واصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پاشکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر غلام علی متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن ومخلص معنی طرازانِ نو وکہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف وخلف پرداختہ وتذکرۃ الشعرائے مسمی بہ ید بیضا محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ وتصویر تنگارہ بود لہذا بعد فراہم رسیدن بعضے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد ونقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ وچون سخن رسا تر از نشۂ شراب وسریع تر از پرتو آفتاب است ہر دو ید بیضا دستگاہ شہرت بہم رسانید وجا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نے تواند پسندید ودر میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است وشیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چند انکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ وپرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید وہرگاہ احکام عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند وخزانِ نسخ بہم

می رساند کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرو رفتگانِ اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ نقصان بہ طریق اولی قابل تبدیل و نیاز مند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلْحَقّ تا کہ مصنف نشئۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بہ انجام نمی تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ھُلُمَّ جَرًّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدْ وَقَعَ لِیْ شَیْءٌ وَّمَآ اَدْرِیْ اَوَقَعَ لَکَ اَمْ لَا وَھُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَکْتُبُ کِتَابًا فِیْ یَوْمِہٖٓ اِلَّا یَقُوْلُ فِیْ غَدِہٖ لَوْغُیِّرَ ھٰذَا لَکَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِکَ ذٰلِکَ لَکَانَ اَوْلٰی وَھٰذِہٖ عِبْرَۃٌ عَظِیْمَۃٌ وَّحُجَّۃٌ مُّسْتَقِیْمَۃٌ عَلٰی اسْتِیْلَاءِ صِفَۃِ النُّقْصَانِ عَلٰی طَبِیْعَۃِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعث سرعت خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب ۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

[1] البقرہ ۲۔ آیت ۱۰۰۔

"بیت پر تو عمر چراغے است کہ در بزم وجود — بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیف ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاَیَّامِ بہ تحریر درآید۔ و آثاریکہ در نقاب خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ و طاؤسان معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت بر کرسی نشست تخت قرعۂ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ و گروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ و ہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقرا و فضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعر بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر درآوردم۔

نام دفتر اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصل فقرا و فضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

و نام این دفتر **سروِ آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

و برائے شعراء عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را باشعراء فارسی مزج نساختم - کہ فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می گزارند - وکاتبان عجم زبان عرب را بہ تحریفات از صورت نوعے بر می آرند -
وبہ تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده - لمؤلفہ

این تازه سواد سرمۂ دیدار است　　سرمایۂ بینشِ اُولِی الاَبصار است
ہر چند تکلفے ندارد امّا　　چون نقش فرنگ سادۂ وپرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم - ونظر ہا را بہ نہال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ ہنر مند　　بہ رخسار ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تاریخ　　نشاند آزاد سروِ سبز تازه

۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نبض سخن آنکہ اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد - نوشدارو ے دعا مرحمت نمایند - و اگر سقمے ملاحظہ شود - بہ معجون لطف معالجہ فرمایند - اِنْ اَجرِیَ اِلَّا عَلیٰ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَھُوَ نِعمَ الْمَوْلیٰ وَنِعمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ -

نخستین خامۂ زمزمہ سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرِ مکنون بیان می سازد و سامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد -

ارباب سیر اتفاق دارند کہ در محفل اقدس رسالت پناہی و رسانندۂ نفائس وحی الٰہی عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلوٰاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید وغنچۂ لعل مبارک با تبسّم آشنا می گردید و ہرگاہ خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را بہ خواندن شعر دیگر پیہم اشاره می فرمود -

وموزونانِ پایۂ تخت رسالت را بہ ہجو مشرکان مامور می ساخت وطائفۂ

معنی طرازان را به انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[1] اُهْجُوا الْكُفَّارَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ و نصب[2] منبر برائے حسان بن ثابت رَضِيَ اللهُ عَنْهُ و دعا[3] اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ و حدیث[4] هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَ اشْتَفٰى و عطائے[5] شیرین نام جاریہ بہ حسان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ در وجہ صلۂ شعر و انعام[6] برد مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدۂ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (ابْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود " لَقَدْ مَدَحَكَ اللهُ يَا كَعْبُ فِيْ قَوْلِكَ هٰذَا و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالےٰ فراموش نکند ایں شعرے کہ تراست[7]۔

حواشی

مراد از سخینہ[3] بخائے معجمہ بروزن سفینہ قریش اند و در اصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد و لیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند بر پروردگار خود را و ہر آئینہ مغلوب می شود غلبہ جویندہ بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہٗ و تعالےٰ۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ + [2] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[3] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ھ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خوانده فرمود اَجَدْتَّ لَا یَفْضُضِ اللّٰہُ فَاكَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالےٰ دندان ترا۔

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریخت[1]۔ و در روایتے ہر گاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری می روئید۔

وبیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کرده و گفتہ بَابُ اَخْتَیَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ وحدیثے طویل آورده از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آمد و گفت یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالم بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیده یعنی ہنوز از زبان بر نیامده۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ بِكَ بَصِیْرَۃً وَّیَقِیْنًا یعنی ہمیشہ افزون کناد مارا اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را۔ و ہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدر آباد دکن۔
[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن تفحص نموده شد۔ اما این باب و حدیث مذکور بنظر نیامده آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُودًا وَعِلْتُكَ يَافِعًا، تُعَلُّ بِمَا أَجْنِي عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ تلبیب ابنہ وقال لہ اذھب فانت ومالک لابیک یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو ومال تو پدر تر است"۔

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت ہمیں حدیث ثابت شدہ

و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ إِلَّا كَلَامٌ لَا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ إِلَّا فِي الْقَوَافِي فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ"

• مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برای تحسین کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سُعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُو عَوَارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُولُ[۱]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[۲]

و ازین زیادہ تر آنکہ و اصف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث کانّ

---

[۱] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۴۲ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۷۱ء

[۲] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنقهٗ جِیدُ دُمیۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

و قفال و صیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است“

ازینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد و للہ درّ القائل ؎

فَحتّٰی بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوبَ کَعبٍ   وَ اَعلٰی کَعبَہٗ فِی کُلِّ نَادٍ

و حضرت صلے اللہ علیہ وسلم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیئٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیاناً تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَیَاتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ از برائے آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربانی

و این نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہذا احیاناً از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۃ یٰس ۳۶- آیت ۶۹-

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　　اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ در بعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ　　　مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٗ[1]

سُیُوْفِ الْھِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰہِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْمُھَنَّدُ السَّیْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِیْدِ الْھِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ نکتۂ در فضیلت کلام موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ بر ضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویداست کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفضیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلے اللہ علیہ وسلّم باید دریافت کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ وقتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

و طیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

و ابن ماجہ روایت می کند اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فھواحق بھا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوار تر است بہ اخذ آن۔ و قید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُرْ اِلٰى مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى مَنْ قَالَ

و در کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است اورا در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِیُّ اَلْكَلِمَةُ الْقَصِيدَةُ بِطُولِهَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃٌ حِکْمَۃٍ وَالْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ - لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شد زیرا کہ شعر حکمت قولی است وحجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلے اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست باتو از شعر امیہ بن الصلت چیزے - گفتم ہست - فرمود بیار - پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم وفرمود زیارت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

وازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر - واستحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود - وحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ

در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند - وہمچنین بسیارے از کبراء امت وفصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند ونفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰے -

واول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید واین تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بقلمرو شہود رسانید آدم علیہ السّلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر وتہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ -

[2] الشعراء ۲۶ - ۲۲۷ - آیت ۲۲۷ -

چشانید۔ مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا ۔۔۔ وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيْحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِىْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ ۔۔۔ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِيْحِ

فَوَا اَسَفِىْ عَلٰى هَابِيْلَ اِبْنِىْ ۔۔۔ قَتِيْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِيْحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کردہ اند و جمعے دیگر انکار نمودہ اند کہ انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کردہ کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمیٰ رقت نمایند۔ چون بہ یعرب بن قحطان رسید۔ از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم ۔۔۔ دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود ۔۔۔ طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود۔ شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر برمی زد مناسب آن جواب بہم می رسانید۔ در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ۔ ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔

[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژیرا ابگیہان انوشہ بزی — جہان را نگہبان و نوشہ بزی

ہژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب ونیکو وصاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین — گسترانیدہ بجود وفضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومائۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد ویکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و بافضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختہ دوبیتی نام کردند ورفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداء شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء۔

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ با او نسبت دہند اینست

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری شعر ذمۂ قلیل اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کردہ دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راقم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است برصدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست افتاد و بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنوں بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار در ارشاد حقائق و معارف بے نظیر افتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دادہ مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگزاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کرد و ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنائے صوری را بافنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگزرد۔ پایش فرو رفت۔ با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہ ہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگزشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہر صفت گرایند خوش است — نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست — در خلد زہر در کہ درآیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را — ہم از نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد — درمان نکنند درد تنہائی را

بر خود در مدح و ذم نمے باید زد — بیرون از حد قدم نمے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است — مے باید دید دم نمے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند — کار این سو برای آن سو بینند
زانگونہ کہ روی جامہ را خیاطان — این رو در وزند حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رمیدن او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمان صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویدا است کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ دو قسم اند قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گوید کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستمأتہ (۶۲۳) قصد رنتھنبور کرد و گرفت پس بمندو رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید و صلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر باہل سما برد جبرئیل امین ز فتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفرائنی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالیٰ بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دار الامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ از انجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

؎ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

. آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است   فقر سلطانِ جہان احمد بہمن شاہ است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحمل عطایاکم الا مطایاکم۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[1] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ فرشتہ گوید[2] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمآتہ (۹۳۶) قلعہ بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است درآن مدت از خطۂ گجرات آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات متوجہ این درگاہ می شدم دو چندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت روح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام بر ارباب ادراک واضح و روشن است

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔

[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۴ مطبوعہ بمبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است وہم جانب ہمت۔ قسم ثانی۔ جمعے کہ قدم سعی باین دیار نفرسودہ اند۔ و غائبانہ تحفہ گرا نمایۂ مدح ارسال نمودہ۔ مثل[1] خواجہ **حافظ شیرازی** قدس سرہٗ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد۔ این دوبیت ازان است ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند　　زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین　　غافل مشو کہ کارِ تو از نالہ مے رود

و مثل عارف[2] **جامی** قدس سرہٗ کہ اورا با ملک التجار خواجہ **محمود گاوان** امیر الامراء **سلطان محمد شاہ بہمنی** والی **دکن** ارتباط خاص بود و ارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ ازانجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است ؎

ہم جہان را خواجہ وہم فقر را دیباجہ است　　سر الفقر است لیکن تحت استار الغنا

و در خاتمۂ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف　　بودش از حسن ادا لطف معانی تارش

ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد　　شرف مہر قبول از ملک التجارش

اما در عہد **اکبر بادشاہ** عدد ہر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار ہر دو گروہ بنہایت گرم گردید۔ طائفہ اولی عیان اند۔ و مستغنی از اطالت بیان۔ و طائفۂ ثانی را شیخ **ابوالفضل** در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :۔

" در آنانکہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ستنا گزارند بس انبوہ چون قاسم[1]

" گونابادی ضمیری[2] سپاہانی۔ وحشی[3] بافقی۔ محتشم[4] کاشی۔ ملک[5] قمی۔ ظہوری[6] ترشیزی

" رشکی[7] ہمدانی۔ ولی[8] دشت بیاضی۔ نیکی[9]۔ نظیری[10]۔ صبری[11] اردستانی۔ فگاری[12]

" اسفرائنی۔ میر حضوری[13] قمی۔ قاضی نوری[14] سپاہانی۔ صافی[15] یمینی۔ طوفی[16] تبریزی[17] انتہی۔"

---

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء۔
[2] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [3] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

و از جملہ ثانی شیخ علی نقی کمرہ قصیدۂ سی و پنج بیت در ستائیش شیخ فیضی
پرداختہ و از صفاہان بہند روان ساختہ از ان است

مرا فگند بر نظم امورم پر تو فیضی — ابوالفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من
ظہیر قدوۂ پیشینیان حتے ظہیر الدین — امیر زبدۂ اہل زمان حتی امیر من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی — وگر من منتخیرم آستان او مجیر من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے ہمچشمی — کہ در این خانقاہ من مرید و اوست پیر من
زمین ہند با قرب درش نعم النعیم دل — ہوائے خلد دور از حضرتش بئس المصیر من

و شیخ فیضی را وقت سفارت برہان شاہ والی احمد نگر با ملا ملک قمی
و ملا ظہوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری اتفاد - بعد معاودت از
جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود
ملا ظہوری نثر لطیفے در مدح شیخ فیضی بقلم آوردہ - حکیم عین الملک
شیرازی مکتوبات شیخ جمع نمودہ و در خاتمۂ مکتوبات - نثر مذکور مندرج ساختہ -
مرزا صائب علیہ الرحمہ اورا بخوبی یاد می کند و می فرماید

این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت — در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستۂ

احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرایۂ بیان پوشیدہ اینجا آنچہ
مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد -
نامش ابوالفیض است - سالہا فیضی تخلص کرد - آخر فیاضی قرار داد و اشعارا
باین معنی می نماید

زین پیش کہ سکۂ ام سخن بود — فیضی رقم نگین من بود
اکنون کہ شدم بہ عشق مرتاض — فیاضیم از محیط فیاض

پادشاہ اورا بنظم خمسہ مامور ساخت - در مدت پنج ماہ کتاب نلدمن چہار ہزار

دو بیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیها از نظر پادشاه گذرانید- درجۂ استحسان یافت- حکم شد که نسخۂ دیگر نوشته مصوّر سازند- نقیب خان در حضور می خوانده باشد- ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار   بس معنی خفته کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات او شیخ ابو الفضل به بیاض رسانید

و در پہلوی شیرین خسرو- سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ- اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ؎

منم فیضی که در میدانِ معنی   چو من چابک سوارے تیز تگ نیست

بجلد شعر من از پوست تا مغز   ہجاے مردم ناپاک رگ نیست

بدان می ماند این پاکیزه گفتار   که در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحیے الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید- صاحب قطعه را این بیت بنظر نرسیده ؎

شنیده ام که سگان را قلاده می بندی   چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجه حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شده و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبه شد درین بلا حافظ   کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکه چیزے که شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبرا است-

دیوان شیخ فیضی بنظر در آمد متضمن اصناف شعر است- بیتے چند از غزلیات

او فراگرفته شد ؎

نماند گریه شبِ وصل بیقراران را | سهیل طلعتِ آن ماه بُرد باران را

خبر برید شبِ عید پیر مصطبه را | که راست می کنم امشب قصبِ رسی شب را

اگر سرِ نکشم سوی بیخودی چه کنم | مرا ز همدمے خود ملال مے گیرد

شدیم خاک و لیکن ز بوی تربتِ ما | توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد

مژگان بپوش چون قدم از دیده میکنی | مردانِ رہ برہنہ نہادند پائے را

آنچه به **فیضی** نظرِ دوست کرد | مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

برما چه زیان اگر صفِ اعدا زد | مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد

ما تیغ برہنہ ایم در دستِ قضا | شد کشتہ کسے کہ خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکتہ سنج یگانہ است و انیس معانی بیگانہ - از **ایران** دیار بہ سیر **ہند** خرامید و مدتہا در ظل عاطفت **خانخانان** آرمید - وفاتش در **برہانپور** در سنہ ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصۂ **محمود و ایاز** شروع کردہ بود - ہادم اللذات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمہ ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن | نیارد عکس در وے غوطہ خوردن

بریم ما غم تو ہر نفس بخانۂ خویش | چنانکہ مرغ برد خس بآشیانۂ خویش

یادگار از ما درین عالم غم بسیار ماند | رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند

خبرِ گل مرسانید بہ مرغانِ قفس | کس چراغ مژدۂ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامہ نتواند نہ حرفِ شوق　　حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ و نسخۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت اوے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد　　سایۂ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادہ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ؎

ز نعمتِ تو بہ نوعی رسید آن مایہ　　کہ یافت میر معزی نہ دولت سنجر

ز گلبنِ املش صد چمن گلِ امید　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از بازار مسقف میگذشت قضا را سقف فرود آمد۔ نوجوان بہ خاک ہلاک افتاد۔ عروس نامراد کہ در نہایت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود با آئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ در حضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپائمردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش　　کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصۂ عشق زن برمرد واقع شده یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ملا **نوعی** حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکورہ مثنوی **سوز و گداز** بنظم آورده از انست ؎

جمالِ ناز را پیرایہ نو کرد ‌ ‌ عبارت را تبسم پیشہ رو کرد

و از ساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید ‌ ‌ کہ روز خرابان بپایان رسید

بگردان زرہ عمر برگشتہ را ‌ ‌ چو شاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنہ تسعہ عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق افتاد۔

دیوانش بمطالعہ درآمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صبح از شب امید برآید ‌ ‌ بکشا دہن شیشہ کہ خورشید برآید

دست فرسود تمنا دل شیدائی نیست ‌ ‌ این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست

بادہ می خواہم بہ سیر ماہتاب مرا زیست ‌ ‌ ہیچ ماہ چاردہ چون ساغر سرشار نیست

شراب و مطرب و دلدار در مقابلہ بود ‌ ‌ میان دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود

ما بے سواد علم معاش زمانہ ایم ‌ ‌ مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم

ما عاشق و جز خانہ خرابی فن ما نیست ‌ ‌ خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست

یکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب ‌ ‌ بگریست کہ این نکہت پیراہن ما نیست

نسیم مصر بجاروب گل دماغم رفت ‌ ‌ اگر غلط نکنم بوے یار مے آید

سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است ‌ ‌ سرے کہ مائیہ درد است گو بدوش مباد

تو روی آئینہ و ما قفاے آینہ ایم ‌ ‌ چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید

چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح ‌ ‌ چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہان تابع رنگے است　　در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سر سبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است از انش نظیری خوانند۔ و دیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است از انش بے نظیر دانند۔

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہیچو نظیری　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

و ظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوش نوا سے نیشاپور　　خجل از طبع بے نظیر من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور برآمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے برآورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود۔ و صلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید۔ و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت۔

وقتے جہانگیر بادشاہ کتابہ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سرگشتہ سلاطین　　با دامنِ جاروب رہت تاجوران را

بادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود۔

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

" مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

" در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
" ساخته۔ نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندۂ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
" دوازده سال کہ تتمۂ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
" حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری داره نمود و در ہزار و بیست و سہ (۱۰۲۳) بعالم
" قدس خرامید انتہیٰ۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند
بیت از دیوانش انتخاب اُفتادے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را | تا چپ نکنی راست نخواند نگین را
بے عشق عقل راہبرے در دماغ نیست | بد سوزد آن فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفل محجوب را | بر سر راہش بیند از ید مکتوب مرا
مبین بعیب و قبولم کہ در پناه توام | اگر بدِ دو جہانم کہ نیک خواه توام
وگر خدا برد ای دل سرِ کجا داری | کہ یکدو روز شد آتش بزیر پا داری
جرم من است پیش تو گر قدر من کم است | خود کرده ام پسند خریدار خویش را
می گریم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست | در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدام است
بہ مہربانی او اعتماد نتوان کرد | کہ تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمہاے تازه ز حرمان عہد ماست | عنقا بروزگار کسے نامہ بر نشد
توان ز نامۂ من یافت اشتیاق مرا | عیار شوق باندازۂ سخن باشد
بہ بیع عشوه برم جان کہ مستِ نازِ مرا | اہانت است کہ خود بر سرِ متاع آید
دولتے بود کہ مردیم بہنگام وداع | آن قدر زنده نماندیم کہ محمل برود
یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد | غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود بہ غمزۂ معشوق واگزار | بیطاقتی مکن کہ نکویان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند | شگوفه می رود و شاخ بار می آرد
کمر در خدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم | برہمن می شدم گر این قدر زنّار می بستم
بوی یار من ازین سست وفا می آید | گلم از دست بگیرید که از کار شدم
نازم باین شرف که غلام محبتم | لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در ثنا طرازی بادشاه و شاہزاده ہا و امرای اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی میرزا جانی و میرزا غازی وتاری کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت ابراہیم عادل شاه قرار گرفت۔ عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمردبیش بہا عطا فرمود۔ و شکسته حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرۂ ممدوحان خود از ابراہیم عادل شاه اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید؎

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند | نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن
بسد بعہد تو شاعر به پایۂ ملکی | زہے نوازش شاه و زہے ظہور سخن

اشاره بملا ملک قمی و ملا ظہوری ترشیزی ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) روداد - مصرع "افگند بادشاه سخن چتر سنجری" تاریخ است - مؤرخ دو عدد زائد را به حسن تعمیه افگند -

این چند بیت از غزلیات سنجر به انتخاب در آمده

شهر حسن است بر جانب بازار مرا | تو نخواهی دگرے هست خریدار مرا
نه تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است | تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
محققان که ز دریای علم در جوش اند | چو کوه تا نکنی شان سوال خاموش اند
آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشتِ دیگران | دوزخِ من چرا شدی ای تو بهشت دیگران
ای بختِ صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی
راهے نبرد گوش به رازِ نهانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما
ناخوانده گرچه آمده ام زود می روم | طبعِ ترا زیاده مکدر نمی کنم
الماس بدل پاشم و منت کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نه پسندم
اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بینابی | به پاے ناقه اُفتادم به گردِ ساربان گشتم
ما عجز شمینم حریفان زبون طلب | ای خونِ ما به گردنِ طبعِ غیورِ ما
ای غمِ هجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم | یا بگذر از ین سرا یا بنما قباله را
امشب ای همسایه و مهمانِ من از خود رفته ام | گر کسے احوالِ من پرسد بگو در خانه نیست
مهر آمد به تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر هوسِ دست بریدن دارد
مرا که سینه زمینِ نمک فروشان است | دماغ سوزی مرهم به داغ من غلط است
نیست او را سرِ آزادی این مرغِ اسیر | ور نه صد مرتبه گرداند بگردِ سرِ خویش
این زمان بے نسبتم سنجر و گر نه پیش ازین | دست من در زلف او گستاخ تر از شانه بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست کہ مذہب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت
و این خام خیال را در عالم تال می آرد - کہ ؎

درگنجہ فرو شدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
ہرکس کہ چو مہر برسر آید | ہر چند فرو رود بر آید

و آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم ہم صفیری ببلبل
شیراز زد و دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد و عرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب
گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف
صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و
ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید " وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد"
غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانہ مگر عمر را دراز کنید
ہلاک شیشۂ درخون نشستۂ خویشم | کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او
قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - و در عنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گر | زمین بوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی | کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

تو آن مسیح معالی کہ ملک معنی راست　　بیاض جبہۂ کلک توصبحگاہِ نشور

و او از ثنا طرازانِ پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ و در صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست　　بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ او را بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

ثنائی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ و از سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دو زلفت سر شکوہ باز کردن　　گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا　　ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم　　ہمچون نفسِ باز پسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی　　ہر چند کہ پر واز کنم در قفس اُفتم

نیست ممکن کہ گریزیم ز غزالانِ خیال　　ورنہ مجنونِ تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا بن خواجہ عبداللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

بر ندی شہرہ شد حافظ میان چندین ورع لیکن　　چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع وستین وتسعمائۃ (۹۶۴) متولد شد برخے علوم در شیراز و لختے

در صفاہان تحصیل کرد۔ و بہ ارادۂ سیر ہند در کشتی نشستہ خود را بہ ساحل بندر چیول کشید
و از انجا بہ قصدِ ادراک خانخانان کہ دران ایام در گجرات بود۔ عازم گجرات شد۔ اتفاقاً
خانخانان دران فرصت بہ آگرہ رفتہ بود شکیبی از گجرات بہ آگرہ شتافت۔ و خانخانان
را دریافت۔ و با او سیر سندھ و دکن کرد۔ در سنہ ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان
جدائی ورزید۔ و در سرونج از توابع مالوا رسیدہ بیماری صعب کشید۔ و نذر کرد اگر شفا
حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند۔ از برکات این نیت شفا دست بہم
داد۔ و در سنہ اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست۔ و این سعادت عظمی را
حاصل نمود۔ و بعد ۳ سال از راہ بندر سورت برگشت۔ و در برہان پور با خانخانان
برخورد و در سنہ ثمانیہ عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشہ نشینی کرد خانخانان برای او
سیورغالے و صدارت دہلی از درگاہ جہانگیری برگرفت۔ و بدین تقریب در دار الخلافہ
دہلی بدل جمعی فروکش کرد۔ تا آنکہ در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) محمل سفر بعالم دیگر بربست
شاعر خوش طبیعت صاف فکر است۔ ساقی نامہ برای خانخانان در سلک نظم کشید
و بصلہ دہ ہزار روپیہ جیب و دامن آرزو پُر کرد۔ زان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بدہ ز سر چشمۂ خان خانان بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت کہ در ہند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنس مرا از عیب بازارے بدہ می فروشم دل بدیدارے خریدارے بدہ
شکستہ دل نشویم ار ترا سر جنگ است کہ آبگینۂ ما ہم طبیعت سنگ است
تو غنچۂ سحر و من چراغ صبحدمم تو خندہ بر لب من جان در آستین دارم
پروانہ نیک رفت کہ در پیش شمع سوخت آگہ نشد کہ سوختن غائبانہ چیست

رباعی

نردیست جہاں کہ بردنش باختن است نرّادیِ او بنش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است — برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادفن و نقادِ سخن بود - سیرِ هندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود" آه از رضی" تاریخ است۔ (۱۰۲۴ سنہ ھ)

نقشِ سخن بایں آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است — کہ سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم — کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد

نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را — وصیت نامۂ بر بالِ مرغِ نامہ بربستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہورِ سخن سرایان است - و معروفِ نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن اورا مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزلِ صائب کہ می گوید ملک — چشمِ بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغرِ سن بہ مشقِ شاعری اُفتاد - و از قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب چہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید -

و در رمضان سنہ سبع وثمانین وتسعمائة (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سر بدیار دکن کشید - و از مرتضیٰ نظام شاہ دیوانہ والی احمدنگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت -

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزت گشت - وثمر ہا از نہال برومند دولتش برچید - وچون جوہر قابلیت ملا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید - و دختر خود را درحبالہ نکاح او درآورد -

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید :-

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است" "بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتے کہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمدنگر مامور شد - درعریضۂ خود[۱] از احمدنگر بہ اکبر بادشاہ می نویسد کہ :-

"دراحمدنگر دو شاعر خاکی نہاد - صافی مشرب اند - و درشعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا" "ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند - وہمیشہ مرتۂ ترے دارد - دیگر ملا ظہوری کہ بغایت" "رنگین کلام است - و درمکارم اخلاق تمام - عزیمت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید :-

"درسنہ ہزار وبست وچہار ملا ملک فوت شد و ملا ظہوری یک سال بعد از وے"

و ابوطالب کلیم گوید :-

ملک آن پادشاہِ ملکِ معنی	کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی	کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر	کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام	بگفتا - او سرِ اہل سخن بود

اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد -

۱۰ ۲۵ ھ

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم - در وقت تحریر دیوان غزل

---

[۱] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء +

مختصرے از وبنظر درآمد - خوش لفظ است - اما معانی تازہ کم دارد - وتشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شدہ - واشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم ز داغ غمت صد ہزار جا ریش است | کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج کہ بیداد کار محبوب است | اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلس مستان تہی ز غوغا نیست | ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست
مدہ رخصت کہ ریزد خون مردم چشم فتانت | کہ ترسم دست فتنہ رسد روزے بدامانت
اگر با مدعی عہد رفا بستی نمی رنجم | کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت
بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند | نشستہ کن وخاموش کن زبان ہمہ
باحتیاط می عافیت بہ سنگ زدیم | کہ سنگ تفرقہ خصم پیالہ داران است
پیام سست عہداں داشت سقمے | کہ قاصد دست بر نبض خبر داشت
صلح کردیم من و غیر - درین بود صلاح | زانکہ جنگ من و او - باعث رسوائی تست
مرغ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت | بہ از آنست کہ تقلید سمندر نکند
صد ستم دیدی ملک یکبار سر کن شکوۂ | نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سر کارے می داشت | جا در حرم چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملک بوالہوسی می آموخت | تا در نظر تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری - ملا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہال کلام موزون از من تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ -

مرزا صائب اورا با دب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل   این فیض از کلام ظہوری بما رسید

ظہوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان قصیدہ اخوش آمد ؎

با خنجر کشیدہ تغافل رسانده بود   خود را بہ پیش من کہ نگاہ از قفا رسید

ساقی نامۂ ظہوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از دست می برد۔ کتابے ایں مثنوی بنام برہان **شاہ** والی **احمد نگر** است۔

نثر ملا ہم طرز خاص دارد۔ اما غزلش باین رتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محل سیاحت بربست۔ و بہ سیر **عراق و فارس** پرداختہ عازم گلگشت **دکن** گشت و از خوان احسان **ابراہیم عادل شاہ** فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بہ حلاوتی او شیرین ساخت۔

ملا ملک قمی او را بنزاہت کمالات محلی دیدہ طرح الفت ریخت۔ و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدہ کہ تالیفہا بمشارکت فکر بہ تحریر آوردند۔ چنانچہ **ملا ظہوری** در دیباچہ **"خوان خلیل"** می طرازد کہ "ظہوری قبل ازین در پیرایش **"گلزار ابراہیم"** و اکنون در گستردن **"خوان خلیل"** سہیم عدیل ملک الکلام است"۔

وفات **ملا ظہوری** در **دکن** سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات سہ رقعہ نسخہ از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب افتاد ؎

شب از مژگان تر رفتم غبار آستانش را   پشیمانم کہ کار سختے باد دادم پاسبانش را

۱؎ مراد از کتابہ دیباچہ ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشهٔ صیاد افگنِ این سرزمین باشد که دائم بهرِ تقریب نگاهے در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم مگر گرد تو گردد گرد من کز خاک برخیزم

همچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم کوچه گردی است بجا گرچه زمینگیر شدیم

ازین چه باک که رسمِ وفا نمی دانی بلاست اینکه طریقِ جفا نمی دانی

مدارِ خویش منه جمله بر کسے دائم گذشت کار ز بطال چرا نمی دانی

سعادت است بعشقِ تو هر نفس مردن وبیل نشئه منم عمر جاودان ندراست

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر عجیب نیست که غیرت مزاج گو[۱] شده است

نیاز مود که زورِ غرور تا چند است اگر حریف همه زور است عجز ما اینجاست

که دیدست این چنین صیاد قدرت آن بتِ روایی که زخم فربه از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن نیستم مرد مدارات بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاهے تیزبینان [illegible] نشستن بر سرِ راه صبا از من نمی آید

به تمکین گاهِ عرضِ حال کوهِ آهنی بودم چه دانستم حیا در رعشهٔ سیمابم اندازد

خموشی نفعها دارد سخن پرداز می داند نخستین اینکه ساکت هیچگه ملزم نمی گردد

اگرچه یادِ مرا رخصتِ نشستن نیست همین بس است که بر خاطرش گذر دارد

ز حد بگذشت چشمِ اشکبارم در غلطانی نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے که سیماب شوی از تفِ شوق که اگر کشته شوی قدر تو افزون گردد

بُردباران کوه را از کاه کمتر می شمند ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاهے اقلیمِ دوستی خواهم که یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آبِ مروت خونِ چو منے را که رساندے به بهائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد وگرنه چیست از خورشید و مه آئینه گردانی

[۱] مزاج گو۔ کسے که موافق مزاج کسے سخن گوید (فرہنگ رشیدی جلد دوم صفحه ۲۲۲ مطبوعه کلکته ۱۸۷۲ء)۔

کدام جورِ نو از لطف دلنشین تر نیست　　چہ احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[1] خود از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکہ معظمہ مجمعے بود - اقسام"

"مردم بر کنار حوض لت سنہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراءالنہر گفت"

"کہ فرد اچہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد مجموع صباغ"

"نیشاپوری بر خاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است و ساقیش علی مرتضیٰ"

"دگر نیست" :-

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اخرجَ احمد والبزار عن جابر قال قال رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم انا علی الحوض انظر من یَرِدُ علیَّ والحوض مسیرۃ شہرٍ وایاہ علی السّویّۃ یعنی عرضہٗ مثلُ طولہٖ-

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ بلند داشت - و با مُلّا شکوہی درخدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید "وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد -

داد و سانہ سخن باین قانون می نوازد ؎

ستمکشان محبت دم از فغان بستند　　گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

---

[1] دربار اکبری صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا به نکهتِ پیراہنے مضابقہ نیست   ولے بہ طالِع ما راہ کاروان بستند

گردل ازعرض تمنا بمرادے نرسید   این قدر شد کہ ترا برسرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی- ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد- کاشانی المنشاً - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود- وگوی سخن از ہمہ استانان می ربود-

واو قطعۂ بنظم آوردہ پیش **صادقی بیگ نقاش** بہ **اصفہان** فرستاد- والتماس تخلص کرد- **صادقی بیگ** قطعۂ در جواب نوشت- وچہار تخلص تجویز نمود- ازانہا **فرقتی** پسندش اُفتاد- ازان چہار تخلص یکے **کلیم** بود- گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی- گفت نخواہم کہ ظرفا کلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمر می افشاند

مجنونِ ترا عار زعریانی تن نیست   پروانۂ پرسوختہ محتاجِ کفن نیست

چہ شد اگر مژہ برہم نمی توانم زد   کہ لب بلب نرسیداست ہیچ دربارا

خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام   طفل اشکم باز گم کرداست راہِ خانہ را

بچو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند   بہ افسون زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور- محمد حسینؒ

ازسادات **لاہیجان**- ودرفن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود- در **ایران** رسمی تخلص می کرد- وبعد وصول **ہند فغفور** تخلص برگزید- بلے شاہ مصوران کشور فصاحت است- وخسرو نقش طراز انِ قلم وکتابت-

دراواخر ایام زندگانی ملازم شهزادۂ **پرویز بن جهانگیر بادشاہ** شُد و اشعار خود را بمدحت او موشح ساخت۔

و در بلدۂ **الٰہ آباد** در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا افتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکام رند دُرد آشام می گردد | عسس از خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد
دو عشق چو ستاید تسبیح شماران | صد عقدہ بہ پیش آمد و از راہ گشتم
سر شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندند
این قوم خود نما کہ نہ بینند جیب خویش | آئینہ کاش در گرد تو تیا کنند
می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سر مژگان تو از طرف کلہ می گزرد
ملاحت تو گواہ است و شور بختی من | کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام۔ میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ و نظام قلم و نکتہ پردازی۔ درعمر شصت سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ و این سانحہ در سنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش **حافظیۂ** شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش | چو آن مرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش
ز دنیا یکسر مو غم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مرغانِ دیبا را
گر فلک با من ہم آغوشش نماید و زیست | باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوه کرد اول بسوے خویش دید | بادۂ خود خورد ساقی ساغر لبریز را
دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد | مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتوان داشت
من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے | تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ ملّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ و صاحب تلقین مرتاضان این والافن از وطن خود رہگراے ہند شد۔ چون بقندہار رسید۔ جاذبۂ التفات میرزا غازی وقاری عقال پائے او گردید و دران عنبہ کرسی نشین عزت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔

پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مرشد از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال پیش ازین ہنگامے کہ تحریر یدبیضا درمیان بود۔ در تذکرۂ مشاہدہ افتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظہ برآمد۔

و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گویدبلحض کلامش اینکہ:

"مرشد وقتیکہ از یزد جرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از آنجا"
"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بممالک سندھ آفتاد صحبت او با میرزا غازی برآمد"
"وترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعۂ شہادت چشید۔"
"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثنائے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز او را"
"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف"
"گردید و الحال با مہابت خان می باشد۔"

وہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا داردمی نویسد کہ:۔

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود۔"

بر خال وخط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست که **میرزا جانی** والی تته پدر
میرزا غازی در سنه احدی و الف (۱۰۰۱) ناصیهٔ بخت بملازمت **اکبر بادشاه**
برافروخت - و **میرزا غازی** در تته ماند - **اکبر بادشاه** تته را به **میرزا جانی**
ارزانی داشت - و نیابت به **میرزا غازی** عنایت شد و چون **میرزا جانی** در
برهان پور در سنه ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد - بادشاه
میرزا غازی را مشمول عواطف داشته ولایت سندهه را باو باز گذاشت - و
در سنه احدی عشر و الف (۱۰۱۱) جیدحال چغتا با مرای سندهه مامور شد **میرزا**
غازی حلقهٔ انقیاد در گوش کشید - وتا **بهکر** رسم باستقبال بجا آورده سعید خان را
دریافت - و بهمراهی او خود را بدرگاه اکبری رسانید - همت خسروانی برحمت
بحالی ملک سندهه زنگ زفته اورا بحالت اصلی آورد - و در عهد جهانگیری صوبه
ملتان در اقطاع او اضافه شد - آخر بصوبه داری قندهار سرمایهٔ افتخار
اندوخت - و همانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی وعشرین و الف (۱۰۲۱)
پیمانهٔ حیات او لبریز گردید -

میرزا غازی بعد از آنکه از سندهه بهند آمده باز به سندهه نرفت -
پس ملاقات **مرشد** و **طالب** با میرزا غازی در سندهه بقول میرتقی در عهد
اکبری بوده باشد - و الله اعلم

مخفی نماند که تذکرهٔ **میر تقی صفاهانی** بعد تبییض این جریده بنظر رسید
اسامی شعراء ترتیب حروف تهجی مے کرد - عجب صلاے عامے در داده - و به ادنی
موزونے که پے برده چه قدیم چه جدید در مهمان خانه خود تکلیف نموده و به از
تذکرهٔ میرتقی کاشی است - نسخهٔ صفاهانی نسخهٔ ناقص از حرف الضّاد تا

---

۵ مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۵ -

حرف الیاء بدست آمد و چند جا ضرورۃً بعضے مطالب الحاق نمودہ شد۔

مرشد در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان بلو محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراویدہ مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار ۔۔۔ خوشا جام مے خاصہ از دستِ یار

گیرم کہ روزِ حشر سر از خاک بر کنم ۔۔۔ آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم

من آن مزعم کہ گر یاری نماید بخت نا سازم ۔۔۔ بود تا گوشۂ بام قفس معراجِ پروازم

طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن ۔۔۔ چشمِ عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر ۔۔۔ تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار زحد می گزرد گرمی مجلس ۔۔۔ دلسوختۂ در پسِ دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورِ من شکایت میکند ۔۔۔ اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام

جوان ز بسکہ شد از فیض ابر عالم پیر ۔۔۔ شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر

ہمان برنگ گل افتد بخاک سایۂ گل ۔۔۔ ز بسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر

ہوا چنان برطوبت کہ از زبان تا گوش ۔۔۔ ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر

چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز ۔۔۔ کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز ۔۔۔ کز انجاش خبر ندارد آغاز

چون نالۂ عاشقان پست و بلند ۔۔۔ چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر اُفتادہ و بایجاد سبعۂ

سیارہ سپہر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی — بجو تاریخ نظمش از نظامی

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد

اما ترتیب نا دادہ ورق حیات گرداند۔ شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و ملا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

و فوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[1]

"از جہاں رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد — غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد

جنون یک قطرہ از لائے خم او — سر بیہوشی و پائے خم او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنی بر آمد و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد قصائد

---

[1] از این مصرع تاریخ مطلوب بر نمے آید۔

غزادارد- وبیشتر ثنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدوله است - ودرصلهٔ قصیده والیه کدر مدح اعتماد الدوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید- و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقان شیخ می رسید- مطلع قصیده مذکور این است ؎

اہل صورت کہ بجمعیت صوری شادند   فارغ از تفرقهٔ معنوی اضداد اند

رحلت شیخ درسنه احدی وثلثین والف (۱۰۳۱) اتفاق اُفتاد- این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

چندان دلم بپرسش چشم تو شاد نیست   دانم که بر تواضع مست اعتماد نیست

کشد چه سوے چمن بے قدت ملال مرا   گزد چو مار سیه سایهٔ نہال مرا

کم کن شراب لطف که پرشد ایاغ ما   روغن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را ز انتظار   این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگام وداعش می کنم نو عهد دیرین را   چو بیمارے که وقت مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند   کوہکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی درگریه آور داضطراب عشق جانان را   که زور آتش سوزنده آبے چوب نرگیرد

من کشتهٔ آن چشم که درعین نگه   باہچو منے در صدد ناز درآید

رفتی وخموشم که در آغاز مصیبت   ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب حیا   سر به پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دل شاد شنیدی که چه شد   پادشاهی زغلامی پدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر   عوض روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود- جویای معانی بلند است وغواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب　　　کہ جائے طالب آمل در اصفہان پیدا است

در ریعانِ شباب از ولایت خود برآمدہ بہ نز ہتکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وِقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید و نقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ و دران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوق نو شُد ورنہ کے دِل　　　زدے فال رجعت ز ہندوستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت و در ہمیں سال ابو طالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نورجہان بیگم قصائد غرا دارد۔

و ستی النسا خانم ہمشیرۂ طالبا ست۔ ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ و شوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دواج عاقل خان و خورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاء الدین مخاطب بہ رحمت خان کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست در آورد۔

ستی النسا خانم درذی الحجہ سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درلور دید۔

طالبا دراوائل مُہردار اعتماد الدولہ بود آخر مستعفی شد و قطعۂ اعتذاری بنظم آوردہ۔ ازانست ؎

دو صنف اند اہلِ طبیعت کہ ہرگز	ندارند باہم سرِ سازگاری
یکے را فرو مایگی کرد شاعر	یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر اللہ کہ دارم	زبختِ بلندِ تو اُمیدواری
کہ گر دہر یاقوت یکدانہ گردد	درو بینم از چشم نا اعتباری
بہ گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم	بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری
چو مہرِ تو دارم چہ حاجت بمُہرم	مرا مہرداری بہ از مُہرداری

طالبا درمدح قلیج خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد و چہار بیت دریک شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ؎

منم کہ نیست چو من شاعرے زاہلِ سخن	منم کہ نیست چو من قائلے زاہلِ کلام
گواہ این دو سہ معنی ہمین قصیدہ بس است	کہ یافت از سرِ شب تا سپیدہ دم اتمام

اما میرزا صائب اشہب فکراز طالبا نیز تر راندہ۔ و ہنگام ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت و یک بیت دریک چاشت درمدح ظفرخان بنظم آوردو درانجا مے فرمائد ؎

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سنجر	نبند جمع بدارالعیار برہان پور
کہ قوتِ سخن و لطف طبع مے دیدند	نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور
ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد مرا	زاہل نظم کہ گفت است در سنین و شہور

اگرچہ طالبا را بیست و سہ بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است - وکمی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزون - و این معنی از تقسیم ابیات برساعات واضح می شود -

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد - امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است - چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین درعرض چہار ساعت نجومی انشا نمود - ومطلقاً لب باظہار کمال نکشود مطلع قصیدہ این است ؎

بسکہ جوش شعلہ حل کرد از مینائے من　　شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

و در آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گردیدم ہم آغوشِ پریزادِ خیال　　چار ساعت در گذار شام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند　　زاد کلک مریم آسای مسیحازای من

طالبا درعین جوانی از زیبا خلعتِ زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال روداد -

دیوان قصائد وغزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر - بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود - گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہر آئینہ بودمے　　بے رو نما ترا بنو کے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر انداز د بہ پیش　　ہیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گزرم　　چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گزرد

ملایمت کن و فارغ شو از ملامتِ خلق　　کہ نخل موم ز آسیب تیشہ آزاد است

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب　　ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگونِ می سوار شدم　　امید ہست کہ رنگ پریدہ را گیرم

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح　　در عمارتگری گنبد دستار خود اند

مزۂ در جهان نے بینم دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است - پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود - مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید - و حکمت نظری را بیشتر ورزید - و مدتے مشق طبابت کرد - ترابادین او مشہور است - و عمرہا در نسخہ نویسی شعر اُفتاد و بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید - مرزا صائب فرماید ؎

در اصفہان کہ بدردِ سخن رسد صائب کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے در عرض راہ شاہ را برخورد - شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت -

ہجو بر مزاجش غالب آمد - میر باقر داماد میگفت " شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید - و ہجا شعرا و را پنہان ساخت " لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید -

فوتش در رمضان سنہ سبع و ثلثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد -

زادۂ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل " دیدۂ بیدار " و " نمکدان حقیقت " و " مہر و محبت " این ابیات از دیوانش ماخوذ شدے

دردل درآ تفرجِ گلہای داغ کن ازخانہ چون ملول شوی سیرِ باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد این کتانِ پارہ کوس خصمی مہتاب زد

حاکمے کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم مشتِ خونے بر جبین مالیم و فریادے کنیم

از زبانِ خنجرِ کین پرسشِ دلہا مکن عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

اے درآغوشِ ملکِ پرورده بدخوئی مکن — شکرستان زیرلب داری ترش روی مکن

بخودِ غمِ تو نگویم که بیمِ رسوائی است — نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است

به انتقام ابد آشتی میسر نیست — زبسکه خوے تو بریک گناه مے پیچد

نوبہارے که دلی نشگفد از پہلوی او — جاے آنست که پہلوی خزان بنشیند

دامنِ دیده نگهدار که در مذہبِ ما — دل چو شد کشته دیت از مژهٔ تر گیرند

یک لحظه نپرداخت مرا داورِ محشر — این شکوهٔ جانسوز بحشرِ دگر افتاد

خدا عشقِ مرا از ننگ رسوائی نگهدارد — که به بیتابی پیرامنِ این راز می گردد

گر نقد جان بہاے وصالت نمی شود — از قاصدِ تو ذوق خبر می توان گرفت

آن دل که نامزد بوفاے تو کرده ام — کارے مکن که عربده جوئے دگر شود

تپ غم دیده را دلسوزیِ شکر زبان دارد — تبسم را مکن شیرین که می ترسم بجان افتم

زہر بیداد م به بزمِ امتحان کم کم مریز — هرچه داری بر سرم هم ریز تا یکجا کشم

پے شکستنِ پیمان همین بس است تلافی — که به هرتازگی عهد داد دست بدستم

مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی و خورسندم — که بوی عزتی می آید از ارزان بہا کردن

(۲۲) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است۔ و ناظم جواهر بلاغت۔ منیجه بیگم خواهر اعیانی نورجهان بیگم در حبالهٔ عقد قاسم خان بود۔ و به علاقهٔ سلفیت جهانگیر بادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت۔ و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[1] در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبه اکبرآباد و حراست قلعه آن مصرے پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

[1] مآثر الامرا جلد ۳۔ صفحه ۷۹ مطبوعه کلکته۔

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

ودر سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ وہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایت سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نموئۂ جرس بیدلم صدا نہ کنم　　زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم

راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم　　خون خوردہ ایم تا لب غماز بستہ ایم

(۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ وطراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا تضمین میکند و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت　　چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد وبشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر بادشاہ لازم گرفت۔ وبہ تقصیرے مورد عتاب شدہ درحبس اُفتاد۔ وبتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مُدتے با او بسر بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلاے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

درعشق ہر کجا کہ بلندی است پست ماست　　فیروزۂ حبابی گردون بدست ماست

نتوان عزیز باچشم تو کردن آرے　　بتواضع گزرانند ز خود مستاں را

(۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ وحرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ فتحی گفتہ است		از فراموشان مباد آن کس کہ ما را یاد کرد

فی الجملہ تحصیل کردہ بود۔ و در کمال ملایمت و نہایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنہ خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہر سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

ہزار نکتہ بمن گفت چشم غمازش		چو سر مہ خوردہ کہ بیرون نیاید آوازش

بدیدہ اشک شود رہنمون دلِ ما را		ستارہ شمع بود رہروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینۂ نقش پذیر حُسنِ صفات بود۔

خوانندۂ افسون فصاحت۔ نوازندۂ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکہ مستِ فیضِ بہار اند چون اسیر		تہ جرعۂ ز جام فصیحی کشیدہ اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی بہ ہرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرۂ ایشان بمنازعہ انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات برآمدہ فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد ہجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر در آمد دل نخواست کہ زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔

میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:۔ چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شدند چون ماہچۂ لوائی شاہ عباس ماضی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز ہرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاہ اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید- وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد- ازفروغ تربیت گوہراورا جلائے بخشید"۔

دیوان فصیحی بنظر در آمد- خوش محاورہ است- امّا مضمون تازہ بندرت دارد- این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلفِ یار شدم — نہ صید دوست کہ صیدِ دلِ فگار شدم

مزیست خطِ دوست کہ چون بخت سر آید — آب سیہ از چشمۂ خورشید بر آید

تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی — زلف برخویش میفشان کہ پریشان نشوی

لبے کز ناز کی بار تبسم بر نمے تابد — بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب — بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است

ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا — بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود

خویش را برنوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم — آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود

ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہدِ ناب — مرد طپانچہ خوردنِ بال مگس نیم

خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند — محرومِ بوستانم و مردود آتشم

نو بہار ابشمیم گل عیشم مفریب — کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم

مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد — گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم

خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن — از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد- قصائد دلفریب دارد و غزلہائے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است   که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر درآمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد۔ چون قاعدۂ اغلب این جریدۂ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد۔

بشوخی تو سوارے بصدر زین ننشست   تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیۂ بزم تو داخل باشم   رو خراشیده تر از صفحۂ باطل باشم

نه گل چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم   دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در رہ یارے کز و ممنونِ یاری نیستم   گرچه خود را کشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سرِ تیمار دلِ ریش ندارم   تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسۂ چینی خدا ئے را   انگشت بر لبم نزنی کز فغان پُر است

قدرِ من پست از بلندیہاے استغنای اوست   ورنه دیوارِ من از دیوارِ کس کوتاه نیست

ماؤ نگاه دور که رندانِ پاکباز   بر سر نے زنند گلے را که بو کنند

سینه به خنجر او زن که شہادت اینجا   ناقص است ار مددِ کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پئے رفعِ کدورت گریه می آید   اگر بر خاطرِ باد صبا بینم غبارِ خود

میرود رقص کنان بر دمِ تیغے شاپور   دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو۔ مبا بہر تلافی بسرِ کشتۂ خویش   به که این صلح بر نجیدنِ پای نکشد

بر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم   تا آہنِ پیکان ہمگی جزو بدن شد

ہیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر   عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوشِ خود نباشم عیب جوی کس نیم   درد مندم در شکستِ درد مندان نیستم

نعم البدلِ وعدۂ صد سال وصال است   آن بوسه که نقد از لبِ پیغام گرفتم

کفنے غبارم و عریانی ست کسوت من   نیم حبیبر که خود را به پیرہن مالم

روشن نشد ز آتشِ ما چشم خانۂ   ہمچون چراغِ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل | یار مستغنی و من مستغرقِ نظّارہ ام
زین سر کہ فروشان نتوان بادہ خریدن | صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم
ورقِ ہستیم از ہم بدرانید کہ من | دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعرِ ادابند است و موجدِ اندازہاے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است | از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استاد من است | کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب ز صاحبان سخن | تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی ہروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

با وجودِ آنکہ استادم فصیحی بودہ است | مصرعِ صائب تواند یک کتاب من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو ہمّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شُرب مدام آنقدر خوگر شُد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شُد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند رشحہ از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دل کہ پامالت شود | صرفِ آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود
رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را | یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ ما را　　خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ ما را

بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد　　کہ در دامِ تغافل غیر صیدِ ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد　　شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد

خطِ یار گرچہ سر زد نگہِ ستمگرش ہست　　چہ غمِ خمار دارد میِ ناز در سرش ہست

بکدام جان بیازد بکدام سر بہ بخشد　　چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ است　　مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش　　عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم　　کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا　　چشمِ خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا　　سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روے تیغِ آفتاب　　کاملے باید کہ از تقصیرِ جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم　　نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم　　عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را　　از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ برنگیرد از پا فتادۂ را　　چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیرِ دُنیا کردن　　در مملکتِ وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان　　از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی - میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد - و اندازہائے مرغوب - در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنهٔ ثلثین و الف (۱۰۳۰)
وارد دکن شد۔ و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید۔

سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکه رهم بر چمن افتد   دیوار به از سایه که بر روی من افتد

یک دل آزاد درین دامگه فانی نیست   یوسفے نیست درین مصر که زندانی نیست

چاشنی گیر زهر کاسهٔ این خوان گشتم   خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند   این عیش بسیل کوهساران ماند

زنهار چنان بزی که بعد از مردن   انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعیدا نقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین هیولائے خوش تماشی میرزا
صائب اورا بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل از فیض سعیدای نقشبند   صائب ز بحر دل تبا تأمل رسیده است

سعیدا در صفاهان اقامت داشت۔ و نزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دلِ ریش برارد   این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیری مشهدی

نظیری عندلیب بهار است۔ و عدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سنهٔ ثلثین و الف
(۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت۔ و

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است — که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر درآمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد - چون قاعدهٔ اغلب این جریدهٔ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

بشوخی تو سوارے بصدر زین نشست — تو تا سوار شدی فتنه بر زمین نشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم — رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم

نه گل چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم — دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در رہ یارے کز و ممنون یاری نیستم — گرچه خود را کشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سر تیمار دل ریش ندارم — تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خداے را — انگشت بر لبم نزنی کز فغان پر است

قدر من پست از بلندیهاے استغناے اوست — ورنه دیوار من از دیوار کس کوتاه نیست

ماؤ نگاه دور که رندان پاکباز — بر سر نے زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا — ناقص است ار مدد کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفع کدورت گریه می آید — اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود

میرود رقص کنان بر دم تیغے شاپور — دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو میا بهر تلافی بسر کشتهٔ خویش — به که این صلح بر نجیدن پای نکشد

بر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم — تا آهن پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر — عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوش خود نباشم عیب جوی کس نیم — درد مندم در شکست درد مندان نیستم

نعم البدل وعدهٔ صد سال وصال است — آن بوسه که نقد از لب پیغام گرفتم

کفے غبارم و عریانی ست کسوت من — نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتش ما چشم خانهٔ — همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل | یار مستغنی و من مستغرقِ نظارہ ام
زین سر کہ فروشان نتوان بادہ خریدن | صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم
درقِ ہستیم از ہم بدرانید کہ من | دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر ادا بند است و موجدِ اندازہاے دلپسند۔ **ابو طالب کلیم** گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است | از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استاد من است | کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و **میرزا صائب** سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب ز صاحبان سخن | تتبع سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ **فصیحی ہروی** است اما با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

با وجودِ آنکہ اُستادم فصیحی بودہ است | مصرعِ صائب نو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت **شاہ عباس** ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو ہمت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند رشحہ از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دل کہ پامالت شود | صرف آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود
رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را | یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است | از فراموشان مبادا آن کسی ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نہایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنہ خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہر سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

ہزار نکتہ بمن گفت چشم غمازش | چو سرمہ خوردہ کہ بیرون نیاید آوازش

بدیدہ اشک شود رہنمون دلِ ما را | ستارہ شمع بود رہروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینۂ نقش پذیر حُسنِ صفات بود۔ خوانندۂ افسون فصاحت۔ نوازندۂ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکہ مستِ فیضِ بہاراند چون اسیر | تہ جرعۂ ز جامِ فصیحی کشیدہ اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی بہ ہرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرۂ ایشان بمنازعہ انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات برآمدہ فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد ہجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر درآمد دل نخواست کہ زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔

میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:۔ چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شدند چون ماہچۂ لوائی شاہ عباس ماضی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز ہرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاہ اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد۔ از فروغ تربیت گوہر اورا جلائے بخشید"۔

دیوان فصیحی بنظر درآمد۔ خوش محاورہ است۔ امّا مضمون تازہ بندرت دارد۔ این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلف یار شدم | نہ صید دوست کہ صید دلِ فگار شدم
رمزیست خطِ دوست کہ چون بخت سر آید | آب سیہ از چشمۂ خورشید بر آید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی | زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کز ناز گی بار تبسم بر نمے تابد | بخون علطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم
رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب | بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است
ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا | بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم | آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود
ماز ہر قاتلیم فصیحی نہ شہدِ ناب | مرد طپانچہ خوردنِ بال مگس نییم
خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند | محرومِ بوستانم و مردود آتشم
نو بہار اا بشمیم گل عیشم مفریب | کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم
مقصود ہستی کہ مارا بود صرفِ جام شد | گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم
خاک آن کوی فصیحی زجبین رنجہ مکن | از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد دلفریب دارد و غزلہاے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است　　که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر در آمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد- چون قاعدۂ اغلب این جریدۂ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

بشوخی تو سوارے بصدر زین ننشست　　تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیۂ بزم تو داخل باشم　　رو خراشیده تر از صفحۂ باطل باشم

نه گل چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم　　دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در ره یارے کز و ممنون یاری نیستم　　گرچه خود را کشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سر تیمار دل رنجش ندارم　　تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسۂ چینی خدا ئے را　　انگشت بر لبم نزنی کز فغان پر است

قد من پست از بلندیہاے استغنی اوست　　ورنه دیوار من از دیوار کس کوتاه نیست

ما ؤ نگاه دور که رندان پاکباز　　بر سر نمے زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا　　ناقص است ار مدد کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفع کدورت گریه می آید　　اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود

میرود رقص کنان بر دم تیغے شاپور　　دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو میا بهر تلافی بسر کشتۂ خویش　　به که این صلح برنجیدن پای نکشد

هر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم　　تا آهن پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر　　عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوش خود نباشم عیب جوی کس نیم　　دردمندم در شکست دردمندان نیستم

نعم البدل وعدۂ صد سال وصال است　　آن بوسۂ نقد از لب پیغام گرفتم

کفے غبارم و عریانی ست کسوت من　　نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتش ما چشم خانۂ　　همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل   یار مستغنی و من مستغرقِ نظارہ ام
زین سرکہ فروشان نتوان بادہ خریدن   صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم
ورقِ ہستیم از ہم بدرانید کہ من   دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر ادابند است و موجدِ اندازہاے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است   از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استاد من است   کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب ز صاحبان سخن   تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی ہروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

باوجودِ آنکہ اُستادم فصیحی بودہ است   مصرعِ صائب نواندیک کتاب من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلوہمت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند رشحہ از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دل کہ پامالت شود   صرف آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود
رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را   یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ ما را   خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ ما را

بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد   کہ در دامِ تغافل غیر صیدِ ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد   شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد

خطِ یار گرچہ سر زد نگہِ ستمگرش ہست   چہ غمِ خمار دارد مِی ناز در سرش ہست

بکدام جان ببازد بکدام سر بہ بخشد   چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ است   مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش   عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم   کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا   چشمِ خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا   سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روے تیغِ آفتاب   کاملے باید کہ از تقصیرِ جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم   نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم   عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را   از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را   چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیرِ دُنیا کردن   در مملکتِ وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان   از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی - میر محمّد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد - و اندازہائے مرغوب - در دیارِ خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد ہند کشید و در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰)
وارد دکن شد۔ و دران الکہ مراحل زندگانی بپایان رسانید۔

سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکہ رہم بر چمن اُفتد
دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من اُفتد

یک دل آزاد درین دامگہ فانی نیست
یوسفے نیست درین مصر کہ زندانی نیست

چاشنی گیر زہر کاسۂ این خوان گشتم
خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بہاران ماند
این عیش ببیل کوہساران ماند

زنہار چنان بزی کہ بعد از مردن
انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعیدا نقشبند یزدی

نقشبند کارگاہ خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین ہیولاے خوش تماشی میرزا
صائب اورا بزبان ادب یادمی کند و می گوید ؎

این خوش غزل از فیض سعیدای نقشبند
صائب ز بحر دل تبامّل رسیدہ است

سعیدا در صفاہان اقامت داشت۔ و نزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست کہ خارم ز دلِ ریش برارد
این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشہدی

نظیر عندلیب بہار است۔ وعدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سنہ ثلثین والف
(۱۰۳۰) احرام بیت اللہ بست و بعد از ادراک این سعادت متوجہ ہند گشت۔ و

در اثناء راہ شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنتِ تمام بہ شہر بیجاپور رسید و در سلک مقربان عادل شاہ انخراط یافت -

اول نظیری تخلص می کرد - باستدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد - گویند نظیری عوض حرف یا دہ ہزار روپیہ بہ نظیر تسلیم کرد - و این سوال و جواب ظاہرا غلط شدہ باشد - زیرا کہ نظیر بعد فوت نظیری بہ ہندوستان رسید واللہ اعلم

نظیر آہوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت زسامانِ تنم ضعف جدائی | چندانکہ نگاہِ شوم و از مژہ خیزم
در سلسلۂ بال فشانانِ ہوائی | خم ناشدہ از نامۂ من بال و پرے نیست

(۳۱) نادم لاہیجانی

سرخروئی معرکۂ شعراست - اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند - و صدر آرای مجلس فصحاست - لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند - الکن طلق اللسان بود - وقصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود - از دیار خود بممالک دکن اُفتاد - و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانہ داشت - بعد چندے بصوب بنگالہ خرامید - و از انجا بہ عظیم آباد پٹنہ حرکت کرد - آخر بہ اصفہان معاودت نمود و ہمانجا مرحلۂ آخرت پیمود -

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ؎

در کعبہ اگر دل بسوے یار نباشد | احرام کم از بستنِ زنّار نباشد
ہرگز این طفل مزاجی نرود از یادم | گر بتابوت روم شوخی گہوارہ کنم
باعثِ جلوۂ گل دیدۂ بیدار من است | بلبلان شور برآرید کہ خوابم نبرد
ہنوزش رنگ طفلی ہست گل چیدن نمیداند | بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالات دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسرمے برد۔ ودر زمرۂ خوش خیالان می زیست۔ نہال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف ودشنام تو تسکین دل بیہوش ست	آتش از آب چہ گرم وچہ خنک خاموش ست
در رقص دست وپا زدن اختراع ماست	چون نبض زیر پوست تپیدن سماع ماست
چوگان صفت بطلب خود لپشت پا زدیم	پیوند ما بمطلب انقطاع ماست
عذر دست تہی است خُلق کریم	میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل ومطیع استاد ازل است میرزا صائب مصراع اورا تضمین می کند ومی فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع	کلید کعبہ وبتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر ہند خرامید۔ روزگارے مہتنا داشت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ؎

آہے کہ مرا از دل پُر درد برآید	چون شاہسواری ست کہ از گرد برآید
چو وسعت عدمم در خیال می آید	ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ وشعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخن

اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرع اوجی که وقتی گفته است — پادشاہی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوہر شعر مرا به من — تیغ برہنه ام که جگر دار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم ہرات بسر مے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعه درآمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است که در باغ خودنمائی نیست — کریم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہ شیب وگر صبح شباب است — پوشیدن چشم از دو جہان یکسرہ خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت — آتش بدیگرے زد و مارا کباب ساخت

نگہ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست — بوسۂ بے ادبم کنج لب یار کجاست

رطل گران بقیمت جان می توان خرید — این است گوہرے که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمے سازد — درین حدیث گواہم شراب انگوری است

بہر یک لب خنده نتوان منت شادی کشید — منصب گل گرد ہست غنچۂ تصویر باش

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم — می بزور این رنگ را بر چہرۂ ما بسته است

خاطر جمعی ندارم از تو آخر دیده ام — ہمچو دستار پریشانم ز سر وا کردۂ

کے بآرایش ویرانۂ ما مے آید — آنکه در آئینه یک جلوه بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلی ساختم — خاطر غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن که قتل ما بتحمل حواله کرد — چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم — که صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از باده نمے توان بریدن — زین آب گذر نمے توان کرد

اوجی این قطرۂ خونی کہ اجل خواہد ریخت   صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان با حسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت   از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محررا وراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعر انگاہ دارد۔

مشرقی مضامین مرغوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند   الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید   نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم   عالمے در تہ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام   سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرساندیم   پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدارم باہ و نالہ گزشت   چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مرا در خواب دید   تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

ز کعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے   کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ عیش بتاراج دادن است | می راز خم بجام کن و در سبو مکن
مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است | از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان املے | فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم | زعندلیب شنیدم کہ نو بہاری ہست
آبِ حیات تیغت جان داد مشرقی را | ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است - در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و سخنے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است - مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسری برد این سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است - بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت - و از خوان احسان او زلہ برداشت -

وہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بر بست - نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند -

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون ننہد ماہ من ز منزلِ خویش | بود چو صورت آئینہ زیب محفلِ خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند | چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشہدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت ہند خرامش نمود - و در شہر ربیع الآخر سنہ ثنتین واربعین و الف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبۂ صاحبقران ثانی مفتخر برلب گذاشت روز اول قصیدۂ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان   در ثنائے قبلۂ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت - و بیومیۂ بیش قدرے موظف گردید - و بارہا بجوائز کام دل اندوخت شیخ عبد الحمید صاحب شاہجہان نامہ در وقائع جشن نوروز سال ہزار وچہل و پنج ہجری می نگارد کہ :-

"روز پنجشنبہ دوازدہم شوال سریر آرای آسمان چہارم پرتو اعتدال بر ساحت حمل"
"انداخت و افسردہ طبعان نباتات را باہتزاز در آورد - شانزدہم ماہ مذکور - "
"حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہی محلی ساختہ بود بر زبر"
"کشیدہ مبلغ وزن را کہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد باو مرحمت گردید و درا واسط شہر"
"ربیع الاول سنہ تسع واربعین و الف (۱۰۴۹) بعنوان صلۂ شعر صد مہر عنایت"
"شد - و در جشن شفا یافتن جہان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش"
"در اوائل شوال سنہ اربع وخمسین و الف بعنایت خلعت و دو ہزار روپیہ تمتع"
"برگرفت"۔

شیر خاں در مرآة الخیال می نویسد کہ :-

"حاجی محمد جان قصیدۂ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفتہ بعرض رسانید پادشاہ"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش از آن پر کردند انتہی[1]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل مُلّا عبدالحمید لاہوری و مُلّا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہرکدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ۔ چون نام عبداللہ خان فیروز جنگ در وزن پادشاہنامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کرد ؎

نهنگے کہ از غایتِ احتشام　　　نگنجد بحر از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام و از بزرگی۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد ؎

نهنگےست از غایتِ احتشام　　　نگنجد بحر از بزرگیش نام

وطورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نهنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) اتفاق اُفتاد کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور درگزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ ؎

خاک برسر کرد قدسی و سلیم　　　عمرہا در یاد او زیر زمین

گشتہ اند این ہرسہ در یکجا مقیم　　　عاقبت از اشتیاقِ یکدگر

[1] تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارتِ ہمین است کہ ہرسہ دریکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ "استخوان او را بمشہد مقدس رسانیدند"

دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار افتاد ؎

زود بہ کردم من بے صبر داغ خویش را	اول شب می کشد مفلس چراغ خویش را
در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد	نادر بود آن پیشہ کہ استاد ندارد
در مجلسے کہ یاران شرب مدام کردند	نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند
اینجا غم محبت۔ آنجا جزای عصیان	آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند
در چنین فصلے کہ بلبل مست گلشن پر گل است	گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست
ہر چہ با زلف تو می ماند دل از من می برد	روز عمرم در تمناے شب یلدا گذشت
غم ہجوم آورد من در فکر بے سامانیم	میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشنا ست
عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است	کاش گل غنچہ شود تا دل ما بکشاید
گردست شام ہجران گیرد گلوی شب را	مشکل کہ تا قیامت از صبح دم برآید
عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد	لالہ داغے زمیان برد کہ داغم دارد
تاب ہجران شرابم نیست تا وقت صبوح	پیشتر از صبح می خندد گل پیمانہ ام
نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل	گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طہرانی

از طبقۂ اتراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبداللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔
آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ ۔۔۔ رہ موران بود بر خرمنِ ماہ
زبس رہرو در و سنگین خر آمد ۔۔۔ زپا بش رشتۂ پنداری برامد
ہمانا کافر است این کوہ خونخوار ۔۔۔ کہ دارد بر کمر زین راہ زُنّار
مغلطان سنگ ازو تا مے توانی ۔۔۔ کہ باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این راہ زشت است ۔۔۔ مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت۔ و چون نوبت وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود وہم درزمانِ حکومت دکن سنہ سبع وخمسین و الف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔
محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسرے بُرد۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع وخمسین و الف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر از زین عالم بر بست۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گلِ باغ وفایم
بر دستِ تو شایسته تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را
همچون کمانِ حلقه یکی کن دو خانه را

بدست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند
ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگِ تو داغ ما
از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا
بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است
در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شرابِ ناب می باید گرفت
خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است
جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است
چون رگ لعل ز دانا رگِ گردن عیب است

هما نصیب تو از من چنانکه خواهی نیست
که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است
چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است
ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت
از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست
چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم
دهم صد گل که چون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شوریدہ گفتاری نمی دانم
چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجودِ صد هنر لافم ز شعرِ دلکش است
خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد کے دیگرے زان چوب را
آب نتواند فرو بردن که رزقِ آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است
که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از سرپنجهٔ مردانگی است
شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست

ذوقے از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست
غنچه در چاک قفس قفلِ درِ زندان است

نامِ میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است۔ حاشا که باخذو جر پرداز د۔ و متاع بیگانہ را دستمایۂ خود سازد۔ مضامینے که از سلیم و صائب ہمسایہ یکدیگر واقع شدہ و بنظرِ تتبع این نارسا رسیدہ درینجا ثبت می نماید۔ و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود۔

سلیم ؎ مشاطہ را جمالِ تو دیوانہ می کند | کائینہ را خیالِ پریخانہ می کند

صائب ؎ دل را نگاہ گرمِ تو دیوانہ می کند | آئینہ را رُخِ تو پریخانہ می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

ہرکس که دید روی تو دیوانہ می شود | آئینہ از رُخِ تو پریخانہ می شود

سلیم ؎ چشمِ تو ام زہوش تہیدست می کند | یک سرمہ دان شراب مرا مست می کند

صائب ؎ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجہان شراب | ما صلح کردہ ایم بیک سرمہ دان شراب

سلیم ؎ صدا چگونہ بر آید که این سیہ چشمان | بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را

صائب ؎ نماند نالۂ دل در دِ پیشۂ ما را | بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را

مُلّا طاہر غنی نیز این مضمون بستہ است ؎

ز بیم آنکہ مبادا صدا بلند شود | زسنگِ سرمہ شکستیم آبگینۂ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگیِ طرّۂ مقصود خبر داد | ہر فال که از شانۂ شمشاد گرفتیم

صائب ؎ خواہد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من | این فال را زشانۂ شمشاد دیدہ ایم

سلیم ؎ زینت اربابِ معنی جوہرِ ذاتی بس است | لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش

صائب ؎ شمع بر خاکِ شہیدان گر نباشد گو مباش | لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ؎ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی | که طوقِ فاختہ برپاے سرو خلخال است

صائب ؎ حسن بالا دست را آرایشے چون عشق نیست | طوقِ قمری سرو را بہتر زخلخالِ زر است

مسیلم؎ سلیم ہندِ جگر خوار خورد خونِ مرا | چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد
صائب؎ صائب از ہند جگر خوار برون می آیم | دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شُد

آما ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید؎

گداخت ہند جگر خوارم ای اجل پسند | کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید؎

دلم در آرزوے ہند خون شد | کہ خون باد دلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حُسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند وتا کہ محل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند۔ ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرقہ مترتب نمی توانٗ"
"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"گفت کہ فلان شاعر چنیں گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنیں یافتہ۔ و باین حُسن"
"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتہیٰ"

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالیٰ شانہٗ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گُفتہ و گوہرِ انصاف سُفتہ؎

منم کلیم بطُورِ بلندیِ ہمت | کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیضِ الٰہی چو دسترس دارم | نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

؎ اطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ توارد نمی توانم کرد
مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران بکجا گریزد از تو
بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ

صائب ؎ بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ
چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ

بنائی ؎ قضا کہ بر لب او خطِ عنبریں دارد
برای کشتن من زہر در نگین دارد

صائب ؎ اُمیدِ جانِ شیرین داشتم از لعل سیرابش
ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد

میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا ہمیں ترانہ تن زد
کہ بہ جذبۂ محبت پسر از پدر گرفتم

نقی ؎ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبتِ زلیخا
بکشاکشِ نہانی پسر از پدر برآرد

سلیم ؎ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد
سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را

کلیم ؎ چند در خانہ اش آتش فتد از پرتو تو
زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است

سلیم ؎ چون کشم بار گرانِ غمِ دوری کز ضعف
نگہِ خود نتوانم ز رخت بردارم

کلیم ؎ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم
کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم

اسیر ؎ نیست جوہر بہ تیغِ یار اسیر
بہرِ قتلم نوشتۂ دارد

میر صیدی ؎ نیست جوہر کہ بشمشیر تو تصویر شدہ است
رقمِ قتلِ جہانے است کہ تحریر شدہ است

ملا غنیتی ؎ قضا جدا ز تو خونم چرا نے ریزد
مگر ز دستِ قضا این قدر نے آید

اسیر ؎ یار ہرگز ببر نے آید
از قضا این قدر نمی آید

سلیم ؎ مگر از صبح محشر روزنِ من روشنی یابد
کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند

واعظ ؎ چون دو ابروی سیاہ کہ بہم پیوست است
بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بست است

حزنی ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید
کہ دارد چشمِ لطف از دلبر نامہربانِ من

فطرت ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید
کہ عاشق گشتہ و چشمِ وفا از یار ہم دارد

تسلیمؔ ؎ آنکہ پیغامے بردازما بسوی او دل است / نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

فطرتؔ ؎ می توان از دل تپیدن یافت احوالِ مرا / نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

صائبؔ ؎ سرچشمۂ حیات لبِ میچکانِ اوست / عمرِ دوبارہ سایۂ سروِ روانِ اوست

فطرتؔ ؎ عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست / عمرِ دوبارہ سایۂ سروِ بلندِ تست

صائبؔ ؎ صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد / آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علیؔ ؎ آب چون در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ / صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارہا

مشرفیؔ ؎ برگِ حنائیم و بامید رنگ و بو / در دستِ دیگرے است خزان و بہار ما

خالصؔ ؎ مارا خبر ز شادی و غم نیست چون حنا / در دستِ دیگرے است بہار و خزان ما

واعظؔ ؎ مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا / شد نگین با نام تا افگند از خود نام را

وحیدؔ ؎ دور فگن نام را کہ نام فگندن / صاحبِ نام و نشان نمود نگین را

ناظم معراجؔ ؎ چنان بگذشت زین سقفِ شفاف / کہ سیلابِ نگہ از عینکِ صاف

وحیدؔ ؎ ز چشمِ مہ سوے بالا سفر کرد / چو نورِ دیدہ از عینک گذر کرد

فیاضؔ ؎ بباغ بسکہ ز شرمِ رخت گل آب شود / غلافِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

وحیدؔ ؎ بگلشنے کہ رخِ دوست بے نقاب شود / ز شرمِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

دانشؔ ؎ لب تشنۂ تیغیم بگو قاتلِ مارا / کو آب کہ شیرینی جان زد دلِ مارا

قاسم دیوانہؔ ؎ دم آبے ز تیغت مستمندم / دلم می سوزد از شیرینیِ جان

صائبؔ ؎ ہمیشہ صاحبِ طولِ امل غمین باشد / کہ چین بقدرِ بلندی در آستین باشد

بیدلؔ ؎ دستگاہ ہست ہر قدر بیش است کلفت بیشتر / در خورِ طول است چینہائے کہ دارد آستین

وحیدؔ ؎ بالِ مرا شکستگی پر نبستہ است / پرواز ما چو رنگ ببالِ شکستہ است

بیدلؔ ؎ مالافِ ہمت از مددِ عجز مے زنیم / پرواز ما چو رنگ ببالِ شکستہ است

صاحب گلشن رازؔ ؎ عدم آئینہ۔ عالم عکس و انسان / چو چشمِ عکس در وے شخص پنہان

جہان انسان شدو انسان جہانے ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان ہے ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است در و آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہٰذا بشرحِ رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالیٰ شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی با عتبار اعضاؤ در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسب اعضا می بیند و این کمال اسمائی وصفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقۂ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائقِ عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویداست کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو بازمی نماید بخلاف عکوس دیگر وَ ھٰذَا مَعْنٰی کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است درمرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود وعالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ آزین رو کہ موجود علیحدہ می نماید وبوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص درحقیقت خود برخود مشہود می گردد وعکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وآزین رو کہ عکس درحقیقت خود اوست کہ برخود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان ازجملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق درو جلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک ازکم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالی درحقیقت انسان وظہور او درتمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص در آئینہ ودرچشم عکس تفاوتے ندارد الا بہ اعتبار کبر درمرآت وصغر درچشم عکس۔ ونظر بہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر برمکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہٗ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرط آنکہ وجود حق جل شانہ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہر یک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بتعلم می آید نام آنسان شیخ غلام مصطفٰی است
و اصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل
بود در احاطۂ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از مُلا قطب الدین
شہید سہالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلۂ
سند حدیث بہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقۂ
قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانۂ وقت می زیست۔
شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنا داشتہ باشد۔
صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفٰی در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل
طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بحیثیتے کہ
اکثر براہمہ حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید
شعراءِ ہندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ و کرامی از کتب در ملک نداشت۔ و
استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ مستمع
ذکر می کرد کہ ہر گاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ
می یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمتِ شیخ می رسید بہرِ فنے کہ مناسبِ آن کس می
دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری
از ہند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرہا ترک نوکر پیشگی کردہ
در بلدہ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد- جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت- خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گورے بران قصبہ اُفتاد و از مردم استفسار حال بندہ نمود- صورت واقعہ بعرض رسانیدند- فرمود کسی برود و اورا بیارد مردم گفتند او بآبادی زنہار نمی آید- حضرت ملا قلم گرفتہ برشقۂ نوشت اَطْرِقْ كَرَا اَطْرِقْ كَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرٰى[1]

این کلام افسونِ عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند- استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت مُلا کہ اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد-

بمجرد دیدنِ شقہ سَمْعًا وَطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغیر داد و لبس قمیص اختیار کرد- شب اول در خواب دید کہ گویندۂ می گوید رَجُلٌ خَيْرٌ تَعْمَلُ خَيْرًا

انتقالِ او در سنہ ثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) واقع شد- مدفن او پھپوند

اکنون گلگون قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد-

گر فلنیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد دواوین زبان دیگر را چہ علاج می تواند کرد- و جامع السنۂ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامۂ چلپی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت ہمہ بر من ۔۔۔ گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگا نم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گوید ؎

غَيْرِي جَنٰى وَاَنَا الْمُعَاقَبُ فِيْكُمُ ۔۔۔ فَكَاَنَّنِيْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شنیدۂ-

---

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کانپور ۱۲۹۳ھ-

گفت بلے شنیدہ ام و بیت نابغہ ذُبیانی برخواند ؎

فَكَلَّفْتَنِي ذَنْبَ امْرِءٍ وَتَرَكْتَهُ   كَذِي الْعُرِّ يُكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعُ

عُر بضم عین مہملہ مرضے است کہ در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندنِ شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را از ینجا گرفتہ و فاسد ساختۂ زیرا کہ معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو ہر دو یکے است و در بیت نابغہ جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص مثلاً زبان نا گفتنی گفت و این کس انگشت گزید بس می بایست کہ زبان را تعذیب می کرد۔ وہمچنین چشم نا دیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبارات کفایہ می کند و مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاہ گوشۂ چشمی سوی ما می توان کردن   نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برہان الدین قیراطی در ہمزیۂ خود گوید ؎

كَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْهَا عَلَيْنَا   كَصَلٰوةِ الْعَلِيلِ بِالْاِيمَاءِ

و شوکت بخاری گوید ؎

تا کیم مژگانِ چشم داغ باشد تیر او   دیدۂ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباتہ مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِأَطْرَافِ الْقَنَا فِي ظُهُورِهِمْ   عُيُونًا لَهَا وَقْعُ السُّيُوفِ حَوَاجِبُ

طرفہ آنکہ شاعرے بیش از ابن نباتہ این مضمون را یافتہ۔ چنانچہ علامۂ تفتازانی در خاتمۂ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

و سید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دم تیغ تو ای شوخ چکیدہ است   آن خال کہ بر گوشۂ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفتہ ؎

لَیسَتْ مِنَ لِلْمِسْكِ خِيلَانٌ بِوَجْنَتِهِ   دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صَمْصَامِ لَحْظَتِهِ

وعلماء گفتہ اند کہ اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم۔ و اگر مساوی باشد فضیلت اول را است و ثانی بعید از ذم است۔ بشرطیکہ آثار سرقہ ہویدا نباشد۔

عارف جامی قدس سرہ در بہارستان تحت ترجمۂ سلمان ساوجی میفرماید کہ:-

وے در سلاستِ عبارات و دقت اشارات بے نظیر افتادہ۔ در جواب استادان قصائد دارد۔ بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر۔ وی را معانی خاصہ بسیار است و اکثرے از معانی استادان بتخصیص کمال اسمعیل در اشعار خود آورد چون ثانی درصورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شدہ محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاہدِ پاکیزہ بدن   کہ بہرچند درو جامہ دگرگون پوشند
کسوتِ عار بود باز پسین خلعتِ او   گرنہ درخوبیش از پیشتر افزون پوشند
ہنر است این کہ کہن خرقۂ پشمین ز برش   بدر آرند و درو اطلس و اکسون پوشند

ومضمونِ این قطعہ را محرر کلمات در بیتے آوردہ و بر منطوق قطعہ شاہدے گزرانیدہ۔ بیت این است ؎

شاہدِ معنی کہ باشد جامۂ لفظش کہن   نکتہ دانے گر حریرِ تازہ پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

ہمدانی المولد کاشانی الموطن۔ عارج طور معانی است و مقتبس نور سخندانی۔ بیضۂ سخنش ید بیضا است و خامۂ سحر شکنش ہمدست عصا۔ در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و ہمہ جا داد سخنوری می دہد و لہذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفتہ اند

دو بار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب": ۱۰۲۸ تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش اند دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے برداشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در شناگستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سر حلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت وچتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت درآمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سالی صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین و الف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کرد و بہ پایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدم نوروز غرۂ شوال　　　فشاندہ اند چو گلہاے عیش بر سر سال

قصیدہ درجۂ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیدہ شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدۂ موزونان انعام شد۔

: و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) **حاجی محمد جان قدسی** در مقابلۂ قصیدہ بزر سنجیدہ شد۔ وہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچہ در ترجمۂ او گزارش یافت۔

و در سنہ ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) **باقیا** نائینی قصیدۂ تہنیتِ نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیدہ شد۔ ومبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

د بوضوح پیوست کہ **قدسی** و **کلیم** بپایۂ سریر شاہی چنانچہ در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبۂ مساوات داشتند۔ وچنانچہ این ہر دو از **باقیا** در موزونِ معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

• و در جشن وزن شمسی سنہ ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت **لاہور کلیم** را ہزار روپیہ بصیغۂ جائزۂ شعر عنایت شد

کلیم در آخر ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساختہ رخصتِ کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطۂ بہشت آئین رنگِ اقامت ریخت وبتقرر سالیانہ از سرکار پادشاہی آسودہ حال می گزرانید۔

چون الویۂ صاحبقران در سنہ خمس وخمسین والف (۱۰۵۵) بصوب **کشمیر** ارتفاع یافت۔ وغرۂ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطۂ کشمیر انداخت۔ **ابوطالب کلیم** قصیدۂ در تہنیتِ مقدم بسمع پادشاہ رسانید وبرحمت خلعت و دو بیست اشرفی طلاے احمر بہرہ مند گردید۔

وہمچنین روزے کہ موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود ـ کلیم را درصلهٔ قصیده دو بیست مهر انعام شد ـ

فوت کلیم پانزدهم ذی الحجه سنه احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت ودر نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او غنی | طور معنی بود روشن از کلیم ۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشمِ تر گرفت | باطفلِ اشک صحبت دیوانه درگرفت

زان چشم ندیدم که نگاهے بمن اُفتد | بیمار عجب نیست اگر کم سخن اُفتد

نه رحم کرد که خونِ دلِ خراب نخورد | غرورِ او ز سفالِ شکسته آب نخورد

که تمنائے تو از خاطرِ ناشاد رود | داغِ عشقِ تو گلے نیست که برباد رود

دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان | ز من چه مے طلبی - دل کجا - دماغ کجا

گر قفس تنگ ست از بیرحمی صیاد نیست | صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیده است

دیدهٔ اُمید را کردی سفید از انتظار | دوستداران را نبود این چشم از دلدار ست

هر آنچه رفت ز دستم برون ز دل هم رفت | میانِ دست و دلم چون صدف جدائی نیست

از جهان بے بهره را نبود تمنا عمر خضر | روز کوتاه از برای روزه داران بهتر است

تو پادشاهِ حسنی - مشمار بوسه بر ما | زیرا که عیبِ شاهان دانستنِ حساب است

هر که خود بین وخود آرا - ز هنر محروم است | همچو طاؤس که پُر زینت و کم پرواز است

سر برتنِ صدف نبود زانکه روزگار | یکجا بهیچ کس سر و سامان نمی دهد

کبابِ حُسنِ تو ام قدرِ خط نکو دانم | ز سایه ذوق نکرد آنکه آفتاب نخورد

اغنیا بهره ز اندوختهٔ خود نبرند | که همین تشنه لبی قسمتِ دریا باشد

مژه را داد ز کف چشمِ تو در آخرِ حُسن | تُرکِ مفلس چو شود تیغ ببازار برد

دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ | چون کسے اوقات صرفِ پاسِ خاطرها کند

بتان ز صحبتِ ہم می کنند کسبِ غرور ترا بآینہ ہم آشنا نمی خواہم

دشنام و بوسہ ہرچہ عوض می دہی بدہ حاشا کہ با تو بر سرِ دل گفتگو کنم

چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان گردیدم و یک یار وفادار ندیدم

آخر بسانِ فاختہ ام شد گلو کبود رمنت ز خلق بسکہ بگردن گرفتہ ام

از اداے خارجِ ہر کس خجالت می کشم باکمال بے دماغی من وکیلِ عالمم

نہالِ سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم

مکشاے زبان بہ زخودے راچو ببینی زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم ـ میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است ـ صاحب ذہن ثاقب ـ و ہم طرح ابو طالب کلیم و میرزا صائب بود۔

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگی ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند ز جوشِ فکر میِ ارغوانِ یکدگرند

نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند

زنند بر سرِ ہم گل ز مصرعِ رنگین ز فکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند

سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند زنند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند

بغیر صائب و معصوم نکتہ سنج و کلیم دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردو در عہدِ شاہجہانی قصدِ ہند کردو در نواحی بنگالہ اُفتاد ـ اعظم خان ناظم بنگالہ میررا باعزاز و احترام پیش آمد ـ و لوازم قدر شناسی بتقدیم رساند ـ اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است ـ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید۔
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مرا کشایشِ خاطر نہ از گلستان است کلیدِ قفلِ دلم برّۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی آن قدر باش کہ عنقا زسفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نازم قاصد چون برآمد قالب من شد تہی مرغِ رُوحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
در ہند وفات یافت۔ وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد۔ مادۂ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسنجر قدم نہاد۔
۵۲ ۱۰ ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد ومنشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذہن رسا وفکر آسمان پیما
بود وشعر را بسرعت تمام میگفت۔ وبچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت۔
قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت
تمام دارد۔ وطالبائے آملی و میر الٰہی ودیگر مردم را ہجو کرد۔ چون شیوۂ ہجا
شعار خود ساختہ بود۔ خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرۂ شیخ فیروز باشیدا
مشہور است۔
صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایا مے ملتزم آستانۂ شہریار
بن جہانگیر پادشاہ۔ بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان۔

اَنَا سَ اللّٰہُ بُرْ ھَانَہٗ منخرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ وچون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد۔ وحکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ وقول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب درگزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ وجہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو موسّس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شُد بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت۔

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمّی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم آمدہ سرچشمۂ فیض عمیم

درین چمن گل و لالہ شبنم اندود است کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت دو سرے گنجد کہ درزیرِ دم تیغست | چو شمع از جیبِ خود هردم سرِ دیگر برون آرد
شهیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم | بجائے موے سر در ماتم بند قبا بگشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر درآمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین افتادہ ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید | حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان | کہ پیلم کند یاد ہندوستان

دو را زان دراشک بیتابم بمژگان آشناست | دست با سر سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد وزبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائبؔ کہ ادہم گفتہ است | گر منش دامن نگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عہد شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاہجہانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن ازبسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔ وسوداے نیز در سر داشت۔ وعلانیہ مرتکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد زندان ہستی را پدرود نمود۔

بہارسخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدِ رعنایش　　فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الہی - میر الہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است - کلامش لطافتے دعمدہ بے دارد - ومذا قہا را لذتے خاص می بخشد -

در صفاہان بسیار بودہ - و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ - آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) واقع شد غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الہی ز جہان گوی سخن ۱۰۶۴ھ

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد　　زآب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گُلِ باغِ مراد　　چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست　　نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحیی - میر یحیی کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - وجان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگراے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

مُلا عبدالحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ برآورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
۱۰۵۸ھ

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گذشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[1]

انتقال او در شاہجہان آباد دیازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

بہ بوریا نہی پا کہ از فقیران است	قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است
ز روی آدمیت پند من ناصح نمی داند	کہ من با آن پری خو کردہ ام آدم نمی خواہم
مدہ ز دست گریبان گوشہ گیری را	کہ مومیائی پای شکستہ دامان است
ہر چہ یابم تا نیفشانم نمی گیرم قرار	در کف زال فلک پیتو چون پرویز نم
نرمی بسیار خواہد باد رشتستان ساختن	مغز خوبہا خوردتا در استخوان جا کردہ است
ہمچون غلاف گردد موافق یکے شوند	با تیغ شان ز ہم نتوان ساختن جدا
حیا نم نیس بود چندان کہ یکشب با گلے باشم	شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم
ہر ان نے کا ز رود ر ناخن دل کردہ بود آخر	برائی فرش ایوان قناعت بوریا کردم
نیم از ناوک صیاد آگہ۔ اینقدر دانم	کہ جائی دام اگر خواہی بجا کم میتوان کردن
دو لب دو ناخن مرد است تا بہم نرسند	گرہ ز خاطر خود وا نمی توان کردن

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۴۶۹ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشہدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازہ یاب۔ زلالِ فکرش در کمال صفا و شیرینی و نہال بیانش در نہایت تازگی و دلنشینی۔

در عہد شاہجہان پادشاہ با والد خود عازم ہند گردید و در اشتیاقِ ہند گفت ؎

راہِ دور بہ ہند پابستِ وطن دارد مرا　　چون حنا شب در میانِ رفتن بہندستان خوش است

بعد وصول ہندوستان بار باب محفل شاہجہانی گشت۔ و در شعبان سنہ خمس و ستین و الف (۱۰۶۵ھ) قصیدہ در مدح پادشاہ بعرض رسانید۔ و دو ہزار روپیہ صلہ عنایت شد۔ بیتے از آن قصیدہ این است ؎

بخوان بلند کہ تفسیر آیۂ کرم است　　خطے کہ از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاہزادۂ **دارا شکوہ** در آورد و بہ الطاف خاص نوازش یافت۔ شاہزادہ را این بیت او کہ ؎

تاک را سر سبز کن اے ابر نیسان در بہار　　قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود[1]

بسیار خوش آمد و لک روپیہ بہائے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگالہ با شاہزادہ **محمد شجاع بن شاہجہان** نیز بسر برد۔ از انجا رخت سفر بہ حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد **عبداللہ قطب شاہ** والی آنجا اعتبار تمام بہم رسانید۔

میر ابوتراب والدِ **میر رضی** ہم طبع نظم داشت و **فطرت** تخلص می کرد۔ و در **حیدر آباد** سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرۂ

---

[1] مراۃ الخیال صفحہ ۲۵۸ مطبوعہ کلکتہ۔

میر محمد مومن استرآبادی دیده شُد۔ بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورده[1]۔ رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد نٰنواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمے درو می گنجید اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسےٰ بفلک بر شدهٔ آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبدالله قطب شاه میر رضی را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومانِ تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشیِ سلطان عبدالله بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید ؎

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند بنخلِ خانهٔ صیاد آشیان بستند
رویِ ماهِ نوبروی بادهٔ گلگون ببین آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون ببین

---

[1] همین رباعی با دنی تغیر در ماثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامه فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق افتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس از اینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزم کنم سیر که جائے دگرم نیست — از حلقه برون چون قدح می سفرم نیست

بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم — خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیها

پرحذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینه باش — کاش از اول نبودے شیشه با سنگ آشنا

صفحۂ دشت بامداد رفیقان طی کن — چون قلم بے دو سه یارے بسفر نتوان رفت

کشاده روئی خوبان در آخرِ حسن است — درین چمن همه جا موسمِ خزان باز است

متاب رخ نفسے تا بجائے خود باشیم — چو عکسِ آینه ما زنده از نگاه تو ایم

شبِ عید است و می بینم قدح در دستِ رنگینش — شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کهن۔

میرزا صائب نام او را بتعظیم میگیرد و می گوید

این آن غزلِ حضرتِ رکنا ست که فرمود — پائے ملخے پیش سلیمان چه نماید

در فن طبابت نیز یدِ طولی داشت۔ و آثار تخلص خود بظهور می رسانید۔

سالها از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاه مکرر منزلِ او را بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاه مشاہده کرده از ولایت برآمد و درین باب گوید

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش — شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانهٔ اکبر بادشاه بآسودگی می گزرانید[1] و در عهد جهانگیری نیز قرین کامرانی و بار یابِ محفلِ سلطانی بود تا آنکه بتقریبے جانب

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۳۰۶ مطبوعه کلکته - ترجمه رحمت زمان -

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدر آباد دکن بربست۔ **میر محمد مومن** استرآبادی وکیل السلطنت **محمد قلی قطب شاہ** بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند۔ میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ **بیجاپور** گرفت۔ ودرانجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود۔ وبا **مہابت خان** ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی **شاہجہان** برا ورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املا کردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است؎

پادشاہِ زمانہ شاہ جہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہر سالِ جلوس او گفتم	درجہان بادتاجہان باشد ۱۰۳۷ھ

ودر سنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا برکبر سن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود۔ وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودر رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت و **بایران** دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید؎

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمر طبیعی دہد احبّا را
زنے مباد تہی دستِ ساقئے کہ رسانٔ	بپای بوس صراحی پیالۂ ما را

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ **کاشان** گردید۔ وایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہ **شاہ صفی** رو بصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ **شیراز** آمد۔ پس ازچندے بازرخت سفر بہ **کاشان** کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ :-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"

"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و دارد - در اکثر سنوات"

"او را از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند۔"

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد این مصرع تاریخ یافتہ اند [1]

رفت بسوی فلک باز مسیح دوم

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است معجون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم ۔ بجنبانہای فغفوری بزن کشکول چوبین را

سبزہ پامال است در زیر درخت میوہ دار ۔ در پناہ اہل دولت ہست خواری بیشتر

در ہجر تکیہ و روز صبورم کہ از فراق ۔ چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بار کسے ۔ وین دیدہ ندوخت چشم بر بار کسے

صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز ۔ تحت الحنکی بقصد دستار کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع او سے

پرواز دومی فرماید ؎

جواب آن غزلِ حاذق است این صائب ۔ بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است [1] و در فقیر گیری بمنصب شایستہ سرفرازی داشت -

و چون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

---

[1] ماٰثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷ -

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شده بود- صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود- حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نموده از درگاهِ خلافت بمنصب سه ہزاری و خدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز درآمد-

و پایان عمر در مستقر الخلافه اکبرآباد گوشه انزوا گزیده و بسالیانه پانزده ہزار روپیه از سرکار پادشاہی موظف گردید- و تا سنه اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) سالیانه او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید-

حکیم در شوال سنه سبع و ستین و الف (۱۰۶۷) در اکبرآباد شربت فنا چشید-

ادہم خامه را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر و مه شد فاش | بیک کلاه دو سر مشکل است پوشیدن
ما قدر جوانی چه شناسیم کز اول | تصویر کشان قامت ما پیر کشیدند
بقولِ من نرسیده است فعلِ من ہرگز | خوشا کسے که دراز است از زبان دستش

درینجا مجملے احوال سید صدر جہان[۱] که در ترجمهٔ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامهٔ تقریب جو حواله می شود

مولد و منشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبه ایست از توابع لکھنؤ- سید فاضل جید بود- و طبعے ظریف و نکته سنج داشت-

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاه رسید و منصبِ افتاء ممالک محروسه پذیرفت و قرار گرفت-

در سنه اربع و تسعین و تسعمائة (۹۹۴) پادشاه او را باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نموده

۱؎ مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۸-

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

پس از چندے بعطاے منصب صدارت کل بر صدر عزت نشست و رفتہ رفتہ بپایۂ امارت و منصب دو ہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ در ایام شاہزادگی چہل حدیث در خدمت سید خواند۔ شاہزادہ او را بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شما را ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید انتخاب کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ و صدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلائق بود۔ در صدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** در عرض پنجاہ سال بخشید۔ سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلا در عقل و حواس او فتورے راہ نیافت۔[1] انتقال او در سنہ سبع و عشرین و الف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را در فنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی و تیراندازی و شطرنج وغیرہ۔ سید در ہر باب کامل عیار برآمد و مردم آن دیار را در حیرت انداخت

اما **ملا تقی الطبعی** رسالۂ در باب ایلچی گری **حکیم ہمام** و **سید صدر جہان** ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ **حکیم ہمام** نوشتہ اللہ اعلم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ و سید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - ملّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئہ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[1] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صائب | کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید۔

پری زاد ان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند | ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوائے بادۂ گلرنگ بینا ہم ما | سالہا شد کز ہوا دارانِ این آیم ما

از رہ بہ بانگ ہرزہ درایان سنے روم | کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر زیر سپہریم عجب نیست کہ دریا | در زیر حباب آوفزون تر ز حباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکستِ پنداری | کہ نیمۂ ز دلم شیشہ نیمہ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَاغروان لَّم تَفصح الایام بی | الدھر ابن عطا وانی الراءُ

وبذا اجرٰی طبع الزمنِ واھلہٖ | دفن الکلام واھلہٗ احیاءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و حیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[2] ؎

---

[1] سلافۃ العصر نسخہ قلمی ورق ۲۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [2] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواؤ مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابومحمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر ؎

نعم تجنّب لا یوم العطآءِ کما　　تجنّب ابن عطآءٍ لثغة الرّآء

ودیگرے گوید ؎

وجعلت وصلی الرّآء لم تنطق به　　وقطعتنی حتّی کانّک واصل

(۴۹) احسن ـ ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی ـ خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانِ دکن اختصاص یافت ـ وچون جہانگیر پادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت ودر سنہ ثلث وثلثین والف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت وظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید ـ

وچون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید ـ خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود ـ

ودر سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد ـ ونظر بر آق سقالی ودولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصتِ کشمیر فرمود ـ

وچون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد ـ صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافتہ [illegible] ہزاری وعلم ونقارہ مرحمت گردید ـ

لہ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۷ ـ

ظفرخان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت را مفتوح ساخت[1]۔ و پایانِ عمر در دارالسلطنت لاہور فرو کش کرد و در سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) محمل بہ صحراے فنا کشید۔

ظفرخان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل **میرزا صائب** مادح آستانِ اوست۔

ظفرخان چند جا در مقاطع غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست	تازہ گوئیہای او از فیضِ طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح **ظفرخان** بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجای آرد۔

دیوان مختصرے از **ظفرخان** مطالعہ افتاد۔ از انجاست ؎

دلم بگوی تو اُمیدوار می آید	نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید
در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است	یاران برسانید دماغ شب عید است
در بتانِ ہند یون او دلبرِ خود کام نیست	رام رام گرچہ می گوید ولیکن رام نیست
شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من	قدرِ دل شکستہ چو زلفِ شکستہ است
گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست	عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام **آشنا** تخلص بن **ظفرخان** مذکور۔ در عہد شاہ جہانی منصب ہزاری و پانصدی داشت۔ و احوال سی سالہ **شاہجہان** را ملخص بقید قلم آورد[2]۔

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [2] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانہ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہاے قصیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست ۔۔۔ چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود ۔۔۔ دندانِ مار قبضۂ خنجر نمے شود

بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم ۔۔۔ میتوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم

از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد ۔۔۔ تیغ اگر در آب و آتش رفت بے جوہر نشد

ہر دم نوید لطف دگر مے دہد مرا ۔۔۔ دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا

گر بوستم چو نافہ کشد آسمان بجاست ۔۔۔ مو شد سفید و تیرگیِ دل ہمان بجاست

کشتئ بدست آور وقتِ کشتِ مہتاب است ۔۔۔ مدعاے میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان زیکدگر گیرند ۔۔۔ بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیادِ روی تو شبہا کنم نظارۂ ماہ ۔۔۔ زرِ سفید بود از براۓ روز سیاہ

خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد ۔۔۔ گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقتِ تیرگیِ بخت نکبت است ۔۔۔ جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان بسینہ صاف بد اند ۔۔۔ ذوقِ آئینہ نیست بد رو را

ما بزندانِ غمت خو بانشستن کردہ ایم ۔۔۔ گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما

لقمۂ چربِ خوشامد نکند رام مرا ۔۔۔ دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد ۔۔۔ زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است

از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است ۔۔۔ رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد | گل بیشتر دهد چو کنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس | دایه پرہیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینہ خوشش نہ کرد دلم | عیب پوشی بہ از نمد پوشی است
زدور ساختن ابرام سفلہ گردد بیش | کہ زد دُرستنِ مو از پے نراش بود
ہرکجا بودم ازانشہ صفت با خود داشت | ہرگزم می نتوانست کہ بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقہ دل وانشود | چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند
چشم بسانِ آئنہ در عیب خلق نیست | پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش | دیدۂ نرگس ندارد تاب سیمای چراغ
چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان | نتوان کرد سر رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار ہم نرساندہ۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

زصد ہزار سخنور کہ در جہان آید | یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیماے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو بر کردن مسرور و ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی۔ پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان　　رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب　　نوائے عشق در ایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا است کہ با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را باز خم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور دفت سخن دست طرح دہ صائب　　گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است میرزا در دارالسلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کثر فرصت در شش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دارالملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابوالحسن تربتی ناظم کابل بود میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد[1]۔ و لوازم قدرشناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم　　باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم

ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم　　قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم

بلند بخت نہالا بہار تربیتا　　کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم

حقوق تربیت را کہ در ترقی باد　　زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

تو پای تخت سخن را بدست من دادی ⁂ تو تاج مدح نهادی بفرقِ دیوانم
زروی کرم تو جوشید خونِ معنی من ⁂ کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
تو جان زدخل بجا مصرعِ مرا دادی ⁂ تو در فصاحتنے دادی خطاب سحبانم
زدقّت تو معنی شدم چنان باریک ⁂ کہ منبوان بدلِ مور کرد پنہانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود ⁂ نداشت طرۂ شیرازہ روے دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد بردۂ من ⁂ وگرنہ خارنے ماند از گلستانم
تو مشت مشت گہر چون صدف بمن دادی ⁂ چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت **کابل** در اوائل جلوس صاحبقران ثانی **شاہجہان** بہ لشکرخان تفویض یافت۔ و ظفر خان بہ ادراک عتبۂ خلافت شتافت **میرزا** نیز بہ رفاقت **ظفر خان** بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹) جانب دکن باہتزاز در امد۔ میرزا با **ظفر خان** در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ از انجا کہ شہر **برہان پور** گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہر مے فرماید؂

توتیا ساز د غبارِ اگرہ و لاہور را ⁂ چشم من تا خاکِ گرد برہان پور خورد

و چون سید **لشکر محمد عارف** از مشاہیر اولیا درین شہر آسودہ اند توجیہ گرد از خاطر فقیر چنین برخاست؂

فتاد بسکہ گذر لشکرِ محمد را ⁂ غبار خیز بود کہ جہائے برہان پور

و در ایام اقامت **برہان پور** پدر میرزا خود را از ایران بہ دیار **ہندوستان** رسانید تا او را بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجہ ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید؂

شش سال بیش رفت کہ از اصفہان بہند ⁂ افتادہ است توسن عزم مرا گزار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبۂ گستاخ شوق من | از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورۂ دکن | آید عنان گسسته تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سرِ شوق طے کند | باقامتِ خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبۂ اُمید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گهر نثار
با جبهۂ کشاده تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدرقۂ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنہ احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبر آباد عطف عنان نمود۔ هزدهم محرم سنہ اثنین و اربعین والف (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر بہ نیابت خواجہ ابو الحسن مفوض گردید۔ میرزا محمل سفر با ظفر خان بربست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویہ مکرم و مبجل زیست۔ و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت۔

وفاتش در سنہ ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعۂ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمه پرداز فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسوی روضۂ دار السلام
خامۂ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سی و سه ۳۳

غزل متفرق بخط خاص برحواشی آن نسخهٔ قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی
از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوا می کند ناقص کمالان را | که رو بر خاک مالد پر فشانی بسته بالان را

نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ ہما اُفتد | سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا اُفتد

از تماشائیِ پریشانِ جهان دلگیر باش | والهٔ یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش

ہیچ ہمدردی نمی یابم سزائے خویشتن | می نہم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن

رنگین تر از حناست بهار و خزانِ ما | بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما

جلوهٔ برق است در میخانه ہشیاری مرا | از پئے تغییر بالین است بیداری مرا

می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد | در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد

ای که فکرِ چارهٔ بیماریِ دل مے کنی | نسبتِ خود را بچشم یار باطل می کنی

عشق سازد ز ہوس پاک دلِ آدم را | دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

سخت می خواہم که در آغوش تنگ آرم ترا | بر قدر افسردهٔ دل را بیفشارم ترا

از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است | نقش پایِ چند زین طاؤس برجا مانده است

ز پیری حرص دنیا نفس طامع را دو بالا شد | گدا را کاسهٔ دریوزه از کوزی مثنی شد

پا از گلیم خویش نباید دراز کرد | تیغ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد

که حالِ دردمندان پیش چشمِ یار می گوید | که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید

اہلِ کمال را لب اظهار خاموشی است | منت پذیر ماه تمام از ہلال نیست

ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حسن | این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود

رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان | شب نوبتِ پرواز به پروانه گزارند

نقش پایِ رفتگان ہموار سازد راه را | مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها | که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

در طلب ما بے زبانان اُمّتِ پروانہ ایم	سوختن از غرض مطلب نزد ما آسان تر است
عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار	آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را
ز صدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست	چو صبح تیغ جہانگیر ما دو دم دارد
با خبر باش کہ دل از خم زلفت نبرد	دُرِّ گوشِ تو یتیمی است کہ در عالم نیست
مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را	ہر کہ کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود
ما حباب آلودگان را جرأتِ پرواز نیست	گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است
صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل	بہ شد برون ز زنگ آمد است شیشۂ ما
نیرنگ چرخ ... گلِ رعنا درین چمن	خونِ دل از پیالۂ زر می دہد مرا
صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان	آئینۂ بے پشت چہ دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلّا محمد طاہر اشئوی کشمیری

• اشئی قبیلہ ایست از نبا آل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقۂ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایستہ بہم رسانید - آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی	یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بحضور خاطر بسر می برد - ازینجاست کہ غنی تخلص میکند

مُدّةُ العُمر در شہر خود گزرانید - و در سنہ تسع و سبعین والف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت — عالمے را اضطرابِ نبض این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن — چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانہ — چون مُہرۂ شطرنج مرو خانہ بخانہ

تا توانی عاشقِ معشوقِ ہر جائی مشو — می کند خورشید سرگردان گلِ خورشید را

سایہ گر سایۂ کوہ است سبک می باشد — کسبِ تمکین نکند سفلہ ز اربابِ وقار

با تو نزدیکم ولے دورم ز فیضِ عامِ تو — موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشتہ شدن چہرۂ عاشق نشود زرد — این داغ بہ پیشانیِ سیماب نہادند

در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید — کہ قضا نان دہد آن وقت کہ دندان گیرد

نیست چون مُہرۂ نرد م ہوسِ قصرِ بلند — خانہ ام ساختہ از ریختن رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست — ہر دم آن زلفِ پریشان شانہ بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار — مانند رہروے کہ رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جا نمے روم — لیکن چو کوہ نالہ ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایۂ مرغ پریدہ در رہِ شوق — اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاہان کہ جز نمد — آئینہ خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت او فتد مضمونِ من — گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس — اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے ما را — چنان بستیم معنی را کہ نتواند کسے بُردن

سعی بہرِ راحتِ ہمسایہ ہا کردن خوش است — بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانہ را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسب مضمونِ غنی بہم رسیدہ کہ ؎

محنتِ ہمسایہ ہا بر خود گرفتن خوش نماست — از برای چشم بینی زیرِ بارِ عینک است

مخفی نماند کہ چنانچہ گوش از استماعِ افسانہ افادۂ خوابِ چشم می کند حظ خود ہم

کہ سمع قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد۔ بخلاف بینی کہ عینک را حسبۃً للہ بر می دارد۔ و برای نفع ہمسایہ دیدہ و دانستہ خود را در شکنجہ می کشد۔

(۵۳) ناظم ہروی

عمدۂ ناظمان جواہر معانی۔ و زبدۂ گہر نبدان عرائس سخندانی است۔ در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت۔ وہمت بفیض رسانی مردم می گماشت

برہان استعدادش مثنوی "یوسف زلیخا" ست کہ یوسف سخن را از چاہ و زندان وارہاند و بمصر بلند پایگی بردہ بر تخت نشاند۔ اتمام این کتاب در سنہ اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) شدہ است سنبل شعرش کا کلے می افشاند [۱]

خواہم کہ رخشِ بد عملِ زہد پے کنم	تسبیح تازیانۂ گلگون مے کنم
زسیرِ باغ و زندان بر نیاید کام سودایم	نہ شاخ سنبلے بر سرنہ زنجیری است در پایم
کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالۂ سر کن	سر مینای دل بکشا دماغ دیدۂ تر کن
پیالۂ می ازین شیوہ آبرو دارد	بدستگیری اُفتادگان ز پا منشین
قطرۂ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت	آدم خاکی چہ طرف از عالمِ ایجاد بست
بیقراری عضو عضوم را بکامِ دل رساند	زخم تیغت بر تنم چون ماہ نو سیارہ شد
بسکہ از بے اعتباریہای خود شرمندہ ام	آنچنان سوی تو می آیم کہ گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادۂ ملا فتح اللہ واعظ قزوینی است۔ پایۂ تعریفش از آن رفیع تر کہ بسلم قلم

[۱] این مثنوی از بسکہ نادر الوجود است و در کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود۔

توان رسید۔ وشرفۂ توصیفش ازان بلند ترکہ ببال اوراق توان پرید لآلی منظومآتش درکمال خوش جلائی۔ وجواہر منثوراتش درنہایت بیش بہائی۔

مجتّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است کہ تماش سخن را درنہایت نازکی بافتہ۔ وباتفاق جمہورکتابے باین خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اماعمرش باتمام این کتاب وفانکرد۔ فرزندش **میرزا محمد شفیع** کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی بہ انجام رسانید۔ این مجلد دربیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی وخوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان **واعظ** طبع را در اہتزاز آورد۔ این چند غزال ازختن افکارش مے آیدہ

اززبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا	بےزبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا
این قدر طولِ امل رہ میدہی دردل چرا	مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا
آزادہ بہمراہی کس بند نگردد	خاصیتِ سرو است کہ پیوند نگردد
بریدن ازجہان سرمایۂ از زندگی باشد	کہ افزون قیمت شمشیر از بُرندگی باشد
حرفے اگر بعاشق بےتاب مے زند	شرمش طپانچہ برگلِ سیراب مے زند
سربرون آورد عکس از روزنِ آئینہ گفت	فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند
نیک خواہان درجہان مکروہ طبع مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمارہا
روزگار آخر ستمگر را شکستن مے کند	شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را
اگر خورشید رُخسارِ تو در پیشِ نظر باشد	چو ماہِ نو زپیری می روم سوی جوانیہا
دست برداشتنِ وقت دُعا ایمائیست	کہ شفاعتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تہی است
زابنای جنس خود بحذر باش زانکہ آب	باآن سرشتِ پاک بآئینہ دشمن است
فروتنی بخدا زود ترکند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سرازیر است

فیض پروانگی محفلِ ما چون نکند | کہ چراغش زصفائی قدم یاران است
غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بید را باشد بہ از آب نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل۔ طبع ظالم معزول ظالم تر | کمان را زہ گرفتن بیشتر پرزور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ واعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گرد و صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گزارند اَرّہ بر فرقِ تو سر بالا مکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کباده
صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم | روزیکہ رسیدیم بہ ایام جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دلان | میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جو خجلت از احباب تہی دستان را | بید را جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہٰذا بہ مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔

آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

وانعام سہ ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ و در سلک بندگان درگاہ در آمد۔ و در جشن وزن شمسی بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تہنیت جشن بعرض رسانید۔ و مبلغ ہزار روپیہ بر سبیل جائزہ مرحمت شد۔

و در عہد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید۔ انجام کار بعد ز کبر سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاہی وظیفہ تقرر یافت۔ و در دار الخلافہ شاہجہان آباد وظیفہ حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب قلم زمزمۂ او می سراید ؎

آنہا کہ خواب راحت برخود حرام کردند	چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند
سہل باشد لذت خاری کہ در پیراہن است	داغم از ماہیے کہ او را خارہا جزو تن است
دل منہ بر الفت دشمن کہ تا گرم است آ	گرچہ می جوشد با آتش لیک با او دشمن است
خار را آتش تو ان زد تا نگیرد دامنے	من ندانم علاج خار دامنگیر چیست
نیم بسمل شدہ مرغی بکف آرم کہ مرا	در خور حالت خود نامہ برے در کار است
بدام زلف تو عالم تمام در بند است	کسی کہ باز بود دیدۂ تماشائی است
قفای آینہ را بہ ز روی آینہ دان	کہ رو برو نشود با کسے کہ خود بین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکتہ طراز ممتاز است و مصداق ترانۂ عندلیب شیراز کہ مصرع

"ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است۔ و جرعۂ جام او چشیدنی۔

میرزا صائب مکر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

زین جواب آن غزل صائب کہ ناصح گفتہ است	تا لب ساغر بخون من گواہی می دہد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ وبشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ در چشم ورق می کشد ے

مہ سرمہ رام نگردید چشم جادویش | کہ از دو میل سیاہی رمید آہویش
در زندگی برگ کشیدہ است کار ما | خواب گران ماشدہ سنگ مزار ما
در حقیقت دل بیرحم ندارد مغزے | پستہ را کہ نباشد لب خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز مستی رای خود است | بے قدریش از پستی کالای خود است
بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار | خوش راہی وبد راہیش از پای خود است

(۵۷) سالک محمد ابراہیم قزوینی

سالک مسالک خوش بیانی۔ ومخترع عجائب وغرائب معانی است۔ مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ وباصاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازم ہندوستان گردید وبواسطۂ ربط قدسی وکلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت وبوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشان او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔
ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید۔ ومدتے اقامت گزید۔ وباز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ وہمانجا درگزشت۔

عنبر کلامش چنین بو می دہد ے

مہروکین شوخی چشمان ترا آئین است | این دو بادام یکے تلخ و گرشیرین است
چہ ذوق چاشنی درد عافیت جو را | کہ شیر ہم شکر آب است طفل بدخو را
عرق سعی محال است بجائے نرسد | ابر را آبلۂ دست گہر می گردد
فرصت بہ پشیدستی قاتل ندادہ ایم | گلگون دواندہ بردم شمشیر خون ما

استخوانِ من و مجنون بہ تفاوت بردار | اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن
بے برگیِ من فکرِ سر انجام ندارد | چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلمرو خوش مقالی است و تیز رو جادۂ باریک خیالی۔
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔
از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را از انجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایت بسیار نمود۔ و در سنہ ست و ستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔
مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[لہ] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔
سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

در ہوائے عشق پرورد م دلِ دیوانہ را | چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود | کوزۂ نو کید و رونے سرد ساز د آب را
نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش | تو برق تازیِ این نے سوار ادر نیا
در خور خرچ بود دخل ز دیوانِ قضا | نر و د تا نفسے کے نفسے می آید

لہ مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنرمی بست　　　　که پنبه سرمهٔ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی - میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است و دام نه فراوان غزال - فرع شجرهٔ سیادت است و صاحب انواع حیثیت -

از صفاہان به ہند خرامید و پنجم ربیع الاول سنه خمس وستین و الف (۱۰۶۵) به ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت و قصیدهٔ که بمدح شاہی پرداخته بود بعرض رسانید - ہزار روپیه صلهٔ قصیده مرحمت شد مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدا را سپہر عدل و کرم　　　　بزیر سایهٔ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید :- روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت - میر صیدی از بام سراه ببانگ بلند مطلعِ خود برخواند[۱] ؎

برقع برخ افگنده بر د ناز بباغش　　　　تا نکہتِ گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده مسرور گردید - و پنجہزار روپیه صله عنایت فرمود -

دیوان صیدی بمطالعه در آمد - قصاید در مدح صاحبقران شاہجہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساخته - درصعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیم جان در و صد جا ز یاده　　　　شود از باد بوی گل پیاده

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست　　　　بزور خود نتوان گوشهٔ کلاه شکست

درعشق ہر که ہست مہیاے جنگ ماست　　　　برروی ما کسیکه نه استاد رنگ ماست

ماکه باشیم که در بزم تو داخل باشیم　　　　دولتِ ماست که حسرت کشِ محفل باشیم

ہر که خواہد نظرِ مہ به جمالِ تو کند　　　　آن قدر عمر نیابد که خیالِ تو کند

---

[۱] نتائج الافکار صفحه ۴۰۶ مطبوعه مدراس سنه ۱۲۴۳ھ۔

تنہا نگشتہ بے تو زبانم بکام بند | چون رنگ گل شد است شرابم بجام بند
مارا بہ برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل کہ منع بوی خود از باد می کند
صیّاد ما بنای ستم تازہ کردہ است | مرغی کہ پر شکستہ شد آزاد می کند
غم زبے مہری او نیست کہ یکچند نہال | سایۂ مرحمت خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نہالی را کہ پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ ہم مقام خوش است | تغافلِ نگہ آمیز صد ادا دارد
خود را بچشم آینہ دیدی و سوختیم | با آنکہ اضطراب مرا عذر خواہ شد
صورتِ دیوار ہم در عالمِ خود زندہ است | ہر کسے را جامۂ ہستی برنگے دادہ اند
مرد بے برگ و نوا راسبک از جائے مگیر | کوزہ بیدستہ چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچہ کہ بگلشن شگفتہ باشد فرد | ز گلرخان بنو دارد نظر بہارِ امروز
نقص عشق است کہ از خار بنالد بلبل | نسبتِ ہر چہ بہ گلزار رسد گل باشد
چشمت ہنوز از صفِ مژگان بہ قتل عام | سان در زمینِ آینہ بیند سپاہ را
ہر چہ می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد | کہ مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماہر۔ میرزا محمد علی اکبرآبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ وبا کلیم و قدسی و صاحب طبعانے کہ بعد ازین دکان تازہ گوئی چیدہ اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاہزادہ دارا شکوہ بود و مرید خان خطاب داشت وچندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاہجہانی بسر برد۔

آخر کار ہمہ را دست زدہ بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمروِ قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ:۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما
"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ودم
"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ باشوہر مردہ برائے
"سوختن رفتہ باشد آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کسان بجو بہا سرش را شکستہ
"بسوزانند[1]۔ فقر باستقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدّولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طَابَ ثَرَاہٗ ربط عجبی اتفاق اُفتادہ بود و موافقتے کہ بالاتر از ان متصور نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدّولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ از ان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرو خواندہ شد ع

درین دیار کہ شاہی بہ گدا بخشند غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد ست ع

بذاتِ اوصافِ کردگار است کہ خود پنہان و فیضش آشکارا است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

---

[1] تاریخ الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۷۳ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور ہم ہست - توارد اُفتاده باشد ماہر در مثنوی گوید در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ؎

گرچہ آورد پیش ازین عیسےٰ | مردۂ را دوباره در دُنیا
ازرهِ معجزه آن جهانِ کرم | عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونہ دیدنِ رویت ہوس کند | نظاره بر چراغ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ ز حسن سخن است | انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبد الرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرای شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بہم رسانده وجلو اندیشہ را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامہ و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استر آبادی - و در مدح شاه صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبۂ حاجات | خاصہ یارانِ عافیت جو را
ہر کہ شد مستطیعِ فضل و ہُنر | رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفتہ سامانی مرا | می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

کرا دماغ کہ از کوی یار برخیزد | نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مهربانیِ تو | چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

نہ شیرین بود خسرو خوشدل نہ فرہاد ازان خوشتر — کہ دارد دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر

سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین — تا بدانی کہ چہ در زیر سر مردان است

ہر ارج کند ار باغبان باین نرسد — کہ وقفِ مشہد بلبل کند گلستان را

قسمتِ ما زین چمن بارے تعلق بود و بس — سرو را نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

دریاب این اشارہ کہ شاہان ناجو — نام بلند خود بہ نگینی سپردہ اند

ہر کس کہ زخم کاری مارا نظارہ کرد — تا حشر دست و بازوی اورا دعا کند

بیک زخمِ دگر جانِ مرا در اضطراب افگند — نمی دانم چہ سان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی۔ مُلّا علی رضا اردکانی

از کد اخدا زادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد ازان کہ قدم در مرحلۂ سنِ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ ونزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رساند۔

آنگاہ عازم کشور ہند گردید۔ علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری وخطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت۔ مقدمِ اورا گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود۔ ورعایتِ فراوان بعمل آورد۔ وہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی وگرمجوشی تبقدیم می رسانیدند۔

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد۔ وازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ ودر شہور سنہ اثنتین وسبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔

ودر سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی اورا بہ درگاہ

طلب کرد۔ وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ و بر جادۂ ذکر علم و تالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ منزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب و بطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل و قصائد دارد۔ و مثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم	لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش	تا نوانی بوی گل گردید خار و خس مباش
خواہم چو بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم	دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیا کہ بیتو بہ چشمم نظارہ زندانی است	نگہ بدیدہ چو زنّار رسلیمانی است
ہرچہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست	کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است	آنچہ باز نبور می ماند ہمین نیش است و بس

(۶۳) اشرف مُلّا محمد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است۔ همشیرہ زادہ مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ و شاعرِ والا قدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا در جیب و دامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ و بہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ و بتعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاہ مقرر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد آخر حُبّ الوطن مستولی گشت۔ و قصیدہ در مدح زیب النسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجامی گوید ؎

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دِل	در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند | گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفهان | دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندهار

و در سنه ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) به **اصفهان** معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب **ہند** کشید و در **عظیم آباد پٹنه** با شہزادہ **عظیم الشّان** بن **شاه عالم** بن **خلد مکان** که در آخر عہد جد خود ناظم آن صوبه می پرداخت۔ بسر می بُرد۔ شہزاده خیلی طرف مراعات از نگاه مے داشت۔ و بنا بر کبر سن در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود۔

ملّا در پایان عمر ارادۂ بیت الله کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جہاز نشسته عازم مقصود شود۔ امّا در شہر **مونگیر** از توابع **پٹنه** سزاول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ ملّا در آنجا مشہور است۔

اولاد او در بنگاله می باشند۔ میرزا **محمد علی** دانا تخلص پسر ملّا **محمد سعید** مردے فاضل و شاعر بود۔ و در **مرشد آباد** فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فرا گرفته شد ؎

تا سینۂ ما نیست رسا ناوکِ نازت | کوته نظری حیف ز مژگان درازت
دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است | یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است
زان دل از کشمکشِ بند پریشان مانده است | که ز هر روپیه ده ماشه بما خوا باند است
نهمت چو بدر شود با دلم چه خواهد کرد | ہلالِ یک شبۂ ابروت کتانم سوخت

دیوان ملّا **محمد سعید** اشرف بمطالعه در آمد۔ انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه وغیرہا دارد۔ و ہمه جا حرف بقدرت می زند

وقتے **زیب النساء بیگم** پرستارے را برائے ملّا فرستاد که در خدمت خود نگاه دارد۔ ملّا نا محظوظ شد و قطعه طویلے در مذمت پرستار نظم کرده به **زیب النساء بیگم**

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم علما ای کہ ہرگز قدرتِ ہم چشمیت حوراند اشت

درین قطعہ آیہ کریمہ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی راجا ئے آوردہ کہ نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خدا داند در جزای این بی ادبی بچہ عقوبت گرفتار خواہد گشت - اینجا ست کہ حق تعالیٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکی کہ راز عشق بگوید فشاندنی است طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است

سبحہ گردانی بہ ہنگام پریشانی کند عاقل از بیمایگی دولاب گردانی کند

از غم افلاس او قاتم بہ بیہوشی گزشت چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز ہند آرزو بے روزگاران را تمام روز باشد حسرت شب روزہ داران را

حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد کہ چون فصلِ زمستان شد نفسہا دود می گردد

مہر خود را از تو ای بے مہر کے خواہم برید تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

بدنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد ہوا چون درمیانِ مشک آید سخت می گردد

بشانِ پلۂ میزان نگر کہ از تمکین بلند ساختہ پا در برابرِ خود را

کنی اگر رہِ باریک آدمیت سر منہ ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگذار کشتیِ دریاکشان را لنگرے درکار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است حسن لیموی آن آبلہ رو ہم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیاد عارضش ہمچون آن حافظ کہ مصحف را تمام از بر نوشت

کاہلان را جز لگد کوبِ حوادث چارہ نیست می کند مالیدگی سستی اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیا ئیست زینت در لباس جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود

وز جوانی روشِ حالت پیری دارم | چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند
همچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد | عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند
جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آمد | فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود
رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب | آب را چندانکہ جوشانند کمتر مے شود
جمالِ نازنینِ نو خطم مانند مرقع را | کہ خطش در کمالِ خوبی و تصویر ہم دارد
نقرہ چون انگشتری گردید می پیچد بلعل | می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر
مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود | موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز
کار خود کن راست چون فوارہ بے امدادِ غیر | خود نہالِ خویش و خود آب روانِ خویش باش
طفل صاحب حُسن را در خانہ بودن بہتر است | اشک رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش
چو برگِ لالہ نشینند گر دہم عشاق | بحصہ کردنِ داغ تو در میانۂ نویش
چو نور چشمِ ضعیف از نظارۂ عینک | شود ز ساغرِ می خاطرِ پریشان جمع
درد سر بیمار را بسیار دادن خوب نیست | از نگاہِ ناتوانِ او بچشمک ساختم
ہمچو چشمی در دناکے کز فروغ آید بہم | کلبہ ام تاریک گردد از چراغِ دیگران
کام شیرین نکنم از تِقِ زنبور عسل | سر بزرگی نتوان کرد ز شانِ دگرے
بوقتِ عرضِ مطلب قفل خاموشی بلب دارم | چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

(۶۴) افہم میرزا سعدالدین محمد مشہدی

رائقم نقوش غریبہ و ناظم جواہر عجیبہ است۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائبؔ کہ افہم گفتہ است | تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعدالدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشہدی شاہجہانی معوز ومحترم بسر می بُرد۔
آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعدازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔
شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر بُرد
دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید ؎

ہمیشہ بست وکشادِ من از ہنر باشد ۔۔۔ کلید وقفلِ صدف ہر دو از گہر باشد
گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود ۔۔۔ کہ از کلیدِ غلط بستگی زیادہ شود
بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا ۔۔۔ توشۂ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دِقت آفرین۔ وگلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ وچہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔
دراصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشوونما یافت۔ و بنقادی نظر خدادادطلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت
وقتے اُوزبکے اورا رنجانید[۱]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت ورخت تجرد بہ مشہد مقدس کشید وناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت وصحبت او بامیرزا سعد الدّین وزیر ممالک خراسان برآمد وسالہا با او بسر بُرد۔ وقصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ دریکے از قصائد می گوید ؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین ۔۔۔ کہ سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاضِ شعر و سوادِ خطِ ترا نازم — کہ بزرشامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا سعدالدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزردہ شد۔ و با حُضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فروخواند ؎

منتِ اکسیر مارا زندہ زیرِ خاک کرد — از طلا گشتن پشیمانیم مارا مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زدو نمد درویشی دربر کرد۔ وسرے بصوب اصفہان کشید و بقیہ عمر در دارالامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبدالباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیارِ سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش اتفاق اُفتادہ و این چند بیت در سلک تحریر درآمدہ[1]

دراز بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد	کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد
در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ اُمید است	گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است
از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن	چون گلِ رعنا خزان را زیر دستِ خویش کن
نفس از بدن رہے سوی آن آشنا نہ یافت	بو کرد خاک را سگ و راہے بخانہ یافت
خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا	نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا
نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران	خطر از زنگ می بیرون ز دنہا نیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم از بس گرفته است | چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد | چون حنای سر ناخن شده ام پا به رکاب
دیده وا دید بود مایهٔ سرگردانی | گردش عید مرا سنگ فلاخن کرد است
ماتم و شور جهان دست بهم داده اند | خندهٔ مینائے مے گریهٔ مستانه است
هیچ مرگی نبود سخت تر از خود بینی | پیش صاحب نظران آینه خشت لحد است
می توان دادن از آن کنج دهن کام مرا | آرزویم گرچه بسیار است از کم بیش نیست
غنیمت است جوانی که مو سفید شدن | بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن بکند تسخیرش | شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد
هستی جاوید باشد ماتم خود داشتن | خضر پیراهن برگ خویش آبی می کند
خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم | که دستش سبحه از تخم گل رنگ حنا دارد
بود کوچک دلے سرمایهٔ عزت بزرگان را | اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمت گوهرم افزون ز نگه می گردد | گردش چشم خریدار کند غلطانم
سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد | که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم
طمع در مذهب آزادمردان کفر می باشد | چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبهٔ نامم | برنگ مردهٔ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

دردسر کسی که او بلندی دارد | عیشش مکن ارچه خود پسندی دارد
از بس گردی نهاده ایجاد زمین | هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

در عنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و بتحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو به هندوستان آورد- و مدتے درین دیار بسر برد و در دار الخلافت
شاهجهان آباد رخت بوادی خاموشان کشید
دیوانش بملاخطه در آمد- و این چند بیت پیرایهٔ تحریر پوشید ؎

می طپید دل در برم از شوخیِ سیّارهٔ
چشم داغم می پرد می آید آتش پارهٔ

لب خموش و شکوه در دل چارهٔ ما کردنی است
ماند در منزل کلید و قفل در وا کردنی است

می شود هر چند نیکو یار بدخومی شود
ناز چون بر خویش بالد چینِ ابرمی شود

رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد
دو جهان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد

خامهٔ بوقلمون در کفِ اندیشه گداخت
رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد

قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل
دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد

رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را
که مانندِ نگاه از خانهٔ خود فرد برخیزد

چون نسخهٔ دقیق به نزدیک کم خرد
از دیدن تو آینه را خواب می برد

فسرده دل همه شب داغهای من شمرد
چو مفلسے که زرِ دیگران حساب کند

باین طراوت اگر بگذری بکوچهٔ نقاش
برای ماهی تصویر فکر دام نماند

کار مژگانِ تو از گوشهٔ ابرو آید
بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد

بے مشقت نبود قطعِ تعلق قاسم
رشته هر چند ضعیف است گسستن دارد

اگر از حق پرستانی متاب از خلق رویِ دل
که شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد

بسکه بے روی تو دشوار نظر باز کنم
مژه موئے ست که از داغ جدا می گردد

طفل بے پرواست آمیزش نمی داند که چیست
می کند کم خانهٔ آئینه تمثالش هنوز

خدا داند که سر از دیده یا از دل برون آرد
ز مژگان شوخ تر خاری که من در پا خود دارم

درین چمن ثمرِ نخلهائے پیوندم
فتاده است به شاخ دگر رسیدنِ من

باش هموار که آسیب درشتی نه کشی
صافیِ آینه بیکار کند سوهان را

رتبۂ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس
خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را

رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید
آب کے بیرون تراود از فشار آئینہ را

(۶۷) طغرا۔ ملا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب. جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔ و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید۔ طغرای کلامش باین خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن
ز بہر دادنِ سرپائے خویش قائم کن

کج نیا بد کارم دل بے اتفاقِ راستان
تا بمقر بانت شود با تیرے ساز د کمان

کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن
بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن

اگرچہ آینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم
بسوی دوست نگر۔ سوی خود نگاہ مکن

گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند
نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن

عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے
بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن

باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت
نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن

موی سیہ کافتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید
از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان

سایہ می افتاد از طغرا در ایام شباب
پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین

مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ
چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

ور سبہ فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید	تا توانی ہمچو گل یک فصل خندان زیستن
شاید بہ بیند آنچہ بما کرد آسمان	از دودِ آہ سرمۂ چشمِ ستارہ کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطۂ کاشان است۔ قیاسِ صحیحش منتجِ مضامینِ تازہ و کلامِ ملیحش مفیدِ حلاوتِ بے اندازہ۔

دیوانِ غزلش بنظر رسید۔ سیرِ تمامش از تنگیِ فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالۃ الوقت فرا گرفتہ شد ؎

کرد بیجا دلم از طرّۂ جانان نہ جدا	دستِ مشاطہ الٰہی شود از شانہ جدا
نظر بنامۂ این خاکسار نیست ترا	دماغِ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا
چہ لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن	نمی باشد سلاحی بہتر از تیغِ زبان بستن
چگونہ خواجہ باسمِ سخا علَم گردد	کہ چون سوال کنی حاتمِ اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم	چون کارِ ما بحرف رسد گریہ سر کنیم
این خوارئی کہ بر سرِ کویِ تو می کشیم	ہرگز نشد کہ نقل بجایِ دگر کنیم
قدت بیجا نشد مشہور در عالم بہ رعنائی	تخلص بیشتر شہرت کند از نامِ موزون ہا
ز عصیان لب گزیدن در جوانیہا نمک دارد	ازین نعمت چہ لذت می بری چون ریخت دندانہا
چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن	تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانہ را
بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرۂ خامت	بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیہا
ہست تا محشر بپای بیگناہے یک قدم	امن بودن می کند نزدیک راہِ دور را
حدِّ ہر ابلہ بدستور نیست در قانونِ عقل	چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را
نمود نامِ نکویِ تو عالمے تسخیر	اگرچہ غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور زنقاش چوشد نقش تمام ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هر قدر کار تو صورت نپذیر دخوب است"

بیگانہ وار می گذری از سواد چشم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ای نور دیدہ حبّ وطن در دلِ تونیست

عالَم باد انۂ تسبیح در ذکرش یکی است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ہر کہ نامش بر زبان آرد برد از جا مرا"

(۶۹) موسوی۔ موسوی خان میرزا معزالدّین محمد[1]

از اجلۂ سادات قم۔ و چراغ دودمان امام ہفتم است۔ و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشہدی کہ سرآمد علمائے مشہد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد۔ و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد۔ و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخر ابرہیم زدہ۔ بدار السلطنت صفاہان شتافت و دو سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود۔ و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیدہ خود را باقصی حدوٗ کمال رسانید۔

و در سنہ اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت۔ و بتزویج صبیۂ شاہ نواز خان صفوی و سِلف ساختن با خود فرق عزتش برا فراخت۔ اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد۔ پٹنہ مامور گردید۔ اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شایستہ خان برنیامد۔ چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ برفلک داشت۔ و میر از رشتۂ سِلفیتِ پادشاہ و علاوہ فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرود نمی آورد۔ آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع پادشاہ رسید۔ میر حضور طلب شد۔

[1] مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۳۳۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

و در سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بخطاب موسیٰ خان و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولد میر سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) است و سال انتقال کہ در ولایت دکن اتفاق اُفتاد - سنہ احدی و مأتہ و الف (۱۱۰۱)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی ہم بہمین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحہ از ان سحاب می چکد ؎

این شیشۂ می غیر پری زاد ندارد	جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد
اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم	نباشد آشنائی در جہان غیر از مَیِ نابم
ساقی عیار ناقصِ مارا تمام کن	نو توبہ ایم کہنہ شرابے بجام کن
چراغے نذر این بتخانہ آوردا ست ہندوئے	بدل افگندہ آتش باز زلفِ عنبرین موئے
کشم در رشتۂ نظارۂ مروارید غلطانی	چہ خوش باشد کہ بکشایم بر رویش چشم گریانی
شرابِ جلوۂ در ساغرِ آغوش مے کردی	نظر برگریۂ مستانہ ام گر دوش مے کردی
چون نگین روی زمین سرکوب دیوار من است	تیرہ روزم پستیِ اقبال معمارِ من است
لبش ز خندۂ دندان نما ربود مرا	شراب باگلِ مہتاب نشئہ بیش دہد
شمشیرِ نگاہِ تو مگر کار فرنگ است	با ہیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد
زندہ ام کرد بیک حرف قیامت این است	اینکہ از بے سخنی کشت مرا چیزی نیست
کوتاہیئے کہ بود ز عمرِ دراز بود	در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو
ہنر ہر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد	نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع
کہ کہسار از جوابِ ہیچ کس ملزم نمی گردد	ندارد با بزرگان چہرہ گشتن صرفۂ فطرت
بچہ اُمید سر از خوابِ عدم بر دارند	مژدۂ زخم نوی گر بہ شہیدان ندہند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری　　غزالان را سراغ خانۂ صیاد می دادم
ہمتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت　　گر سیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکر آن دہانم و در یاد آن کمر　　چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغِ غزنی در تصرف داشت - حکم شُد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سیدو الانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[1] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاج بسم اللہ باءِ بوتراب　　کجکلاہیہا نکردے برسرِ اُمّ الکتاب
یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم　　مشتے از سُرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بیالائے جنون تنگ آمد　　آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

---

[1] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع در آمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدان معنی گستری۔ ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته۔ و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته۔ سرخوش گوید

در ملک سخن بود جهانگیر علی　　در مشرب دل ولی علی۔ پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسے　　زانسان که خط کس بخط میر علی

گل وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست۔ چاشنی گیر مشرب بلند بود۔ و متمسک سلسلۂ علیۂ نقشبند۔ استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس الله اسرار ہا نموده۔ و در مثنوی زبان به مدح حضرت شیخ کشوده که

چراغ ہفت کشور خواجه معصوم　　منور از فروغش ہند تا روم
ردا از ماہتاب شرع بر دوش　　چو صبح از پاکی باطن قصب پوش

• مولد ناصر علی و موطن و منشا سهرند است۔ ابتداء حال با میرزا فقیر الله مخاطب به سیف خان بخشی چون جوہر شمشیر ملازم بود۔ چون سیف خان را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت۔ در رفاقت او بگلگشت اله آباد خرامید۔ و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد۔

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی۔ سفیدونی متخلص به والا است۔ در عہد خلد مکان سنه تسع وسبعین والف (۱۰۷۹) به صوبه داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت۔ بعد چندے بعلتے گوشۂ انزوا گرفت و در سنه ست وثمانین والف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب وخطاب و خلعت خاصه وشمشیر از تنگنای عزلت برآمد۔ و پس ازان بنظم صوبه اله آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت۔ و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سھرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان
او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔[1]
"راگ درپن" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔
بعد از گذشتنِ سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سھرند
بہ بیجاپور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذوالفقارے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار   نام تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[2]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔
و چون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مأتہ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے
معدود دران نواحی بسر بُرد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح
او می پردازد ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید   نوبتِ جام حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جام او   از زمین تا آسمان در دام او
جام او خورشید ربّانی بود   انجمن افروز سبحانی بود
گر جمالِ او براند از د نقاب   روزنِ ہر خانہ گردد آفتاب

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء۔

؞ در جلالش بر کشد تیغ از نیام غیر او باقی نماند و السلام

واین شاه حمید مجذوبے بود در چینجی- بعد فوت او علی دوست خان اثندؤساء نوایت ارکات بر مرقد او قبهٔ عالیشان بنا کرد-

و از ممدوحانِ ناصر علی شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است- شریف خان از سر افرازکردهای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت- گویند شاه عادل ترک دُنیا کرده بود- و دامن دولت فقر بدست آورده- ناصر علی در مدح او قصیدهٔ دارد که مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردهٔ استاد قدیم که بود نقطهٔ سهو القلم فکر حکیم

و با غضنفر خان ربط کلی داشت- و این غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کینجی می پرداخت- کینجی شهریست مشهور بر مسافت دوازده کروه از ارکات و یکے از معابدِ سبعهٔ هنود است- در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما بشنود گر کوه آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود- و در شاهجهان آباد بے نیازمندانه می گزرانید- و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مأته و الف (۱۱۰۸) بجنة الماوی خرامید- عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی قدس سره-

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد که روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و باہم صحبت داشتیم- یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آورده گفت- بارے آن قولِ شما چه شد که ؎

خاک گردیدیم و می رقصد هنوز افغانِ ما خُم شکست اما نمی ریزد مئ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است که برقص در آمده- یاران تحسین کردند"

صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست — آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست

بس بود یک جنبش ابروے تیغ قاتلم — می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم

گوارا نیست عشقت طبع نا پرهیزگاران را — چه لذت از نشاط عید باشد روزه خواران را

دوش یک لحظه بخواب آئینهٔ یار شدم — طپش دل چه ستم کرد که بیدار شدم

خوی نازک بدل من چه ستمها که نکرد — شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد

قد آرا خلعتے در عالم امکان نمی باشد — دل تنگی نیاز آورده ام این جامۂ بیان را

خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست — در تهٔ پیرهن از خویش چو تصویر برآ

درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز — چو ماهی شد زبانم آب از شرم شکایتها

ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم — گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد

آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد — سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند

انتقام دادخواهان قیامت شد تمام — می فشاند چشم قاتل سرمه بر سوزم هنوز

ز معنیهای بیغش سیر نتوان ساختن دل را — بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی

چشم بربند اگر مے طلبی رزق حلال — مرغ بسمل خورش از نظر دوخته است

بود دنیا و دین پشت و رخ آئینهٔ هستی — بزرگ آید وجود خویشتن در چشم شاهان را

نشاط این جهان هرچند کمتر سیر حاصل تر — بطفلان عید روز جمعه آهے بود و افسوسے

خشم اهل کرم از لطف بخیلان بهتر — تشنه را آتش یاقوت به از آب بقاست

کلاه سلطنت خسروان شکست نداشت — نمی زدند اگر پشت پا فقیرانش

سرمه آه از درای کاروان وحشت است — ناقهٔ ما بسته از چشم غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد۔

الحق در ایجاد مضامین تازه و ابداع مدّعا مثل بے نظیر افتاده و آن قدر دوشیزگانِ معانی کہ از صلب طبیعتش زاده۔ دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم داده۔ میر صیدی طہرانی گوید ؎

صیدی امروز نورِ چشمِ کمال　　　میرزا طاہر وحیدِ من است

ونیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید　　　فرصتش باد کہ سرخیلِ ہنر کوشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی **شاہ عباس ثانی** صفوی کہ در سنہ اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد۔ مامور بود۔ و بنابر فرط سلیقہ **اعتماد الدّولہ** سارو تقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت۔ و چون **اعتماد الدّولہ** بقتل رسید و منصب وزارت بر سیّد **علاو الدّین** مشہور بہ خلیفہ سلطان قرار یافت۔ میرزا طاہر را عہدۂ پیشدستی بحال ماند۔ و رفتہ رفتہ بہ مجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سربلند گردید۔

و در عہد **شاہ سلیمان** کہ در سنہ سبع وسبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاہ در ان کار مستقل بود و یکسال تقرب اختصاص داشت آخر الامر بوالا پایۂ وزارت متصاعد گشت۔

و در آغاز عہد **سلطان حسین میرزا** کہ در سنہ خمس ومآتہ و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید۔ تا آنکہ از کدورتِ ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکدہ بعالم دیگر بربست۔

دو مثنوی دارد۔ یکے مقابل **مخزن اسرار**، مطلعش این است ؎

بسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم　　　ہست نہالے ز ریاض قدیم

و دیگر **ناز و نیاز**، مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بے سوز دارم   دِلے ہمچون چراغِ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاہ عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانہ   کہ چون شانِ عسل پر شد ز خانہ

دیوان غزل قریب نسی ہزار بیت از و بنظر در آمد۔ تا کجا کسے بنظر تأمل ملاحظہ کند۔ بمطالعۂ سرسری چند بیت برچیدہ شد ؎

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد   عکس خورشید ز آئینۂ بدیوار اُفتاد

مرا ز صحبتِ جاہل چہ باک مے باشد   کہ در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در مہر می کوشم   ز آبِ سرد دائم چون سفالِ گرم می جوشم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد   جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف   آتشِ سوزان بہ از آب است خشتِ خام را

دزد وقتِ ساعت آخر خود بخود رسوا شود   یافتم از نالہ در زلفش دلِ دزدیدہ را

سیم و زر دُنیا پرستان را منافق می کند   پشت و رو باشد یکے آئینۂ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی کہ چیست   آنچہ روزِ اول از ما بردۂ آن را بدہ

چارۂ نبود شکستِ توبہ را جز انفعال   از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را

اگر کسے از ناخوشی زادۂ خود نیست   از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوۂ رسیدہ زدن سنگ ابلہی است   زنہار از سوال مرنجان کریم را

دائم برہنہ ہمچو قلم راہ مے رود   باشد اگرچہ کفشِ طلا تیرہ بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم   ہر چند کہ شوید عرقِ شرم تو خواناست

دراثر پیش است سالک گر بظاہر در قفاست   نقش پای اسپ ہموار است پیش از جا دست

مرا بہ ریختنِ خونِ خود مضایقہ نیست   کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت

چون نمیرم یار می گویند عاشق می کشد   من نہ تنہا عاشقم بر دوست خود ہم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را | که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیردستان فیضِ پنهانی | بنای خانه را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواهی ز عمرِ خود حلاوت تن بسختی ده | ثمر را وقتِ شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد | که در وقتِ سواری دستِ چپ صاحب عنان باشد

بزر پاشی بود مشهور خورشید جهان آما | زر پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد | که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیبِ خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا | بار چون اُفتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام | از تغافل ہمّتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم | از رشتهٔ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارہاے سخت گیران را | که از قفل آنچه می آید ز مُہرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد | که چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

باعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر | زربفت باش و پارهٔ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند | که بازگشت نباشد فتاده را از بام

نیایم در شمار اما بسانِ رشتهٔ گوہر | درشتان را بنرمی آشنای یکدگر سازم

شاعران جان از برایِ شعر فہمان می کنند | دختر ہر کس وجیه افتاد مفت شوہر است

درین شعر طرفه مضمونے واقع شده۔ امثال این مضمون ہر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دہد و می گوید ؎

بخونِ من شده مژگانِ او حریصِ چنان | که شیعیان حسین علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد ؎

بزیر بارِ تو سعدی چو خر بگِل در ماند | دلت نسوخت که بیچاره زیر بارِ من است

و عرفی شیرازی کہ دہانِ خود را بچہ می آلاید ؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند　　خونِ حیضِ دخترِ رز جو شد از لبہاے من

و مُلّا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کند ؎

تا چند بو الفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دہید و ملک را کتک[1] زنید

و نعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زند ؎

بیا کہ شیشۂ می در بغلچۂ جام شد است　　ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شد است

(۷۳) عالی۔ میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت و کسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت مُلّا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدر آباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمتِ خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است ؎

---

[1] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی | گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ | شد فتح بجنگ حیدرآباد ۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ والف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و دارو غگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُرب فتنئین بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند وقلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی وعشرین و مآتہ والف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[1]

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[2] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[1] در دائرہ میر مومن واقع حیدرآباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۶ھ)
[2] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکُتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است۔

در دیباچہ دیوان خود می نگارد کہ:-

" در بدایت حال بہ مناسبت شغل طبابت کہ سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
" نمودم۔ آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودۂ اُستادے"
" نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردیدہ

نخواہد کرد ترکِ بُت پرستیہا دلِ زارم کہ چون سنگِ سلیمانی ست مادرزاد زُنّارم
موج آبی چو رسد دانہ ثمرساز شود ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود
می کند باز این دلِ شوریدہ آزارِ خودش من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش
نگذارد بحرف گریہ مرا کاغذِ آب دیدہ را ماتم
رشتۂ حیاتم را ہمچو رشتۂ تسبیح صد گرہ بکار اُفتاد تا بیار پیوستم
نقش پائی او بہر گامے کند جان در تنم خاکِ راہِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است
یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود کے رود از یاد کس چیزیکہ از بر می کنند
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام باری ازین قرار بہ بینم چہ می شود
دین و دلے کہ داشتم از دست من کشید در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست
دریا دلی کن و زکدو پو چتر مباش خواہد ہمیشہ مرتبۂ آشنا بلند
سبز باغی کہ بود بیتو کم از ماتم نیست می کند سایۂ ہر نخل سیہ پوش مرا
کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد رو بپائین می کشد قد ہمچو باران دانہ ام
بہ بزمِ وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم کہ چون آئینہ حرفی ازپس دیواری گفتم
کوکب سوختہ میکرد گر اندک مددے ہمچو آتش بہ دلِ سنگ تو جامی گردم
بجایِ نامہ شمعِ روشنی دادیم قاصد را کہ طومار یست شرحِ سوزِ پیغام زبانی ہم
از عصای خویش طفلی راجنیبت می کشم از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان را ہمہ سرگشتگی از دستِ خود است — حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را
خود ناتوان ولے ہنر آموز مردم اند — پیرانِ قد خمیدہ کمانِ کبادہ اند
حرفِ بجا زکس نشنیدم ز اہلِ ہند — غیر از کسے کہ گفت بمطرب۔ بجا بجا

(۴۷) خالص۔ سیّد حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کرد و در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پٹنہ و خطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ و ثروت عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواہر و اقمشہ با خود می برد۔ خدا یار خان مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہر چند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت۔ و از ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد و سر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود آورد۔ خدا یار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خدا آباد طلبید۔ و کسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ و این حادثہ در سنہ اثنین و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان"
۱۱۲۲ھ

---

[۱] مآثر الامرا جلد ا صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدا یار خان۔

تاریخ یافتہ اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔ صاف گوست۔ تلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم — رشتۂ تسبیح ز دگوٹے کہ ما مے خواستیم

بسائل آنچہ بر آید ترا ز دست بدہ — نگاہدار زبان را و ہرچہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است — سپند آتشِ مَی شو چہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است — روز چون شب می شود آئینہ فرد باطل است

نیست تقصیرِ کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم — از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتادہ ایم

حق القدم گرفت گہر ہاے نیمرو — پایِ کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما

تو تا از دیدہ رفتی ما نمی بینیم خود را ہم — جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را

تا نخواند مشو سبز بھر انجمنے — کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را

بگویش قاصدی میرفت بیدردان زنادانی — ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ نازکے — دیدہ گر بر ہم گذارد باز مے بیند مرا

ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر — در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است

باخستی کہ لازم ارباب دولت است — دُشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست — از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے — یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمّتِ ہر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست — آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود

لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب — آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد — چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد — ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

گُجنائی را کہ با اغیار من دلخواہ می بندی — اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم

کار نظارہ بعینک چو فتد چشم بپوش — سرِ پیرت کہ دگر شیشہ بخود بند مکن

(۵۰) باذلؔ رفیع خان مشہدی[1]

نسبش بخواجہ شمس الدّین صاحب دیوان می پیوندد۔ عمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سربلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

عم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدّین محمّد خان و فخر الدّین محمّد خان و کفایت خان پسران میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را — ہر پارۂ این آینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانسامان شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد و ہمانجا در سنہ تسع و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۹) درگذشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ و قبرش در محمود پورۂ برہان پور است۔

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد - از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت -

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۳) اتفاق اُفتاد -

خیلے قوت بیانے دارد - و بہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہر زواہر بذل وایثار می نماید - حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است -

نقشے از کلاکش در نگین صفحہ می نشیند ؎

یدِ بیضا بزرگ داری کند نورِ محمد را	نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را
بہ بہن در نام او گنجیدن میم مشدّد را	کمر در کار اُمّت تنگ بستن اینچنین باید
ہر گرہ کہ بود گرہ در گلوے ما	امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما
بر دوش مے کشند نکویان سبوی ما	ما مستِ جامِ غبغب و مینائے گردنیم

(۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن ساز افسون طراز است - پدرش از مردم پرشگفت بوده کہ موضعیت از اعمال شیراز -

مؤلد و منشأ شفیعا شیراز است - در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت - اکثر در شیراز بسر می برد - و باصفہان ہم رفتہ - با مستعدانِ آنجا صحبت داشت -

کسانیکہ او را دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہر گاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتۂ طولِ امل تار و جہان طنبور است	چہ قدر بر سرِ این کاسۂ خالی شور است
ز آبِ گلستان آموخت شوقم جانفشانی را	بپائی نونہالان صرف کردم زندگانی را
خط کرد ظاہر آن دہنِ غنچہ رنگ را	در کار بود حاشیہ این متنِ تنگ را
ز خلوت خانۂ خود گوشۂ درویش محزون را	چنان باشد کہ گیرد پادشاہی ربع مسکون را
بد عمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است	سنگ کم دزدِ ترازو را نگینِ دولت است
چون آن شعرے کہ اندازند کج طبعان بہ تقطیعش	ز موزونی جدائی بود حاصل عضو عضوم را
دوستان را کسوتِ تجریدے پوشد خدا	شاہ می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیدہ را
نسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا	ز انگشتِ شہادت دست کوتاہ است خاتم را
اثر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم	امانندار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش۔ محمد افضل

• از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود۔ می فروش مصطبۂ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی۔ عمرہا در کوچۂ شاعری شتافت۔ و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت۔ چنانچہ از "کلمات[1] الشعرا" کہ تالیف اوست سمت وضوح می یابد۔

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

باشعر علی نمے رسد شعر کسے	زان سان کہ خطِ کس بخط میر علی

[1] نسخ متعددہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انہا نسخۂ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو ست کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کنندہ این کتاب (محمد عبد اللہ خان) ۶۔۰م بالجزم دارد کہ این نسخۂ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد۔

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست۔ فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد　　　پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد

اواخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت۔

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد۔ عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جام[1] کلامش بگردش می آید ؎

زمین و آسمان در میکشی خرمانبرت گردد　　　سرت چون گردد از مستی جہان گرد سرت گردد

نظرے بر گلِ شبنم زدہ افتاد مرا　　　آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص افتد دست بردار از کمال　　　ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است　　　از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است

ز دست و پا زدنِ بسمل تو دانستم　　　کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست　　　گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ　　　شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگ تاک است

ہموار ز کس نہ بیند آزار　　　نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر۔ التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفتر سلاطین صفویہ بود۔ مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقاب طبع در آمدہ۔

بہ دکن رسیدند۔ و با **مخلص خان** ربطی بہم رسانیدہ بتوجّہ او ملازمت پادشاہ حاصل کردند۔ و بمنصبے کامیاب گشتند

نخستین بخطاب **التفات خان** و دومین بخطاب **ملتفت خان** مورد التفات گردید۔

التفات خان در عصر **خلد مکان** فوجدار **بیر** از مضافات **اورنگ آباد** بود۔ و در عہد **شاہ عالم** فوجدار **کودرا** از توابع **گجرات احمد آباد** شد و در زمان **محمد فرخ سیر** بہ فوجداری **ماندو** و **مندسور** از ملحقات صوبۂ **مالوا** می پرداخت۔

چون امیر الامرا **سید حسین علی خان** بدکن رسید۔ خود را بخدمت امیر الامرا رسانید۔ و مشمول الطاف گردید۔

آخر صحبت برہم برخورد ناگزیر متوجّہ دار الخلافہ **شاہجہان آباد** گشت و در نواحی **کھرکون** رسیدہ در سنہ تسع و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۹) بر دست قطاع الطریق رشتۂ حیاتش انقطاع یافت۔

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانہ می نوشت۔ و بمثابۂ قدرت داشت کہ سہ کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند۔ ہر سہ را عبارت خود می فرمود۔ و فقرۂ لاحق برائی ہر کدام بے تامّل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد۔ و با وصف آن خود ہم در ان حالت مشغول کتابت می بود۔

از **التفات خان** است ؎

مکن گویا بعرض مدعا یارب زبانم را | بہ بند از موی چینی تار قانون فغانم را
شہید بیکسم پوشیدہ ام بعد از فنای خود | برنگ مردۂ فیروزہ نیلی در عزاے خود
شہرت حسن تو شد از کشتۂ دیدار تو | از نسیم بال بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار۔ میرزا ابو تراب

پسر **التفات خان**۔ خوش ذہن بود۔ و شعر خوب می گفت۔

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت - غبار باین رباعی جواب ادا کرده

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر　　شیرین ولطیف ہچو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار　　امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح - میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

ازدودمانِ امارت است - جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوہ و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود - در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد - و در زمانِ جلوسِ شاہ جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت - و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد مامور گردید - و ہیچ وقت بیکار نماند - آخر پادشاہ او را مجاز کرد کہ حکومتِ ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند - او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان وخمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او باشاہ شجاع منسوب بود -

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد - پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوہ بحکومت صوبۂ اودھ مامور گشت و درہمان سال ازین دارِ ملال درگزشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[۱] مامور گردید - و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت -

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان -

و در عصر شاه عالم بہ منصب چہار ہزاری امتیاز یافت۔ و در عہد محمد فرخ سیر سنہ ثمان و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد۔

دیوان واضح بنظر در آمد۔ چند غزل بخط واضح بر ہوامش این نسخہ ثبت بود۔ قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد۔

این چند گل ازان چمن چیدہ شد

عارف از و پُر است ولی او نمے شود | آئینہ رونما شود و رو نمے شود

ز مقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را | بود آب دم شمشیر صندل سرگرانی را

چہ اُلفت است بزلفِ تو بیقراران را | بلی سیاہ پسند است سوگواران را

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا | در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا

در عالمِ دل باختنِ خویش رواج است | عمریست کہ ویرانۂ ما وقفِ خراج است

بجیب صبح ز خورشید گلفشانیہا ست | بجام پیریِ ما بادۂ جوانیہا ست

براہِ او چہ در بازیم نی دینے نہ دُنیائے | دلے داریم و اندوہے سری داریم و سودائے

واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمے شود | این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست

بمرادِ دلِ خود بال نزدن نقصان است | وقت آن خوش کہ مرا در قفس انداختہ است

دست فرسود نگہ طلعتِ خورشید نشد | حسن بے ساختہ از فیض نگہبان دارد

گرچہ آزادم ولی جانم فدائے دیگریست | گرد سر گردانہ صیادے مرا سر دادہ است

رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب | یافت یک پیرہن ہستی و آن ہم کفن است

بیخود شدنم آفت میناے ادب بود | ساقی کرم افزود کہ در نشہ کمی کرد

رفتنیہاے جہان قابلِ دل بستن نیست | این قدر بس کو دمی خاطرِ خود شاد کنند

گلاءِ صاف بہ از عفو غبار آلود است | ہست دوزخ گنہی کہ بمدارا بخشند

بہار وقف صبا۔ گل بکام گلچین باد | کہ ما بہ کنج قفس طرحِ آشیان کردیم

بکاغذ انگری پیچیده ام یعنی دلِ خود را   مباد اگر یہ بر حالم کنی ای نامہ بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم   در صنفِ رعیت اندنے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند   چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان۔ و شہرۂ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رساندہ۔ و چہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشاندہ۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران۔ و طلاے دستمایۂ کامل عیاران است از آغاز شعور تا دم آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ۔ و چراغ عجیبے بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم برلاس است۔ در بلدۂ عظیم آباد پتنہ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدء حال نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزادہ رسانید۔ شاہزادہ فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رُتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہر چند یاران مقید شدند کہ قصیدہ در مدح شاہزادہ توان گفت۔ سرانکار باز زد و نوکری را ترک دادہ در دار الخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد۔

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مآتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہرگاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری — ہستی اثری یا پے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی — رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبد الصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

وچون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد معاودت نمود۔ وسیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و در صحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خطِ نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است۔

وازبس قوت طبع گاہے با دیای فکر تندی تازد و بطور مُلا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

ومیرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند۔ خالی از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدین سلمان ساوجی فرماید ؎

بھوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ راخبرے کنی | بصنوبرِ قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی

وازمطالع میرزا بیدل است ؎

درے دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم | تو کریم مطلق ومن گدا۔ چہ کنی جزاین کہ نخوانیم

دیوان غزل میرزا بنظر درآمد۔ این چند گوہر از ان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان راشراب دیگرے درکار نیست | جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد | بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام | ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر زفقر بر سرِ دُنیا زدیم پا | خلقی بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

کافرم گر مخمل وسنجاب می باید مرا | سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقشِ چین نه حسنِ فرنگ آفریدن است | بهزادی تو دست ز دنیا کشیدن است

تنم زبندِ لباسِ تکلف آزاد است | برهنگی ببرم خلعتِ خدا داد است

اُلفتِ تن باعثِ فکرِ پریشانِ دل است | دانه صاحب ریشه از آمیزشِ آب و گل است

کسے از التفاتِ چشمِ خوبان کام بر دارد | که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد

من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش | ای ز فرصت بیخبر در هر چه باشی زود باش

شکوهٔ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم | باقبالی که دل برخاست از دُنیا بہ تعظیم

باز بیتابانه ایجادِ نواے مے کنم | مطلب دیگر نمے دانم دُعاے مے کنم

من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم | چون حباب از برِ خود جامه فرو مے آرم

درین حدیقه نهٔ قدردانِ حیرانی | بشوخیِ مژه ترسم ورق بہ گردانی

جمع گشتن دلِ ما را بہ تسلّی نرساند | از گهر کس نبرد شیوهٔ غلطانی را

چه وجود و چه عدم بست و کشادِ مژه است | چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب

سرگرانی لازمِ هستی بود بیدل که صبح | تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیده است

گر تاملِ قفسِ بیضهٔ طاؤس شود | در شبستانِ عدم نیز چراغانی هست

دل سخت گره شد بخمِ ابروے نازش | در طاقِ تغافل همه نقاشیِ چین است

صافِ معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم | چون بطِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است

بهستیِ تو اُمید است نیستی ما را | که گفته اند اگر هیچ نیست الله است

بهر طرف گذری سیرِ نرگستان کن | بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است

تا نفس باقی ست ظالم نیست بیفکرِ فساد | گوشه گیرِ فتنه می باشد کمان را تا دم است

قلندرانه حدیث است زاهدِ مغرور | تو غرّهٔ بهشتی که جائے ریدن نیست

کینه در طبعِ ملائم نکند نشو و نما | فارغ از جوشِ غبار است زمینی که نم است

حسن بے مشقِ تامل نگذشت از دلِ ما | صفحهٔ حیرتِ آئینه عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمی رود — زورِ کمان دمی که نماند کباده است

کس نرفتی بعدم هستی اگر جامی داشت — خلقی از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش هجران دادِ من میداد گر وصلی نبود — شمع تصویریم که از من سوختن هم ننگ داشت

گر بر آمد از صدف گوهر اسیرِ رشته است — خانهٔ غربت دلِ آگاه را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن — آنچه بردارد دولت زین خاکدان قدِ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم — که دل بهر چه کشد التفات صیّاد است

در نیامِ هر نفس تیغِ دو دم خوابیدهٔ است — چون سحر در قطعِ هستی خنجری درکار نیست

آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست — خانهٔ چشم به امداد نگاهی برپاست

گویند بهشت است و همه راحتِ جاوید — جائیکه بداغی نه طپید دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز — آن را که سجده جز و بدن نیست بندهٔ نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است — رشتهٔ را که گره جمع نسازد دو سر است

مرده هم فکرِ قیامت دارد — آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما — یا نسیمِ پیرهن یا جلوهٔ پیراهن است

هیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست — ورنه جائی نامه بیش یار ما را خواندن است

هر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد — آتشِ این کاروانها جمله بر جانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دهر یکسر غالب اند — آنکه از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرض مطلب جمع نتوان ساختن — دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم — نقاش عرق ریز حیا نقش مرا بست

خواریِ دیوان دهر عزّتِ ما بیش کرد — فرد چو باطل شود سَرِ ورقِ دفتر است

قماش فهم نداریم ورنه خوبان را — اُتوی پیرهنِ ناز چینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست — هر قدر دستی که می سائی بهم پا می شود

برنگِ آب سیرِ برگ برگِ این چمن کردم | گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید | تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری | قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ | خوابِ من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است | دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو بر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل | سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغِ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است | مگر از دکانِ قصابِ جگرے خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم | بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی درِ تخفیفِ اسباب تعلّق زن | کز انگشتِ دگر انگشتِ تریک بند کم دارد

کج ادایانه به اربابِ مطالب سر کن | راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز | کم کسے اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی | ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هر چند کار فرد است امروز مفت خود گیر | شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی | تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشش فلکم | دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند | رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنخاله ازین تشنه سلامی | خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناسازِ هیچکس نیست | ویرانه ایم اما بسیار خوش هوائیم

چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است | رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشّهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد | گردِ خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه | دریاست میِ ریخته از جامِ حُبابم

در وصل ز محرومی دیدار میر سید   آئینہ نفہمید کہ من با کہ دو چارم

طپیدم نالہ کردم - آب گشتم خاک گردیدم   تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن

چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم   تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ در ہائے فلک باز کنند   مردم قانون جستجو ساز کنند

قوال فلک بدست گیرد دف مہر   دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او برزبان قلم گزشتہ - محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از سادات بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید - و این جملہ معترضہ نقاب ازصورت حال وانماید - و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم - و ادہم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سید عبد اللہ خان

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود -

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سید محمد صغری بلگرامی نوّر اللہ ضریحہٗ نگارش یافت -

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باثر شمائل

ـــــ

لہ مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

ستیہ و خصائل رضیہ خصوص سخاوت و شجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار غرابظہور رساندند- ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد برلوح روزگار نشاندند- و از مبادی ایام عروج تا منتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند- واز آبیاری عدل و احسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند- لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیموذند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند- اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل بادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند- ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند- پادشاہ چشم ازحقوق پوشیدہ درصد قلع وقمع اُفتادہ وتا زندہ بود ہمین خیال درسر داشت- آخراین رای سقیم باعث زوال سلطنت شد و دولت پادشاہ وسادات ہردو برہم خورد-

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ درمناقب السادات میفرمائد کہ:-

”امارتِ صحت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید“

”کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد- واحیانا بحکم نفس امارہ“

”اگر مرتکب عصیانے شود- آخر کار سببے رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد“

مصداق این کلام درین ہردو برادر مشاہدہ اُفتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند و غازۂ شہادت بررو مالیدند- نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیرالامرا حسین علی- شہادت اول بہ زہر واقع شد- وشہادتِ ثانی بخنجر-

حسن علی خان برادر کلان درعہد خلد مکان بخطاب خانی و فوجداری نذربار وسلطان پور ازتوابع بکلانہ سرفرازی یافت وبعد ازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید-

وچون شہزادہ محمد معزالدین بن شاہ عالم ازپیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت- صحبت

او باشاہزادہ کوک نشد۔ و آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ در آن وقت میر عبدالجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہاے پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط باسادات این است وقتے کہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ ورایات شاہ عالم از پشاور بہ لاہور خرامید۔ حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری وعطای نقارہ و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معز الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ عالی بود مقرر گردید۔ وقتے کہ جنگ ترازو شد۔ حسن علی خاں و حسین علی خان و نورالدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگان ہند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نورالدین علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان بر داشتند و سرخ روئی فتح وظفر حاصل کردند حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری و صوبہ داری اجمیر مباہی گشت۔ و بعد از ان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزل او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبدالغفار از احفاد سید صدر جہاں صدر الصدور پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوجے بتقابل برآورد و در سواد الہ آباد جنگ افتاد۔ سید عبدالغفار بعد غالب شدن مغلوب گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معز الدین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و اضافۂ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پتنہ کہ بمزید شجاعت و وقار و متانت

تا مورد روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت. چنانچه در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان بیچاپلوسی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از تۂ دل به محمد فرخ سیر گرویده و درخواست قدوم اله آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بهادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدۂ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهة بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید۔ بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عز الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان بیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کروهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گزشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند۔ معدودی همراه رکاب رسیدند۔ سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مائته و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدین بتغییر وضع راه دهلی گرفت۔

درین کارزار از ہردو برادر ترددات نمایان بظہور رسید۔ سید حسین علی خان برادر خورد زخمہای کاری برداشتہ درمیدان افتاد۔ بعد جلوہ افروزی شاہد فتح حسن علی خان برادر کلان برجناح استعجال روانہ دارالخلافہ گشت۔ و پادشاہ نیز بہ تفاوت یک ہفتہ سایۂ وصول برساحتِ دہلی انداخت حسن علی خان بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار وخطاب سید عبداللہ خان قطب الملک بہادر یار وفادار ظفر جنگ وتفویض وزارت اعلیٰ بلند پایہ گشت۔

چون عروج رتبہ این ہردو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان درصدد شکست افتادند۔ و بہ تسویلات واہی مزاج پادشاہ را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید کہ ہردو برادر خانہ نشین گشتند۔ و بہ ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدۂ پادشاہ کہ با ہردو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطۂ اصلاح بود۔ بخانۂ قطب الملک آمدہ مجدداً عہد و پیمان استوار ساخت۔ ہردو برادر بملازمت رسیدہ شکوہای محبت آمیز درمیان آمد۔ وچند روز زمانہ بہ آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاہ را برہم زدند۔ ہر روز صحبت بے مزہ تر می گشت۔ و مادۂ نفاق کہ خانہ برانداز کہنہ دولتہاست می افزود۔ تا آنکہ امیرالامرا بصوبہ داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشتہ عنان وزارت بدست راجہ رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری ہمراز و دمساز پادشاہ گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک بہ امیرالامرا نوشت کہ کار از دست رفتہ است پیش از انکہ چشم زخمی بہ آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیرالامرا باکمال تسلط و جبروت از دکن روانہ شدہ سواد دہلی را معسکر ساخت و پادشاہ را پیغام کرد کہ تا کہ بند و بست قلعہ بہ اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاہ خدمات قلعہ را بہ متوسلان امیرالامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعہ امیرالامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

و هشتم ربیع الآخر به ارادهٔ ملاقات ثانی فوجها آراسته داخل شهر شد و در حویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک و مهاراجه اجیت سنگھ در قلعه رفته بدستور روز اول به بندوبست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند۔ آن روز و شب بهمین منوال گذشت۔ مردم شهر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر سر امیر الامرا خواستند هجوم آرند امیر الامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود و از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نهم ربیع الآخر سنه احدی وثلثین و مائته والف (۱۱۳۱) پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقارهٔ جلوس او آشوبی را که در شهر برپا شده بود فرونشاند۔

رفیع الدرجات در حالتِ حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و به شاه جهان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر در قلعه آگره خروج کرد۔ امیر الامرا با پادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنهٔ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاه جهان ثانی برای دفع جی سنگھ به فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحه درمیان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد ۳ ماه و چند روز بمرض اسهال درگذشت۔ ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ و بہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہر چند سادات خود دعویٰ سلطنت نہ کردند و اولاد تیموریہ را بر تخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند و نفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریا ہائے فتنہ از ہر چہار طرف بتلاطم در آمد و اسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر و شہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہورمنش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبر آباد و فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد و ہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدنِ امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہا را برآوردہ بر تخت نشاند۔ یازدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید و بہ استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت۔ و فوج علی العموم نگاہ داشت وآنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد و جنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ و الف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانہ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش پیہم در کار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شترنال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمہاے کاری بر داشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ با جمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مآتہ و الف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر پٹ پر گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید ؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم

بہر آن عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت نہر قطب الملک مدِّ بحرِ احسان و کرم
۱۱۲۷ھ

ونیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد ؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است یمین الدولہ عبداللہ خان است

بدیوان چون نشیند نو بہار است بمیدان چون در آید ذو الفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[1]

برادر خورد قطب الملک است اما در سخاوت و شجاعت و علو ہمت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پٹنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعز الدولہ خان جہان بہادر از تغیر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پٹنہ

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتہا بخود سری گزرانیدہ ونسبت بہ برادران دیگر نزد جد و پدر مرتبۂ ندا شت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشتہ بعد ز عسرتِ اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکہ شاہ عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبہ و سکّہ بنام پدر نمودہ در فراہم آوردن مردم ہمت گماشت۔ درین اثنا خبر کشتہ شدنِ عظیم الشان رسید۔ در ربیع الاوّل سنہ ثلث و عشرین و مأتہ والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت۔

وسید حسین علی خان ناظم پٹنہ را بہ وعدۂ عنایات مستمال ساختہ رفیق گردانید و ازین جہت سید حسن علی خان ناظم الہ آباد نیز طریق رفاقت سپرد۔ در کمتر زمانی افواج کثیرہ مجتمع گشت اما بنا بر قلت خزانہ تا رسیدن اکبر آباد دوازدہ ہزار سوار بیش نماند۔

سید حسین علی خان روز جنگ بہ اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبہ داری اُولیسہ و زین الدین خان پسر بہادر خان رُہیلہ مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کہ توپ و ضرب زن بسیار بیش روچیدہ ایستادہ بود اسپان تاختہ در زنجیرۂ توپخانہ درآمد۔ چون عرصۂ و غا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیادہ گشتہ زخمہائے کاری برداشتہ بر زمین اُفتاد۔ و آن دو سردار با رفقاء بسیار مردانہ نقد زندگانی نثار نمودند۔

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیر الامرا بہادر فیروز جنگ و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند ز نبگی نواخت و در سال دوم جلوس بہ افواج سنگین بہ تنبیہ اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ کہ لوای تمرد افراختہ بود۔ مامور گردید و تا میرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لگدکوب تاراج ساخت۔ راجہ از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زد و در مکانہای استوار خزید۔

درین یساق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که :-
"چون دیہات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای تعلقہ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند - و بنا راجیان حکم بود کہ مواضع خالی را یغما کردہ آتش زنند
"و مکانہای آباد را مزاحمت نرسانند - رعایای اجیت سنگھ این را دیدہ بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواستہ می آمدند - ہمان وقت سزاولان تعین می شدند کہ بنا راجیان
"گویند کہ آتش فرو نشانند و آنچہ گرفتہ اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد -
"بعضی ثقات از مردم دیہ استفسار کردند باتفاق می گفتند کہ غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید -
وضبط و فتق امیرالامرا ہمیشہ برین منوال بود -
افواج او از راہ باریکے ما بین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود کہ از
جادہ تفاوت کند - دست بزراعت رسانیدن معلوم -
القصہ اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاہدہ کرد وکلاء معتبر فرستادہ بتقدیم
پیشکش وارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود بہ پادشاہ کہ در
عرف این دیار دولہ گویند مستدعی عفو جرائم گردید - امیرالامرا بمصالحہ پرداخت و
ابی سنگھ را ہمراہ گرفتہ خود را بحضور رسانید و فوجی برای دولہ گزاشت و بعد
رسیدن دولہ طوی پادشاہ منعقد گشت -
گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاہان پیشین کم جلوہ ظہور نمود - علامۂ مرحوم
میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آوردہ و داد سخنوری دادہ -
بعد ازین پادشاہ امیرالامرا را بہ صوبہ داری دکن مقرر فرمود - چون میر
جملہ سمرقندی ہر روز مزاج پادشاہ را از سادات منحرف می ساخت - قرار یافت
کہ اول میر جملہ بصوبہ داری پٹنہ راہگرا گردد بعد ازان امیرالامرا رخصت دکن

شود- میر جمله روانه پتنه شد و امیر الامرا در سنه سبع وعشرین و مائته والف (۱۱۲۷) متوجه دکن گردید-

وقت رخصت مواجهتهٔ عرض کرد که اگر درغیبت من میر جمله بحضور رسید- یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد درعرض بیست روز مرا رسیده دانند- پادشاه ازقباحت نافهمی بوساطت خان دوران مخفی به داؤدخان ناظم برهان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤدخان باآنکه سادات در ابتدا ٔ سلطنت محمد فرخ سیر واسطهٔ جان بخشی اوشدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت- واو از گجرات احمد آباد به برهان پور آمده بحکومت آنجامی پرداخت چشم ازحقوق سادات پوشیده ارادهٔ مخالفت مصمم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا راعبور کرد ظاهر شد که داؤدخان سررشتهٔ موافقت گسسته خیال ملاقات هم درسر ندارد- امیر الامرا درفکر اصلاح اُفتاد و بپیغام کرد که درصورتِ توافق ملازمت لازم ودرشکل تخالف روانهٔ دار الخلافه باید شد از ما مزاحمتی نیست-

داؤدخان پائی جهالت افشرده کار به پرخاش رسانید- ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع وعشرین ومائته والف (۱۱۲۷) عرصهٔ مبارزت درسواد برهان پور آراسته گشت و جنگی عظیم رو نمود- داؤدخان بزخم تفنگ نقد هستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا به اورنگ آباد رسید و برمسند ریاست تمکن ورزید-

وعنقریب کهندو وبهاریه سیناپتی راجه ساهو درصوبه خاندیس سر به فساد برداشت امیر الامرا ذوالفقار بیگ بخشی خودرا به تنبیه او تعیین فرمود- ودر پرگنه بهانیر دو چار گشته بجنگ درپیوست- ذوالفقار بیگ جرعهٔ شهادت چشید

وباقی فوج بیغما در آمد- سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگه بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان بازنه کشیدند- و محکم سنگه تا قلعه ستاره مسکن راجه ساهو دقیقه از نهب و تالان فرونگذاشت-

چون پادشاه به اغوای دولت براندازان- و سرداران دکن خصوص راجۀ ساهو درباب مخالفت امیر الامرا- بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دهلی با قطب الملک هر روز صحبتے تازه و نزاعے نو برمے انگیخت و صدای بگیر و بکش هر وقت بگوشها مے رسید- قطب الملک همیشه امیر الامرا را به آمدن دهلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانه بدشمن بیگانه ساختنه در سنه تسع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۹) با راجه ساهو بتوسط سنکراجی ملهار و محمد انور خان برهان پوری که تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتهای مستوفی اتفاق افتاد- صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع- و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن- اسناد چوته و سردیسمکی شش صوبۀ دکن بمهر خود با تنخواه کوکن وغیره ملکے که راج قدیمش می نامند حواله نمود-

مخفی نماند که در اواخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح درمیان آید- باین شرط که سر صد از محصول ملکی نه روپیه بصیغۀ سردیسمکی حصۀ غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد- آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حوالۀ غنیم نه کرده بود بحضور طلبید- و در عهد شاه عالم سر صد ده روپیه سردیسمکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید- و در ایام حکومت داؤد خان چوته یعنی چهارم حصه از حاصل ملک سوای سردیسمکی به غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت اما سر بعمل نیامده بود- امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود- آخر نحوست این تربیع سخت سرایت کرد و رفتہ رفتہ غنیم شریک غالب شد و قوت عجیبے بہم رساند

امیر الامرا بعد مصالحہ عازم دار الخلافہ شد و غرہ محرم سنہ احدی و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت و صولت تمام از خجستہ بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجہول الحالے را پسر شاہزادہ محمد اکبر بن خلد مکان قرار دادہ ہمراہ گرفت و بہ پادشاہ نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سرکشیدہ بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم-

اواخر شہر ربیع الاول در حوالی دہلی جانب لات فیروز شاہ مخیم ساخت و خلاف ضابطۂ حضور نوبت نواختہ داخل خیمہ شد- و مکرر ببانگ بلند گفت کہ من از نوکری پادشاہی بر آمدم-

وبعد ازان کہ بندوبست قلعہ را باختیار خود کرد پنجم شہر ربیع الآخر ملازمت پادشاہ نمود و گذارش گلہا کرد- و باز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادۂ جعلی سوار شدہ در حویلی شایستہ خان داخل گشت و قطب الملک با راجہ اجیت سنگھ بہ بندوبست قلعہ شتافتہ ہیچکس را درانجا نگذاشت و پادشاہ را مقید ساخت طوریکہ در ذکر قطب الملک گذارش یافت-

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ اکبر آباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ سہ ماہ و چند روز قلعہ را مفتوح ساخت- و بموکب شاہ جہان ثانی کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگھ سوائی تا فتحپور سیکری رسیدہ بود ملحق گردید و صلح درمیان آمد-

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک باپادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ وتا فرونشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد وگردہر بہادر برادرزادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش بافوجی تعین شدند وبتعویض وتفویض صوبہ داری اودھ باگردہر بہادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ وبعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بتصرف در آورد

امیر الامرا باپنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین ثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت وسخاوت وکرم وحلم و مواسات فطری داشتند وکافۂ انام را مشمول انواع احسان ساختند. وہرگز مجوز ستم وبیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگرفتہای سادات از سادات برگشتند وہرچند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خانہ خرابی ماست۔ می گفتند الٰہی این کشتی غرق شود ماہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند وگروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ؎

دیدی کہ چہ باشاہ گرامی کردند صد جور و جفا ز راہ خامی کردند

تاریخ چو از خرد بجستم فرمود ساداتِ بوی نمک حرامی کردند۔
۱۱۳۱ھ

و میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرد ؎

با شاہِ سقیم آنچہ شاید کردند از دستِ حکیم ہر چہ آید کردند

بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت ساداتِ دوائش آنچہ باید کردند
۱۱۳۱ھ

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت درفکر غدر اُفتاد۔ و میر حیدر کاشغری را بران داشت کہ قابو یافتہ بقطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ و جد کلانش میر حیدر[1] صاحب تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ و از جہت میر شمشیری اینہا را میری گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنتین و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۲) در منزل تورہ سی و پنج کردہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاہ در محل سرا پالکی سوارہ بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کلال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس و راہ حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا درآورد۔ و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا را جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ۔

وپس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده ونماز جنازه خوانده به اجمیر نقل کردند و درجوار پدرش سید عبد اللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحے در رویا دید که سید الشهداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنه به امیر الامرا خطاب کرد که بَلَغَ وَعُدُکَ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ
۱۱۳۲ھ ۱۱۳۲ھ
بعد شهادت امیر الامرا چون حساب کردند هر یک فقره تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است که در قریب العهد کم امیری باین خوبی در عرصهٔ ظهور آمد نسخهٔ جامع اخلاق حمیده بود۔ وفور طعام وصلاے عام سرکار را مشهور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند که در عهد امیر الامرا اکثر مردم درخانهٔ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصهٔ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاه می دادند۔

اجراء بلغور خانها از غله پخته وخام و احداث مجلس یازدهم و دوازدهم هر ماه در بلاد عظیمه هند و دکن از اعمال خیر اوست۔ وتا امروز جاری است درین مجالس بامشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابه دردست خود گرفته بر دست مهمانان آب می ریخت۔

وپیش از وصول دکن زر مهم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظهار قلت مداخل وکثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معهذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور که زیاده بر یک کرور روپیه بود ضبط نمود۔ مُلّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثه بحضور رسید۔ وپانزده لکه روپیه بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشته داد۔ روزے صبح مُلّا عبد الحیّ را طلبیده اموال با نیاز معاف کرد و به عطای خلعت نواخته رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادله شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکہ امیرالامرا از دکن بدارالخلافہ معاودت نمود - می خواست کہ امین الدولہ وقائع خوان حضور پادشاہی را بنا بر تقصیری کہ از امین الدّولہ در غیبت امیرالامرا صادر شدہ بود معاتب سازد - روزے کہ امین الدّولہ بملازمت امیرالامرا رسید و از در در آمد میر عبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در حق انصار و ذریت انصار دعا کردہ و در مراعات ایشان وصیتہا نمودہ و فرمودہ تجاوزوا عن مسیئہم یعنی درگذرید از گنہگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و امین الدّولہ از اولاد انصار رضی اللہ عنہم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیہ عفو شود - امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّولہ را مشمول مہربانیہا ساخت

میر عبدالجلیل دران وقت با امین الدّولہ آشنا نبود اما می دانست کہ از اولاد انصار است چون میر طریقۂ محدثین داشت و ہموارہ در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید -

امیرالامرا خوش ذہن بود و شعر خوب می فہمید - و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود کہ صاحب کمالان در آیند - و تا یکپاس روز با اینہا صحبت می داشت و تاکید بود کہ دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند -

میر عبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیۂ امیرالامرا قصیدۂ غرا بنظم آوردہ و از فرط محبتے کہ با امیرالامرا داشت بکمال دا سوختگی حرف زدہ قصیدہ این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبین ہند	زد جوش خون آل نبی از زمین ہند
شد ماتم حسین علی تازہ در جہان	سادات گشتہ اند مصیبت نشین ہند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب	وز خونِ گریه سُرخ شد است آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم	خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است	دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغ دل زدند چراغانِ اشک جوش	این است نوبهار گُلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا	از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفیٰ اخلفُ الصدقِ مرتضیٰ	کز روی فخر بود بدانش یمینِ هند
رستم نشان حسین علی خان شهید شد	از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها	تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروز معرکهٔ خصمِ تیره بخت	چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش	شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهرِ هر فلک زده عالیجناب او	در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند از آن سرکشانِ دهر	کز داغ ضبط کرد نشان بر سُرینِ هند
هند از شهادتش تنِ بے روح گشته است	یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو قبر در نظرِ خلق شد سیاه	اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است	در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد	زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند
اِسْتَرْجَعَ الملائکُ وَاسْتَعْبَرَ الفَلَکُ	فِی هٰذِهِ المُصِیبَةِ سُحْقًا لِّلَّذِینَ هند
از دستِ ابنِ ملجمِ ثانی شهید شد	گوئی ز کوفه است گِلِ ماتمینِ هند
تا کربلاؤ تا نجف و تا مدینه رفت	سیلابِ خون دیدهٔ و آه و اَنینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبانِ اهل بیت	غمگین شوید بهر حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهل بیت رسالت ادا شود	بر رَغمِ این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید — این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او — تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت — قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند ۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جد[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہابُ الدّین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی مکرمت بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توب نقد جان نثار کرد۔

میر شہابُ الدّین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آوازہ گشت و در فتح بیجاپور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقرہ " فرزند ارجمند" بر القاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

ماموگشت - ودر ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مائة والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است - وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین والف (۱۰۸۲)

درریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری وخطاب چین قلیچ خان سرافراز - و در تسخیر قلعہ واکنکیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری سروج نمود - و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شد ممتاز گردید - علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت -

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید وکساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد ولباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی بر آمدہ بہ لباس دنیا در آمد - طریقۂ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد -

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت بر آمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری مباہی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

و چون ایالت دکن بہ امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب بہ پایۂ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

و چون امیر الامرا از دکن بہ دار الخلافہ معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کردہ پادشاہ نورا بر تخت نشاند حکومتِ مالوا بہ نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک بہ مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نمودہ در سال دوم محمد شاہی مطابق سنہ اثنتین و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۲) متوجّہ دکن گردید۔

و غرۂ رجب عبور دریای نربدا نمودہ قلعہ آسیر را از طالب خان و شہر برہان پور را از محمد انور خان برہان پوری بہ صلح بہ دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرار بہ سرداری سید دلاور خان بہ تعاقب فرستاد۔ نواب بہ طریق رجع القہقری بمقابلہ شتافتہ۔ در موضع حسن پور سرکار ہندیہ سیزدہم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت بہ دار السرور برہانپور عود فرمود۔ و ہنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافتہ بود کہ سید عالم علی خان برادر زادۂ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمربست۔ و از خجستہ بنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برہان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبۂ برار جنگے صعب رو داد۔ سید عالم علی خان از فرط تہوری پاسے جلادت افشردہ خون خود را بے محابا تخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا بہ استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط ہندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافہ مرخص ساخت۔ و خود با پادشاہ عازم

دکن گردید۔ چون قلم تقدیر بزوال دولت ساداتِ بارہ رفتہ بود اعتماد الدولہ محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی بہ خنجرِ دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد۔ قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ برآوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت۔ و بعد محاربہ دستگیر گردید۔

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت۔

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور و قاضی بلدہ سمرقند بود۔ محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت۔ و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد۔ و در ایام معدود درگذشت۔

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعتِ وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلد مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج بادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

درہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند۔ چون نواب بمنزل جھابوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد۔

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوہ

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرہا افزونی گرفت و در سنہ ست و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان کہ از سالہا ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنہانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت ہوای دار الخلافہ با مزاج خود موافقت ہوائے مراد آباد کہ پیشتر حکومت آنجا پرداختہ بود بہانہ ساختہ از پادشاہ رخصت مراد آباد گرفت۔ و چند منزل طے کردہ جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنہ کوب خود را بہ دکن رسانید۔ مبارز خان بہ مقابلہ پیش آمد در سواد شکر کھیرہ شصت کروہ از اورنگ آباد فریقین بہم رسیدند۔ بہ بست و سیوم محرم سنہ سبع و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان بقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاہ بہ استمالت نواب کوشید۔ و ہمیشہ بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاہ بلند آوازہ گردید۔ و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) پادشاہ بمبالغہ تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر را نائب دکن مقرر ساختہ خود بہ دار الخلافہ شتافت و شرف ملازمت پادشاہ دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد رونق دہِ ملک پادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد
۱۱۵۰ھ

نواب ہزار روپیہ نقد و اسپ باساز نقرہ در وجہ صلہ عنایت نمود

و بعد دو ماہ از وصول دہلی پادشاہ نواب را برائے تنبیہ مرہٹہ دکن رخصت فرمود۔ نواب چون بہ اکبر آباد رسید۔ از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشتہ

سمت شرقی روان گردید۔ و برسر اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو به جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راه اکبرآباد گرفت۔ موکب نواب از قرب قنوج متوجه کالپی شد اما سر نہضت نواب به آن سمت معلوم نبود۔ بعد از ان که فقیر سه منزل طی کرد خبر رسید که نواب از دریای جمن گذشته رو به دکن آورد و بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد که از غیب بدرقۂ راه بہم رسید۔ و طریق اکبرآباد گذاشته عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہ جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق افتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماه رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاه گرم بود۔ نواب مصالحه را صلاح وقت دیده به دارالخلافه رجعت نمود۔

چون نادرشاه استیلا یافت و گذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به سائر امرا افراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیرالامرا خان دوران در جنگ نادرشاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاه منصب امیرالامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاه بحال ماند۔

و در سنه ثلث وخمسین و مأته و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نموده پرتو قدوم برسواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سدّ راه باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نمک خوارگی نواب آصف جاه

ذا اقدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّولہ رنگ فوج مشاہدہ کردہ در روضۂ شاہ برہان الدّین غریب گوشۂ عزلت گرفت۔ چون رایات آصفجاہ بعد تنظیم و تنسیقِ ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب بہ اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّولہ بہ اندیشۂ آنکہ مبادا آویزشی رو دہد از روضہ بقلعہ ملہیر رفت نواب آصفجاہ موافق قاعدۂ مستمرہ در موسم براشکال افواج را باوطان وچراگاہ رخصت فرمود۔ وجریدہ در اورنگ آباد نشست۔ چون شیطان لعین راہ زن بنی آدم است تا بحدیکہ نتائج انبیا را بزور تسویلات از راہ می برد۔ و بمعارضہ تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلَالِکَ الْقَدِیْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّولہ بتحریک واقعہ طلبان ارادہ اورنگ آباد مصمّم ساخت۔ وقریب ہفت ہزار سوار فراہم آوردہ بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاہ باہر قدر مردم کہ حاضر بودند وتوپخانہ در سواد شہر جانب عیدگاہ بمدافعہ قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانہ آصف جاہی وظلمت شام وتنگی وقت۔ فوج طرف ثانی از ہم پاشید نواب نظام الدّولہ فیل را تاختہ بامعدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاہ رسانید۔ وزخمی شدہ در دست پدر والاگہر افتاد۔

نواب آصفجاہ در سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) کہ عزم بہ تسخیر ملک کرناتک بربست۔ وبعد وصول آن دیار اوّل قلعہ ترچناپلی را کہ در دست مرہٹہ بود محاصرہ کردہ مفتوح ساخت۔ وبعد ازان ملک ارکات را از قوم نوایت کہ از مدتے آن الکہ را در تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا بہ انور الدین خان شہامت جنگ گوپاموی از جانب خود مقرر فرمودہ در سنہ سبع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۷) بہ خجستہ بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) قلعہ بالکندہ از توابع حیدر آباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ رہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست و ہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد بر آورد۔ و از استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی بر افراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین و زمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ و نماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجہ بہشت" ۱۱۶۱ھ تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔

بر واقفان اسرار سلف ہویدا است کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ و طبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت و قلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت و فتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

مستحقین را بہ خیرات و مبرات فراوان نواخت۔ از دفترِ صدارت تحقیق نمودہ

شدکہ سہ لکہ روپیہ بدستخطِ او سوای انعامات بادشاہی در صوبجات دکن بطریق یومیہ و درماہہ بہ ارباب استحقاق می رسید۔ وسوای این قریب یک لکہ روپیہ بمردم حج رو وغیرہم رعایت می فرمود۔

سادات وعلما و مشائخ دیار عرب و ماوراالنہر و خراسان و عراق عجم و ہندوستان آوازۂ قدر دانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و درخور قسمت حظے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را با نواب آصفجاہ صحبتہای مستوفی دست داد۔ در صحبتِ اوّل اتفاقاً ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید کہ اُمیدوارِ نام است۔ فرمود نامی باید گذاشت کہ مُشعرِ دینِ اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد گفتم دین محمد ہر قدر زیادہ شود بہتر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراہم آمدہ۔ وقتے کہ بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد بودم۔ زادۂ طبع خود کہ ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی　　　امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ وقائع خوانِ حضور معلی۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ مطلعش این است ؎

تا حُسن ترا مشعلِ انوار بدست است　　　مہ را ہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدهٔ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبی بموافقت نواب امین الدّوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنشانده صله جا داد - وچون نسخهٔ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبید اشاره بانشاد قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود و جواهر تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صلهٔ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود - علامهٔ مرحوم موافق ضابطهٔ قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است ؎

بهار آمد و واکرد غنچه بند قبا | گره ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا
زبسکه سبزه و گل در چمن هجوم آورد | نسیم کرد بصد حیله جایِ خود را وا
گرفت قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت | برای شاهدِ نو روز لالهٔ حمرا
ببین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ | چو طوطیٔ که ز منقار وا کند پرها
شکنج طرهٔ سنبل کمند صیدِ نظر | نگاه دیدهٔ نرگس فسون هوش ربا
دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو | چو گلبنی که از و بشگفد گلِ رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار | چنانچه شانِ وزارت ز عمدة الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اہلِ کرم | قوام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک | که نقش ثانی بهتر کشد نگار آرا
مشابه بکفِ او بحر چون تواند شد | که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از تشبه کفِ او | کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی | کز و سوال کند چون قلندرِ دریا
ز بیم کثرتِ جودش محیط ناله کند | گواه اوست برین بیم رعشهٔ اعضا
گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او | چنانکه خلق ز جودش اصابع یسری
رسیده است بجای تقدس ذاتش | که چون ملک بود از جنسِ انس مستثنیٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق   بعینکِ مه و مهر این سپهر پشت دوتا

مثال روح مصور بود بپاکی ذات   نشانِ عقل مجسم بود به فهم و ذکا

چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر   چو گرم جوشیِ خلقش شود چمن پیرا

صفای آینۂ رای او بود چندان   که می نماید ازو آنچه رو دهد فردا

کرم ز دستِ گهربار او بود ممنون   ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا

تعجب است ز شمشیرِ آتش افروزی   که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا

گره گره نبود نیزۂ عدو شکنش   که بند گشته درو جا بجا دلِ اعدا

گہِ نبرد بود همچو ابر صاعقه بار   کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا

هزار شکر کز و مسندِ وزارت یافت   همان که یافت تنِ عاذر از دم عیسیٰ

برسم جشن طرب چید بزم رنگینی   که از تصورِ آن خامه گشت شاخِ حنا

ترانه سنج ز مرغوله ساخت چو گانے   ربود گویِ دِل سامعان بحُسنِ ادا

سپهر شد همه تن دیدۂ تماشائی   پیے نظارۂ این محفلِ نشاط افزا

بو قورلتا دتو توک دن چو چوک توشوق چقدی   تو توکچی قولودتو توک بولدی نیشکر موندا

توشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندو   قبوز تقتلغ بولسون بلند قلدی نوا

محیط مدحتِ او را کرانه پیدا نیست   بزورقِ قلمی چون توان نمود شنا

شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف   کز اهل فضلم و خوب است ز اهلِ فضل دعا

اَقُولُ وَفَّقَكَ اللّٰهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ   لِانْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا

اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكُ   وَشَدَّ اَمْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ مُرْسِي

فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ   وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا

قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِيْ اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ   بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَّ اٰلِهِ النُّجَبَا

ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم   که بر جلادتِ من شاهداند این دو گوا

زدو الفقار چو برہان قاطعی دارم	بروز معرکہ فیصل نمایم این دعویٰ
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ	وزیر کشورِ ہند آصف دوام ابقا ۱۱۶۳ھ
ہزار و یکصد وستی و چہار نقش نشاط ۱۱۶۴ھ	دو گونہ جوہر تاریخ ازو شود پیدا
نَظَمْتُ فِی الْعَرَبِیِ الْفَصِیْحِ تَارِیْخًا	حَلّیٰ وَزَارَتَہٗ سَالِمًا لِرَبِّہٖ لَنَا ۱۱۶۴ھ
اسیس دے کے کہی ہندوی موں یون سنت	رہے جگت موں اچل باس یہ وزیر سدا ۱۱۶۴
خرد بجامۂ عبدالجلیل کرد ارشاد	کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا
ملائک ازپی آمین این دعا شدہ اند	برنگ نرگس و گل چشم و گوش نوق سما
ہمیشہ ہر دوز ہم شاد و کامران باشند	وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[1] - نواب نظام الدولہ[2] بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر - غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم دراجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجز نالان بے دست پا توجہ تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُرر می ساخت

پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود

از مبادی سن شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت - نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ پادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت - و رتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۸ مطبوعہ کلکتہ۔

نیابت بہ پسرو الاگہر تفویض نمود۔ نواب نظام الدّولہ در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاہ و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبہ و مساعی جمیلہ بظہور آورد۔ و بہ بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمیٰ را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہٹہ را کہ در دکن تسلّط بہم رسانیدہ و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آوردہ و تا حوالی دہلی زیر و زبر ساختہ گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاہ از دار الخلافہ دہلی الویہ توجّہ بہ دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّولہ را برسرِ مخالفت آوردند۔ و محاربہ بوقوع آمد نوعی کہ۔ (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاہ فرزند گرامی را از عتاب بر آورد و در سنہ ثمان و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نمودہ رخصتِ آن بلدہ ساخت۔

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاہ از حیدر آباد بہ دہارور رسیدہ پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدّولہ خود را بحضور رسانید۔

نواب شہید ابتداءً درہمین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے کہ پیش می آید باخود داشت و بہ اختیار مفارقت رضا نداد۔

القصّہ پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند۔ از انجا نواب آصفجاہ پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد۔ وخود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شہید بعد وصول سرنگپٹن

که دارالاقامه راجهٔ میسور است تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید- وعنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند- نواب آصفجاه در دارالسرور متوجه دارالسرور شد و نواب نظام الدوله مسند ایالت دکن را زیب وزینت بخشید- و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقر خلافت دکن است متوجه گشت و ایام برشکال را در انجا بسر برُد-

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود- شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع ومفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دخترزادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الٰهی واصلاح کارهای پادشاهی بافوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد- وتا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید- درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار سرکشی وبے اعتدالی هدایت محی الدین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهٰذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید-

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته اورا به گرفتن ارکات تحریض نموده- هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و درانجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا بافواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند- و به اتفاق برسر انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی که ازوقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند- شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائته و

والف (۱۱۶۲) معرکۂ قتال آراستہ شد بحسب تقدیر شہامت جنگ درجۂ شہادت یافت

نواب نظام الدولہ بمجرد ظہور این سانحہ درصدد گرداوری افواج ـ و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشتہ باہفتاد ہزار سوار جرّار و توپخانہ بیشمار و یک لکہ پیادہ بعزم تنبیہ باغیان لوای عزیمت افراخت ـ و تابندر پہلچری کہ پانصد کروہ جریبی از خجستہ بنیاد مسافت دارد ـ پاشنہ کوب رسیدہ صف آرای میدان نبرد گردید ـ بیست و ششم ربیع الآخر سنہ ثلث وستین و مائة والف (۱۱۶۳) تا سہ پاس کامل آتش خانۂ فرنگ سرگرم اشتعال بود ـ آخرکار بیست و ہفتم منہ فرنگیان از رعب و مہابت محمدیان رو بہ ہزیمت آوردند و ہدایت محی الدین خان زندہ بگیر آمد نواب بہ حکم لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ہدایت محی الدین خان را زندہ نگاہ داشت ومصاحبان ولشکریان او را قاطبۃ از جان و مال امان بخشید دولت خواہان ہرچند در پیشگاہ نواب بدلائل قاطعہ ثابت کردند کہ بقای ہدایت محی الدین خان موجب ہیجان مادۂ فتنہ است اورا ازمیان باید برداشت ـ نواب ترحم راکار فرمودہ ہرگز بقتل راضی نشد ومحفوظ نگاہ داشتہ مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت ـ نا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند وبفحوای كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ احسان جان بخشی برطاق نسیان گذاشتہ پنہان کمر بدخواہی چست بستند ـ و فرنگیان باوصف شکست فاحش ہنوز مصدر انواع شورش وخیرہ سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشۂ فساد ـ توقف دران سرزمین واجب دانستہ متوجہ ارکات شد ـ و فوجی بمدافعۂ آن گروہ باطل پژوہ تعین نمود ـ از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعہ نصرت کدہ چنجی کہ پای تخت الکہ کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت ـ نواب از کمال غیرت وحمیت دین متین و مراعات رسم وآئین

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد- باوصف شدّت برشکال و مشاہدۂ طوفان نوح- وصعوبت عبور ومرور- وانقطاع رسدغلہ- خودبدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت- ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود- وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد ونا نفس واپسین برحالت توبہ ماند-

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ برروی کار می آرد- سردارانِ افاغنہ کرناتک کہ درین بسیاق ملازم رکاب بودند- باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ- واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک ومال باطناً با فرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند- وجمعے از کافرنعمتان دیگررا ہم ضمیمۂ ادبار خود ساختند- وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیرقلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند- شب ہفدہم محرّم بحساب تنجیم سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ تبقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہرچند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ برسرِ غدر اند از کمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من با ایشان چہ بد کردہ ام تا بحدی کہ وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید- نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گذاشت- ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد- چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند- اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان شخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرّم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ بُرہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پہلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی بناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم ز ماہ محرّم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیح گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار۔ شخص یمین بہ شخص یسار گفت

"کَیْفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَہْ" او جواب داد "اَتَہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلُہٗ" ۱۱۶۴

چون با فاقہ آمدم شبہ کہ درخاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخے برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر و تبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد۔

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالیٰ مولد او مکّہ معظّمہ است نزد **شیخ تاج الدّین مکّی** و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ و در استقامت دین و سلوک جادۂ شریعت جدّ و جہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در **طائف** با او ملاقات دست داد و بعد ورود **ہند** باہم صحبتہا اتفاق افتاد

ذات بابرکات بود روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین و مائتہ و الف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربت شہادت چشید۔

مدفن او میدان جنگ سرزمین **لکریت پلی** بفاصلہ یک فرسخ از موضع رائچوتی و یک فرسخ از درہ کمار کالوہ کہ درہ ایست مشہور در نواحی کرپہ۔

راقم الحروف گوید

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ قَضٰی نَخْبَۃٌ عَالِمٌ مَاجِدٌ ۱۱۶۴

نواب نظام الدّولہ نوبتے در ارکات بشکار آہو ئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند نواب با حُضّار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند کہ شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پُرسید چہ باید کرد گفتم نقلے بیاد آمدہ - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد - ضابطہ است کہ ہرگاہ شخصی را می خواہند بقتل رسانند استفسار مے کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن - اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند - چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم بعرض پادشاہ رسانیدند درجۂ قبول یافت - و اسیر را دربارگاہ حاضر ساختند - و استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر - وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید کہ گنہگار را واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام پادشاہ ازین حُسن ادا مسرور شد و او را امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت کردہ است - پیشتر ہرچہ مرضی مبارک باشد

نواب لب بہ تبسّم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا جلالِ اسیر حرف بامزہ می گوید ؎

مزۂ کباب آہو نمکِ خلاصی او اگر ازمیِ مروت قدحے چشیدہ باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دورِ قہوہ درمیان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت - یکے از ساداتِ مدینہ منوّرہ خالی ذہن با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چہ میفرمایند گفتم - غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید - و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رسانید -

روزے درعرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و با ہم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد کہ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الاِسْلَامِ سُلْطَانُ الوَرَیٰ اَلْقَاهُ فِی العَیْشِ المُخَلَّدِ رَبُّهٗ
حَازَ المَنَاقِبَ وَالمَاٰثِرَ کُلَّهَا حَبْلُ الوَفَاءِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت و رباعی که در استعانت سفرحج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاء طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و درلجهٔ غزل طولانی آبدار بنظم می آورد - روزے از علوم ‌اج خود حرف زد که هرگاه غزل در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او نسخهٔ دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله دمِ شمشیر توؤ گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکری نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه ماناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت ازو در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست که شبنم آینه بر روے آفتاب شکست
ای دل ز زلف یار مدد میتوان گرفت سررشتهٔ زعمر ابدے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فال سفر زند　　از چشم مستِ یار بلد مے توان گرفت

ای شوخ هوائی مفگن تیــر نگه را　　این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن

مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم　　توگر از حُسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم

از گلِ گوشۂ دستار تو خود مے لرزد　　قدِ او تازه نهالی است که من مے دانم

بعد شهادت نواب **نظام الدوله**- افاغنه و نصاری **هدایت محی الدین خان** رابسرداری برداشتند- و افاغنه در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از هدایت محی الدین خان نوشته گرفتند- **هدایت محی الدین خان** با افاغنه بپهلچری رفت- و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاه نصاری همراه گرفته عازم **حیدر آباد** شد- و برسر **ارکات** عبور نموده در ملک افاغنه در آمد- قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدوله** آماده ساخت- و در دل هدایت محی الدین خان و افاغنه غبار نفاق برانگیخت- روزی که در سرزمین **لکریت** پلی مخیم شد ناخوشی طرفین به اعلان رسید- و عائد پرخاش شد- از یک طرف **هدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنه مستعد شده صف آرای قتال گردیدند **همّت خان** و دیگر سرداران افاغنه بقتل رسیدند- و کار هدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے که در حدقۂ چشم رسید آخر شد- اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ** بن **آصفجاه** راسردار ساختند- و سر همت خان و دیگر سرداران افاغنه را بر نوک نیزه کرده و شادیانه نواخته داخل خیام گردیدند-

و این سانحه هفدهم ربیع الاول سنه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۴) واقع شد- خون نواب شهید طرفه گیرا افتاد کسانیکه با نواب شهید به دغا پیش آمدند- همه به سزا رسیدند- و بعد شصت روز این همه قاتلان در آن واحد مقتول گردیدند ؎

دیدی که خونِ ناحق پروانه شمع را　　چندان امان نداد که شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکہ برداشتہ در صحرای لق و دق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند و تابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ و بعد شام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خودرا زیرزمین فرستاد و بعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَار

و ہرجا در اثناء راہ تابوت اورا گزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند و نیازہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القا شد و در رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت	محشور با جناب حسین ابن فاطمہ
تاریخ خواستم ز برای شہادتش	ارشاد کرد پیر خرد۔ حُسن خاتمہ

از جملہ سرداران افاغنہ کہ با نواب شہید طریق دغا پیمودند عبدالمجید خان است کہ جدش عبدالکریم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ و اولاد او تا حال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناتک می پردازند۔ عبدالمجید خان پسر خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یاور خان دررکاب نواب فرستاد امّا بالمنا پسر خود و دیگر سرداران افاغنہ را براہ غدر دلالت می کرد و منصوبۂ شطرنج دغا غائبانہ می باخت۔

و ہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبدالکریم میانہ مذکور بود۔ و داؤد خان پنی کہ با امیرالامرا حسین علی خان بے وفائی کرد و جنگیدہ کشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن در عہد شاہ عالم بہ ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت بہ داؤد خان پنی مرحمت شد۔ داؤد خان برادر خود ابراہیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد۔ وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراہیم خان را بہ فوجداری کرنول مامور ساخت۔ ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراہیم خان است۔

درجنگ انتقام ہمت خان و دیوان او امانت اللہ خان کہ تخم این ہمہ فساد کشتۂ او بود و بہلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواہان از طرفین بیاسا رسیدند۔ وچون لشکر بر سر کرنول آمد شہر را غارت کرد و اہل و عیال ہمت خان ہمہ بہ اسیری در آمدند۔ و از شامت عملی کہ ازان بے ہمت صادر شد جان و مال و آبرو ہمہ بر باد رفت۔ حالت دنیا خود این است مآل عقبی چہ خواہد بود۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

وحسین دوست خان عرف چندا ہم بہ تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزہ رسیدہ۔ تفسیر این مقال آنکہ محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شہادت پدر قلعہ ترچناپلی را قائم کرد۔ چون طرۂ پرچم رایات نواب نظام الدولہ عرصۂ ارکات را معطر ساخت محمد علی خان آمدہ دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت۔ و بعد شہادت نواب نظام الدولہ پناہ بہ قلعہ ترچناپلی برد۔ درین وقت ریاست ارکات بہ چندا کہ در پہلچری نشستہ بود عائد شد۔ و ہمان جماعۂ نصارای فرانسیس کہ بر نواب نظام الدولہ شبخون آوردہ بودند ہمراہ گرفتہ با فوجی دیگر بر سر ترچناپلی رفت۔ انور الدین خان[۱] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیوناپتن را با خود متفق ساختہ بمقابلہ بر آمد۔ چندی آتش حرب شعلہ خیز بود۔ آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زندہ دستگیر شد و غرۂ شعبان سنہ خمس وستین

---

[۱] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است کہ بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشتہ۔

ومأتہ والف (۱۱۶۵) چندا را مذبوح ساختند وسرش را بر نوک نیزہ کردہ تشہیر نمودند وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار ویکصد فرنگی سفید پوست ولایت زاسوائے فرقہ کاروی زندہ دستگیر شدند

وبعد شہادت نواب نظام الدولہ جماعتی کہ شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔

(۸۶) نصرت[۱] ۔ دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاہور۔

میر عبدالعزیز پدر دلاور خان نوکر شاہزادہ داراشکوہ بود۔ بعد برہم خوردن داراشکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت ورفتہ رفتہ بمنصب دوہزاری وخطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است ازدواج یافت۔ ودر عہد شاہ عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔

وچون صوبہ داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت او رخت بہ دیار دکن کشید۔

وچون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچور از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولت سادات بارہہ واستقرار نواب نظام الملک در ممالک

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹ وتاریخ الافکار صفحہ ۴۳۴

دکن با نواب بسرمی بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) بہ سرا بُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا — دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا

مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است — کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود — این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود

بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند — چہ می شود دلِ ما را اگر بما بخشند

نیست ممکن کہ بری تو دمے خواب مرا — می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا

چشم پوشیدہ توان کرد سفر — چہ قدر راہِ فنا ہموار است

شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین — گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

بر زمینی کہ او بناز نشست — خاک بر سر گر آسمان نشود

بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا — نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد

روز بد یاری نمی آید ز یاران دیدہ ام — سایہ ہم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویا ے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۹) بپیمانۂ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع بر آورد کہ؎

"گنج معنی بود کرد اخلاک در زیر زمین"
۱۱۳۹ھ

شعلۂ آوازش چنین می بالد؎

بہر حالت کہ می بینی زعیب سرکشی پاکم
چو لای بادہ گر در عالم آبم ہمان خاکم

نہان کرد است صیاد من از راہِ فسون سازی
چو تخمِ عشق پیچان دا مہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف و شاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ د بہ کہنہ شراب نازہ گوئی دماغہا را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱۵۶ھ

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد
چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد

ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را
سوختم تا در غم او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعراست۔ منشأ خیالاتِ رنگین و مصدر اشاراتِ دلنشین۔ از وحشت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سهرندی بود قدس الله اسرارهم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبش به زبیر بن العوام صحابی رضی الله تعالیٰ عنه مے پیوند دو اسلام خان که به وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیده از اجدادِ اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاه یکی از اسلاف او از گجرات به دار السرور برهان پور نقل کرد۔ شیخ سعد الله از برهان پور برآمده رحل اقامت به دار الخلافه شاهجهان آباد افگند۔ و به اراده سیاحت هم برغاست و وطن اجدادی یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت

و در همین مصر بیست و یکم جمادی الاولیٰ سنه احدی و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۱) متوجه روضهٔ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاهدِ سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است نظر به آئنه کن شیشه و پری این است
گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت جانم ز دست بُرد غزالانه دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبه خوشاب از اعمال لاهور توطن داشته اند۔ پدرش اله یار خان به صوبه داری لاهور و تته و ملتان رسید و آخر سالها به فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عهد خلد مکان صوبه دار تته شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نهایت جودت مے نگاشت۔ و تصویر در کمال تحفگی می کشید۔ و اقسام شعر بقدرت می گفت۔

در سنہ تسعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعاے مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسن تعمیہ برآوردم ؎

خانِ والا رتبہ احمد یار خان	ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان	زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر	ماتم او ساخت دلہا را دونیم
چونکہ یکتا[۱] رفت۔ شُد تاریخ او	جای احمد یار خان بزم نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستۂ حسن" و "شہر آشوب" و غیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دوتا شدیم و قرار داد کہ باہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت برلب زد۔ ہرچند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ برزبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[۱] ای ہرگاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بربن معنی گواہیم آفرین ما   کہ احمد یار خان یکتا ست یکتا

و دیگرے این مصراع ثبت نموده

"گوہرِ یکتاست احمد یار خان[1]"

این چند بیت از ان غزل طرحے است ؎

تا خطش طرح جہانگیری کاؤسی ریخت   لشکر زنگ چو رومی بسرِ روسی ریخت

بامیدیکہ شود جلوہ گر آن سرو روان   خاک شد جبہہ و در راہ قدمبوسی ریخت

سرمہ آلود نگاہی کہ بیادم آمد   کہ سر شک شفقی از مژہ ام طوسی ریخت

بردرِ بتکدہ از نالۂ زارم ناقوس   ہمہ تن اشک شد و در برِ ناقوسی ریخت

شمع از اشکِ رخش بوقلمون سوخت بہ بزم   جای اشکش ہمہ خاکستر طاؤسی ریخت

ازبسکہ سراپا زغم عشق تو داغم   چون کاغذِ آتش زدہ یک شہر چراغم

چہ پرسی از سروسامانِ من عمریست چون کاکل   سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردوشم

(۹۱) شہرت۔ شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشہ۔ و اطباء حذاقت پیشہ است۔ اصلش عرب بود۔ در ایران نشو و نما یافتہ۔ آخر سرے بہ ہند کشید۔ و در سرکار محمد اعظم شاہ بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد۔ و در عہد شاہ عالم باعزاز و احترام بسر می بُرد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت۔ و در عصر محمد شاہ احرام بیت اللہ بست و بعد ادای مناسک بدرگاہ خلافت معاودت نمود۔ و بمنصب چہار ہزاری سر افتخار بفلک چہارم رسانید۔

[1] تاریخ الافکار صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مدراس ۱۸۸۳ء۔

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۹)
اتفاق اُفتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانہ شیخ حُسین | گوی معنی ز نکتہ سنجان بُرد
ہاتفے از برائے رحلتِ او | سال تاریخ گفت۔ شہرت مُرد
۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید وازانجا بتحریر در آمد ؎

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم | مالوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت تمنا دارم ونی نام مے خواہم | فلک گر واگزارد یکنفس آرام میخواہم
نالہ پنداشت کہ در سینۂ ما جا تنگ ست | رفت وبرگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ ست
ای گل سرکوی تو جدا از وطنم کرد | من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شو تا در فروغت روز عالم بگذرد | یکنفس دم را غنیمت دان کہ این ہم بگذرد
مرا زلفت ز دام آزاد خواہد کرد مے دانم | ولی بعد از رہائی یاد خواہد کرد می دانم
مفلسی می آورد از زیادہ دستی حاتمے | ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را | بد مستیِ عزیزان ہشیار کرد ما را
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مہلتے | در شکستِ نقدِ قلبِ خود ندارم فرصتے
پس از عمری کہ کردم ہمچو قمری خدمت سروی | براتی دارم و بر عالم بالاست تنخواہش
غیر در بزم شکستم نکند پا قائم | زانکہ من خاصیتِ ریزۂ مینا دارم
بر یکدگر زیادتی از بسکہ می کنند | این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
بہ قاتل ہم توان بخشید خونِ خویش گر مردی | نۂ کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکہ پیش از من بعیبِ کار من | دستری دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرۂ من گرچہ گوہر شد ز سعیِ روزگار | کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اہل دولت غلط است اینکہ ہمہ بی دردند | ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

ای کہ می گوئی کہ از صحبت گریزانی چرا — در بساطِ عمر ضائع کردنی کم ماندہ است

بغیر ظلم توقع مدار از ظالم — کہ نخل شعلہ اگر بار می دہد شرر است

کدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند — برای مردم گم گشتہ خضرِ راہ کہ دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب بہ اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص بہ والا است کہ از امراء درگاہ خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ وسیّار سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چندگاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دار الخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسرے بُرد

و دواز دہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بربست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخۂ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بہ مشقت تمام این ابیات حاصل شدہ

تا تماشایِ دہانت کرد حیران غنچہ را — شاخِ گل دستیست در زیرِ زنخدان غنچہ را

مرد ہر دم قطعِ اسباب معیشت مے کند — ہر چہ می اُفتد بدستِ تیغ قسمت مے کند

قسم بمصحفِ گل عندلیبِ باغ تو ام — بمرگِ شمع کہ پروانۂ چراغ تو ام

بند درقیب پیش تو بر خود نیاز را — چون نامقیدے کہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن | صورت نمی پذیرد از دست خلق رستن

صیاد بی مروت شوق طپیدنم گشت | تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانۂ نه نشستم بغیر خانۂ خویش | شدم برنگ نگین سنگ آستانۂ خویش

غنی در آتش سوزان همیشه چون حمام | عذاب می کشد از پهلوی خزانۂ خویش

شمع افروخته را کس نفروشد ثابت | داغم و گرمی بازار ندارم چه کنم

این تیر خاکی نگہ شرمگین او | می جوید از مزار شهیدان نشان ما

چون ماهی تصویر که در آب بیفتد | در جلوۂ معشوق شود کم اثر ما

همچو گردی که بلند از اثر قافله شد | داد بر باد فنا رفتن یاران ما را

خواب دیدیم که آئینہ معارض بتو شد | می کند صورت این واقعه حیران ما را

شبنم من خوردۂ گل را نه بندد در کمر | آبرو غافل ز فکر سیم و زر دارد مرا

یافتم از سلام مردم هند | سرسری بود آشنا یها

چشم بیمار ترا حاجت تعویذی نیست | هیکل ناخن شیر است صف مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردۂ جان عزیز | خوردہ گیران بر نمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس بخواهم داشت چشم از قامت سبزان | بود تا در سواد گلشن هندوستان جایم

هست چون سبحه بهم ربط عزیزان جهان | نه یکی ماند ازین سلسله بر جا نه صدی

عکس رخ تو آینہ را رونے دہد | تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکت قدس شهنشاه حسین | بر اوج سپهر کبریا ماه حسین

برخاست کمر بسته پے دعوے حق | انگشت شهادت ید الله حسین

(۹۳) رائج۔ میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوت من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود- و در شهر خود قلندرانه مے گذرانید- و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت- گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد-

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود- و عبور بر سر لاہور اُفتاد- دران ایام عزیزی از سیالکوت از صحبت او آمد و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد- و برخی از اشعار میرزہ آورد و فقیر ساخت ازان جملہ است ؎

روز وصل از بیم ہجران تو ام گریان گزشت | آہ عید آمد پس از عمری و در باران گزشت
چہ سان آموخت بیرحمانہ بر فتراک سر بستن | ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر با حق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری | ستون و سقف درویشان ہمین دست دعا باشد

(۹۴) آفرین - فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت- راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد- بسیار خوش خلق متواضع بود- در ان ایام قصۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند- این بیت از قسمیہ بیاد ماند ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد | کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم و ہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) وارد لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد- ملاقات مشارٌ الیہ برات واقع شد- مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت- و از منظومات خود مثنوی "انبان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود- عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید صبح شد صُبح نمازِ توحید

صبح یعنی کہ ظہورش ہمہ جاست شش جہت سجدۂ خورشیدرواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد- و این چند بیت فرا گرفتہ شد ؎

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد فلک را شیوۂ عاجز کشی زیرو زبر دارد

شہ سپاہ تغافل پیٔ صف آرائی است نقیب نالۂ صدائی کہ اشک مجرائی است

ہنوز حسنِ تو نومشق جلوہ پیرائی است ہنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است

ہنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دہد ہنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است

ہنوز سرو قدت گرچہ گرد آغوش است ہنوز لعل شکرخا در آستین خائی است

ہنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است ہنوز ماہ تو ایمن ز داغ رسوائی است

نہال مہر و وفا تا چہ بار سے بندد بہار حسن ترا آفرین تماشائی است

بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکین محتاجان نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوہِ عجزِ عشق شمع می لرزد بخود از شوخے پروانہا

گلِ آفت بود در ناتوانی خودنما بودن عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را

داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونمے شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمّالہا

ہست کار عاشقان بعد از فنا ہم جذب دوست تشنگی بسیار دارد آنکہ ماہی خوردہ است

بزورِ ہزل زبردست من شود حاسد چنانکہ طفل پدر را بخندہ زیر کند

بجردِ حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را قبایِ بیضہ برتن می درد مرغی کہ کامل شد

مردِ حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست عزتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزدور را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعموری

(۹۵) روحی ۔ سید جعفر رنبیرپوری

رنبیر براء مہملہ دراول وآخر ونون وباء موحدہ ویای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ وسید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ ودر قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید ویکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع رنبیرپور وارد شد ورحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ ودر توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ را خدمت کرد وفیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیرپور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہ مے رسید وغنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

ودر عہد شاہ عالم بہ شاہجہان آباد تشریف بُرد۔ وچندی بسیر آن مصر جامع پرداخت وباصاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالیٰ صحبت داشت۔

درا واخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا وتوکل کشید۔ وعرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار باو گرویدہ بودند وازروی اعتقاد صادق خدمت بجاے آوردند۔

فقیر وآن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ ودوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخر این است کہ در تاریخ ہژدہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشان اتفاق اُفتاد۔ آن روز در انجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبد الرضا متین اصفہانی و آقا عبد العلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبر آبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت۔

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) بحظائر قدس اُنس گرفت۔ و در زنبیر پور مدفون گردید۔ کاتب الحروف گوید ؎

سیدِ نکتہ سنج حق آگاہ ۔۔۔ کرد آہنگ بزم سبوحے

سال تاریخ او شود پیدا ۔۔۔ وقت تکرار۔ جعفر روحے

۵ ۷ ۷
۲
۱۱ ۵ ۴

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند ۔۔۔ چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند۔

گشت چشمِ تو ولی فتنۂ قامت باقی است ۔۔۔ نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است

اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را ۔۔۔ کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را

از عدم بیداریِ دل ہست رہ آوردِ ما ۔۔۔ آب چشمِ خفتگان چون صبح باشد گردِ ما

چو ماہِ نو کمندِ جذبۂ حسن است ہر مویم ۔۔۔ بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم

زنیضِ مفلسی قیمت فزاید اہلِ جوہر را ۔۔۔ لباسِ غیر عریانی نہ زیبد لعل و گوہر را

عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند ۔۔۔ سنگ گر سدِّ رہم گشت نگہ باز نماند

صاحبِ دل از شکوہِ حرف و صوتم محرم است ۔۔۔ چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است

کے رو سیاہ کردم از منتِ سوادے ۔۔۔ حرفم زخود تراود چون خامۂ فرنگی

شگفتہ جبہہ کدام آفتاب مے آید ۔۔۔ کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید۔ قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست۔ در عنفوان جوانی از ہمدان بہ اصفهان آمد
و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد
و در عهد خلد مکان بہ ہندوستان رسید و بہ عطای منصبی امتیاز پذیرفت و
در عهد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید۔ و در زمان محمد معزالدین
بتقریب خدمتے بہ دار السرور برہان پور آمد۔ و در ایام ایالت امیر الامرا سید
حسین علی خان از خدمتے کہ در برہان پور داشت معزول شدہ بہ خجستہ بنیاد
رسید و بہ داروغگی احتشام کرناتک مامور گردید۔ و باین تقریب بہ ارکات رفت و بعد
چندگاہ رفاقت مبارزخان ناظم حیدرآباد اختیار کرد۔ و در روز جنگ با مبارزخان
حاضر بود۔ بعد کشتہ شدن مبارزخان در قید نواب آصف جاہ اُفتاد۔ و غزلے
طرح کردہ بجناب نواب ارسال داشت۔ نواب شفقت فرمود۔ و بہ مزید عنایت و
بحالی جاگیر مرہے بر جراحت گذاشت۔ و حراست قلعہ منی مرک از توابع کرناتک
کہ الماس از سواحل دریای کشنا برآوردہ در انجا درست مے سازند۔ تفویض فرمود۔
قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت۔ و بعد تحصیل زیارت
مراجعت نمود۔ نواب آصف جاہ بدستور سابق مورد الطاف ساخت۔ و چون نواب
آصفجاہ در سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان
در رکاب نواب بہ شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود۔
درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد۔ خوش خلق رنگین
صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت زا بودن خوب می دانست و می گفت
و چون نواب آصف جاہ از سفر بھوپال بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان ہمراہ رفت وازان وقت در دارالخلافہ بار اقامت کشاد ودر سنہ تسع وخمسین ومائتہ والالف (۱۱۵۹) درانجا جہان فانی را وداع نمود معجز اوراق گوید؎

خان سخن گستر سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان

سال وفاتش دل نالان من — یافتہ ۔ جان ۹ دادہ قزلباش خان ۱۱۵۹

ازو منقول است کہ روزی پیش ذوالفقارخان بن اسدخان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم ۔ ذوالفقارخان درجواب گفت دنیا را بامید خوردہ اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند ۔

این چند بیت از دیوانش نقل اُفتاد؎

زمانہ برسر جنگ است یا علی مددے — وگرچہ وقت درنگ است یا علی مددے

روشن شود بہ پیش توچون شمع سوز من — یکشب اگر توہم بنشینی بروز من

خوشا وقتی کہ می بالید از جانان برو دوشم — برنگ ماہِ نو ہر شام پری گشت آغوشم

گشت روگردان زبس آبادی ازویرانہ ام — چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام

خدا ناکردہ اندوہت چرا نہ دوستان باشد — شنیدم کلفتے داری نصیب دشمنان باشد

بدشمن دوست ۔ بامن سرگرانی بارہا گفتم — نمی خواہم چنین باشی تو میخواہی چنان باشد

بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر — کلید روزیِ استاد قفل گر قفل است

سر گشتگی بطالعم ہست — بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر ۔ شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی ودخترزادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است قدس اللہ اسرارہما نخست احوال این دونیر اوج کمال برساحت قرطاس پرتوے اندازد وسواد

کتاب را بہ لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سرحلقۂ خلفا حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب دری اوج ہدایت بود و فضائل صوری و معنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود و غیر بنی الخلفا است۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین والف (۱۰۳۸) دست داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان ملا عبد السلام دیوہ است و مولانا نور الدین جعفر جونپوری و دیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ فائز گشت و نعمت و برکت محمدیہ فراوان اندوخت و بہ اجازت و خلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص و عام عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی و فارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت

بود- و جواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسن دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو و نما یافت- و از بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود- و مدتہا مدارج سلوک در نور دید- و بشرفہ کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت- و بعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت و قبولی عظیم یافت و خوارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت و کمال تبحر-

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۴) در جوار رحمت آسود و آیۂ کریمہ "لقد رضی" تاریخ است- مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فعززنا بثالث زیب سجادۂ ابوین و فرع آسمان سای اصلین طیبین است- صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ- اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری- میزان عدل نقلیات- برہان نقد عقلیات- تشرع بدرجۂ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت- بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید- در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ اوسے پیوستند- شیخ از ماکولات و ملبوسات خبر ہمہ مے گرفت- و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت-

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود- و کتب تحصیلی مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سرہ سند نمود۔ جوہر فہم و ذکای او از بس عالی اُفتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمامتر می رسید۔

جدا مجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی کرد۔ مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدّر حدود سنہ اربع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد وارتباط بدرجۂ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت۔ والحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

و عمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّرہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مأتہ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش آن جهاز ما رسیده بود استماع یافته برلب دریا چشم در راه انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدهٔ نیاز بر آستان رب العزت تعالیٰ شانهٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنه احدی و خمسین و مأته والف (۱۱۵۱) برجهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنه اربع و خمسین و مأته والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت۔ و رخت کوچ از اله آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادهٔ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چهارم محرم سنه خمس و خمسین و مأته والف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرہتہ دکن که از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد۔ بیست و نهم محرم سنه خمس و خمسین و مأته والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپها آتش حرب اشتعال گرفت۔ هنگام نماز عصر گوله توپی تختهای بسیار متابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے به فقیر فرستاد در انجا می نویسد که :-

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید کلمه بخوانید۔

" ما هم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبهای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل

" موعود۔ اندکی توقف دیدیم بار بار مقید مے شدم که کلمه بخوانید۔ اول سخن که از ایشان سرزد

" این بود که می خوانم و به این نهج مے خوانم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

"علیہ وسلم گفتم بخوانید ہمین بکار مے آید - باز گفتند خوب شد آنچہ شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبہ - متبسم شدند - غالباً بیاد حدیثے کہ در فضل موت روز جمعہ و شب
"آن وارد شدہ در تبسم آمدند - والاکرام وقت تبسم بود - باز گفتند من نماز عصر نخواندہ ام مرا
"تیمم سازید - بہ تیمم نماز عصر بر پشت غلطیدہ خواندند بدستور مغرب و عشا - تمام شب پیش
"ایشان نشستہ بودم کلمہ مے خواندند - درمیان حرفے ہم می گفتند - یک یک رفقا را طلبیدہ
"استعفا کردند و کلمہ خوانان شب را بآخر رسانیدند - ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد
"می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نے شود - مزاجی کہ سابق داشتم دارم این چگونہ زخم است
"کہ اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست - وقت صبح کہ بہ نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم - بعد از نماز دیدم انتقال روح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشۂ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و نماز خواندہ بدریا سپردیم - باوجود آنکہ آب ساکن بود
"و ہوا غیر متحرک - جثۂ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت - تا بدن مبارک ایشان بر جہاز
"بود و جہہ جہاز جانب مکہ معظمہ بود - بعد از ان علیم جہاز را تا بفں گردید نزحے شدن امیر غلام حسن
"روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵ھ)
" انتھی المکتوب ملخصا -

میرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافتہ ؎

"شہید شد بہ رہِ کعبہ سید سندم"
۱۱۵۵ھ

د محرر کلمات شرارے از آتشکدۂ دل بیرون مے دہد رباعی

تارِ نفسم گسستہ شورم بردند | بازوی مرا شکستہ زورم بردند
داغ است دلم کہ رفت نورِ بصرم | تارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظہور این سانحہ شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاہدہ افتاد کہ بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت - و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواندانداخت - برادر شہید باسامان طریق و فراوان رفیق جادہ پیما شد و
بندہ تنِ تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد
کہ طوفان حوادث خاکِ او را بر باد فنا داد - و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش
امن و امان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ
بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ
اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ -

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سرآید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم ترا یا دست من یا خون من در گردن امشب

ازین دو صورت اول نصیبِ ماشد و ثانی نصیبِ شہید مرحوم - و او را رُتبۂ دیگر عظیم تر
حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رُتبہ حاجت بشرح ندارد

القصہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین
گرفتہ بہ بندر بسبی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوائے از
جانب خود دادہ از بسبی بسورت رسانیدند - و اشیا و اسباب ایشان را جز صندوق
کتب ہمہ را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در
ماہ صفر سنہ ست وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست - قضارا
جہاز بہ تباہی شد - و بہ کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم
کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید - و ببیست و دوم رمضان سنہ ست وخمسین و مأتہ والف
(۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان
عطف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید۔
برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:۔

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف
"آوردند۔ فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد وبعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم
"وبعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ صادق برآمد۔ ومیرزا خان جانان
"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت۔ ششم رمضان سال مذکور
"نقل مکان بخانہ فقیر کردند۔ ہشتم منہ رخت کوچ بر بستند ودرہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند
"وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند ودر ماہ شوال سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) از
راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ ازانجا در جہاز نشستہ سرے بحرمین کشد۔ و در
عظیم آباد ومرشد آباد ودیگر امصار سرراہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بندر
ہوگلی بر جہاز نشست۔ تضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست
سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاٹگام کہ منتہای دیار شرقی
عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد وبہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاٹگام
گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سرراہ نذور
فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصد شاہ جہان آباد کرد
وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومأتہ والف (۱۱۶۲) واصل آن شہر
شد۔ وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت وباز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر
بست۔ ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ وغرۂ شعبان
سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را درراہ بیت اللہ فدا ساخت

تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" است وتاریخ انتقال " زوال خورشید" عمرش چہل وچہار سال۔

در حالتِ مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبداللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبرمرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب ازین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بردلِ یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شد ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

بباغِ عاشقی از میوہ وگل نیست سامانے	کنم بادام ونرگس را فدائے چشمِ گریانی
آئینہ باصفائی رخت روگرفتہ است	گل پیش آن دہن دہنِ بو گرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او — مژگانِ چشمِ یار بود سیر گاہ او

برمیان برزدہ دامان زکجاے آئی — مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی

حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را — گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را

مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارے — عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است

مرا از آمد ورفتِ نَفَس روشن شد این معنے — کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدباری گردد

دنیا عزیز کردۂ دنیا طلب بود — از التفات شوی بود قدر زن بلند

کنند گور پرستان زیارتِ زاہد — کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است

بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے — ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش

درگلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم — آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ — از چار اصول دین خبردار نۂ

در طبع تو این چہار عنصر باہم — تا ہست باعتدال۔ بیمار نۂ

رباعی

گر تن بہ بلاہای قضا نتوان داد — ازکف سر رشتہ رضا نتوان داد

در ہرچہ نشد مگو چنین بایستے — تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی۔ شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است۔ کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود۔ و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت۔

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل او را در خورد سالی مرید گرفت۔ و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحیی حواله نمود- و بعد فوت پدر والاگهر بر مسند آباء کرام مربع نشست-
و طریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود-

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود- حیف که در ریعان جوانی آن شجر سایه
افگن از پا اُفتاد و این حادثه بیست و یکم جمادی الاولی روز چہار شنبه وقت نماز مغرب
سنه ثلث و ستین و مأته و الف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضه منورۂ شیخ محمد افضل
جد خودش مدفون گردید-

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیه و شیخ اسد الله غالب که ذکرش می
آید- مے گوید ؎

افضلی شیخ کامل و غالب — آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۀ — آه رفتند ہر دو زین عالم
۱۱۶۳

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت- صاحب دیوان است ؎

صفای خاطر روشندلان ہمین سخن است — چو صبح صافی آئینه ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد — چون نگین در حلقه خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد — که صافی تر کند گرد یتیمی آب گوہر را
لب گزیدۂ اغیار را چه بوسه زنم — عقیق کندۂ نام دگر چه کار آید

(۹۹) غالب- شیخ اسد الله

دخترزادۂ شیخ محمد افضل الٰه آبادی است و برادر خاله زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی
اصلش از جونپور است- جد کلانش سجاده نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد
علامة العصر ملّا محمود جونپوری بود- غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت- جوان
صاحب استعداد شایسته بود- ہمیشه رگ خامۂ سخن ریز را بنشتر اندیشه مے کشود-

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ متقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید | فی الحال مہ زفلک گشت پدید
ازبسکہ فزود عشرت از آمدنش | ماہِ رمضان برای من شد مہ عید

اواخر ایام زندگانی بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

ازافکار اوست ؎

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش | برنگ زلف خوبان بی صدا افتادہ زنجیرش
گذر از کوچہای تنگ کوصاحب دمانان را | نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سپر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن | سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یاد ابرو مے برم | تیغ قاتل رہبر و ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہرجا سرمہ را نازم | عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما | دامن بوتراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکراللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ؎

"برسپہر سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکہ سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی که از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و لقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را در عقد ازدواج او در آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار دعاس زی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر بُرد۔ انجام کار در حیدر آباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[1]۔

در شعر زبان خوبی دارد۔ و مضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان محوز بخط خودش بنظر در آمد و این چند شعر فرا گرفتہ شد ؎

کو ساغرِ مے تا دمے از ہوش خود افتم | مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک بخاک رساند غرور ما | کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسانِ شیشۂ ساعت رفیقِ کار پیدا کن | بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جہان قائم از ان ذات یگانہ | برپا جو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد | کہ زخم کہنہ را خاکسترِ عقرب دوا گردد
ز دونان کی بجود در ماندگان را کار کشاید | گرد امکان ندارد باز ز انگشت پا گردد

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵، ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را | ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگلزار محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم | کہ عمرم جملہ صرف اجتماع دوستان گردد
سراز مضمون آن زلف سیہ بیرون نمی آرم | کہ در چشمم چو مکتوب مرکب خوردہ مے آید
تسکین دل ز صحبت روشندلان طلب | آئینہ بیقراری سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفتر ایام | کہ خود بخود ورق این کتاب مے گردد
مے زداید چو نگین سجدہ سیہ روئی را | کاش پیشانی خود وقف زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بہر صورت کہ ہست | کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
چون درختی کہ زہر شاخ دہد ریشہ بخاک | در سجود تو زہر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم | بفشارم لب ساقی و بہ پیمانہ کنم
رتبۂ شخص فزاید ز صفاے باطن | چون نگینے کہ گذارند ورق در تہ او
درین چمن بچہ اُمید خوش کنم دل را | چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے
پنبہ را از ضعیفان کار سنگین برنے آید | کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والد او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آباء و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان وعشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل برزد۔ وعلوم عقلی ونقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ وبعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان وقم وکاشان وسائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضاً عراق عرب را سیر نمود وپیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاه نطاق عزم بگلگشت ہندوستان بربست۔ و در سنہ تسع واربعین ومائة والف (۱۱۴۹) از بندر بصره به بندر سورت رسید۔ و ایامی ددین شہر توقف نموده از راه دریاسری بدیار بنگالہ کشید و در سایۂ عاطفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ بصیغۂ مصاحبت مدتے بسر برد۔ وبعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبہ دار او دلیسہ برگزید۔

وچون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میر ہم مرافقت نمود وبعد چندی از مرشد قلی خان جدا شده در ظلال مرحمت نواب آصفجاه خدیو کشور دکن مدتے روزگار گزرانید۔

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاه برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشۂ انزوا گرفت وبایکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نموده بتاہل پرداخت۔

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاه سنہ ستین ومائة والف (۱۱۶۰) با میر ملاقاتہا مستوفی دست داد۔ بعد از ان در سنہ خمس وستین ومائة والف (۱۱۶۵) در ورود فقیر بہ حیدر آباد صورت بست و دیده وا دید مکرر بعل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران۔

سہ بیر کلک اقدس سامعہ ئی افروز دے

ظالم از عربده بار ستم خویش کشد	عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد
نباشد خودنمائی مردم افتاده از پا را	کہ رنگینی نباشد سایہ گلہاے رعنا را
عمر بہیچ مے رود رحم و جفاے یار کو	وصل سبک عنان چہ شد ہجر گران دقار کو
نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست	خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست
رخنہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد	این کمان ازبسکہ یکجا ماند آخر خانہ کرد
پرتو خورشید را آئینہ سازد گرم تر	مہر کم را سینہ صافیہا فراوان مے کند

ریاضت در جهاد نفس باشد حربۂ مردان | خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقش بوریا گردد
سخت رویان فارغ اند از کاوش اہل جہان | در زمین سخت رسم کندن بنیاد نیست
دولت بے رنجگان سرمایۂ سنگین دلی ست | خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
تا چند بار خاطر دلہا توان شدن | یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزو ست

(۱۰۲) حزین ـ شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبش بہژدہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است ـ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد ـ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر تتہ رسید ـ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت ـ

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد ـ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد ـ

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دار الخلافہ دہلی شد ـ و قریب چہاردہ[۱۴] سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید ـ

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبر آباد وقفہ کرد و ازانجا بہ شہر بنارس شتافت ـ و بعد چندے ازانجا بہ عظیم آباد پٹنہ رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبع زاد بہ دستخط خود تواضع فقیر نمود ـ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون　　آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون

باشد بہ چمن ہر رگِ گل دام ہوسہا　　رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا

پیش از ظہور جلوۂ جانانہ سوختیم　　آتش بسنگ بود کہ ماخانہ سوختیم

ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد　　در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گذشتی　　گو مشتِ خاکِ ماہم بربادرفتہ باشد

دلم زوعدہ بر آتش فگندی و رفتی　　بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبدالرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول با نواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسر مے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزید۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

تو خطِ چہرہ نیاز است مرا　　در بر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو بر گرد سرش مے گردم   یک دورۂ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبرآبادی

از شعراء حال۔ و تازہ گویان خوش خیال است۔ قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عندلیبے می کند و بہ سنیاری ثعبان قلم باز ار سحر آفرینان می شکند۔
فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ بقلم آورد۔ مشارالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَا عمل نمود۔ و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ: ۔

"فقیر بخدمت میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبت شعر اتفاق افتاد۔ حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیۡحَہٗ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوۡحَہٗ منتہی می شود۔
و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عَطَّرَ ضَرِیۡحَہٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند۔
ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مائۃ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد۔ از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ۔ و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ۔ و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ۔ سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد۔
و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنہ اثنتین وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۲) بہ دار الخلافہ شاہجہان آمد و ازان وقت تا زمانِ حال درین شہر بسر می برد۔ و ہنگامۂ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رسالہ "موہبتِ عظمیٰ" درفن معانی و رسالہ "عطیہ کبری" درفن بیان۔ ہردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشتہ۔ و فرہنگ "سراج اللغۃ" بطور برہان قاطع و "چراغ ہدایت" دربیان لغات و اصطلاحات شعراء جدید کہ در کتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" مشتمل بر لغات ہندیہ کہ فارسی و عربی آن در ہند غیر مشہور است۔ و "شرح سکندر نامہ" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبۂ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر بر اشعار عرفی وغیرہ و نسخۂ "داد سخن" شرح قصیدۂ ابوالبرکات منیر کہ در اعتراضاتِ شیدا بر قصیدۂ قدسی محاکمہ نمودہ۔ و شرح گلستان مسمی بہ "خیابان" و تذکرۂ اکثر شعراء متقدم و متاخر کہ درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً و نثراً قریب سی ہزار بیت است

وبعد ازانکہ خط مشارٌ الیہ چہرۂ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازہ از شاہجہان آباد آورد و این ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو کہ چارۂ دل از سبو نمے آید ‌ ‌ ‌ کدام کار کہ از دستِ او نمے آید

چند چشمِ دوستی زین سادہ لوحان داشتن ‌ ‌ ‌ چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشتن

در ہوای آن پری رو چشم من پرواز کرد ‌ ‌ ‌ طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد

کجیئے نیست در طریقِ خدا ‌ ‌ ‌ بنگین راست می کنند دعا

محض معدومیم و در عالم ہویدا ایئم ما ‌ ‌ ‌ خوب اگر فہمد کسے تصویر عنقائیم ما

نماند ہمچو حنا ہیچ اختیار مرا ‌ ‌ ‌ سپرد بستہ بدستِ تو روزگار مرا

چو شبنم آبلہ پیدا بروی آن گل شد ‌ ‌ ‌ تماش حسن بہ بیند کہ چشم بلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند | از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند
دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود | عمر از شب زنده داریها دو چندان می شود
گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید | چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید
دلبران باهم آشنا مشوید | مبتلائیم ما شما مشوید
بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد | شراب میکده ام لذت گزک دارد
می کند ناز خطِ او نه دمید است هنوز | بید مانع است که نگش نرسید است هنوز
عرض بے طاقتی خود بچه انداز دهم | بشکنم شیشۂ دل تا بتو آواز دهم
وحشت آموزِ غزالانم من | شهر استاد بیابانم من
به بزم می پرستان خود نمائی شیخ کمتر کن | بسانِ شمله اسبابِ معیشت را بسر سر کن
شنیدم از رہِ دور آمد آن شوخِ فریبنده | شود ای کاش شمعِ محفل من ماه آینده
ندارد یاد ایام جدائی چشم مستِ او | حسابی نیست در پیشِ فرنگی سال ہجرت را
فریب خوش پسران خوردن آرزو رسم است | زروی تجربه گفت این چنین پدر ما را
شکسته پا بنشین آرزو بگوشۂ صبر | که شاه مملکتِ فقر چون تمر لنگ است
ہر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است | آدم آنست که او را پدر و مادر نیست
تغافل این همه رسم کجاست جان کسی | بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست
گرفت آن مہِ ہندی مہِ دگر دربر | دگر مپرس حکایت که چند در چند است
گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من | ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است
نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری | ساقِ سیمین دستۂ آئینۂ زانوی اوست
چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی | بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت
می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان | از بزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند
خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود | تو گاہی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا کہ بیت خود خواندم | چنانکہ بر سر کس خانۂ فرود آید

نمی فہمم زبانِ ترکی چشم سخن گویت | اشارتہای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد

نقش در عالم نشاند آنکہ سود عمر او | ہمچو خوش خط مہرکن در نیکنامی صرف بشد

دیدہ باشی گلِ شبنم آلود | گریہ را ہم دلِ خوش می آید

آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال | عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد

کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتان | سرو این باغ است دارِ عشق بیچاپان بیشتر

لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی | ای آینہ ما قدر تو نشناختہ بودیم

پامال کرد خونِ منِ تیرہ روز را | زانو سیہ سمند سواری کہ دیدہ ام

نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب | کہ در شکنجہ فتد چون شود کتاب تمام

ربود از دلِ عشاق بیحضوری را | غبار خط تو خاک شفاست پنداری

زنّار و تشقۂ ما بے سبحۂ نباشد | چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی

خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان | زمینِ شعر کجا حقِّ شفعہ داشتہ است

شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت | تو خود بگو کہ مرا آن زمان چہ باید کرد

واجب القتلی نخواہد بود زینسان در جہان | خونِ عاشق نیز چون شنجرف باشد کشتنی

آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور | حیف آن عاقل کہ ماند زندہ بے کیفیتے

ہر چند از وئیم و لیکن ہمہ اوئیم | مانندۂ فیلے کہ تراشیدہ ز عاج است

آن دو گیسوے سیہ بر ۔دی رخشان آرزو | شعر ہندی بودہ است از میرزا روشن ضمیر

پوشیدہ نماند کہ بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاستہ رخت سفر بہ دیار شرقی کشید- و در بلدۂ لکھنؤ آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ برخورد و بعواطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجہ سنہ سبع و ستین و مائة

والف (۱۱۶۷) درگذشت۔ آرزو با شجاع الدولہ خلف نواب مذکور کہ قائم مقام پدر شد بسر مے برد۔ و در جمادی الاُخری سنہ تسع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۹) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد۔ و در ہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش بگو۔ آن جانِ معنی آرزو رفت
۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر۔ میرزا جانجان سلمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است۔ و مشرق صبح آگاہی۔ شاہ مسند فقر و فنا۔ و مقیم آستان توکل و استغنا۔

نام والد ماجد او میرزا جان است از ینجا وجہ تسمیۂ او توان دریافت اما نام و تخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است کہ پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنی ؎

جان اول مظہرِ درگاہ شد جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجانان جاری شدہ۔ این اسم ہم معنیِ بلند دارد

فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل۔

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است۔ و بہ اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری۔ نو عروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازہ۔ و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلۂ آوازش آتش زنِ خرمنہا۔ و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر درآورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت نسخۂ ترجمہ این است

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب

"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مأتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو ونماے

"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد

"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ

"بہ شیر بیشۂ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأتہ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود

"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد

"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بردست ہمایون

"پادشاہ اتفاق اُفتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ ازان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ

"شعار مردم این خاندان بود

" میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور

"واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

"و این خاکسار از بدو طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت

"غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم

" بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد بتجرید و تفرید

" اختیار کردہ نان برخوان دو نان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی

"کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد وا می کند۔ چون نالہ اش موزون واقع مے شود احباب از راہ جوہر

"شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانی بر

سخن نچیده ـ زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است ـ ادبیحاته حسن خاتمه هم نصیب کند

ومن اشعاره

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام ‌ ‌ چون صبا بادفروشِ گل و ریحانِ تو ام

همچو سیلاب روم گریه کنان جانبِ دشت ‌ ‌ من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام

طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوس خیال ‌ ‌ متصل گردِ تو می گردم و حیرانِ تو ام

خوب گفتی غزلِ مرثیهٔ من مظهر ‌ ‌ جان ندارم که دهم کشتهٔ احسانِ تو ام

آنکه روز و شب بلا گردانِ دیدارِ خود است ‌ ‌ داغ همچون آفتاب از دستِ رخسارِ خود است

پشت پائی بر حنا زد سرمه را در خاک ریخت ‌ ‌ از پیِ آزارِ من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد ‌ ‌ اگر عریانیم چون شمع نارم پیرهن گیرد

هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد ‌ ‌ درین ره تیشهٔ باید که دستِ کوهکن گیرد

ازان پیراهنِ خود چاک می سازم که می ترسم ‌ ‌ گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد

ازین عالم مجردمی روم چون بوی گل مظهر ‌ ‌ که نرسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب درست کند گر بها به زاریِ ما ‌ ‌ همین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کا هید دخلهای سخن گر چه تن مرا ‌ ‌ بالید چون نگین مُثَبَّت سخن مرا

مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد ‌ ‌ ترا نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد

سوزِ دل از بهنِ مویم نمایان کرده اند ‌ ‌ این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند

سحر عیدِ گل و عاشور بلبل در چمن دیدم ‌ ‌ برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشهد پروانه شمع خواهم برد ‌ ‌ اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

صیاد ابلبل دیگر پس از من آشیان بندد ‌ ‌ توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو افتاد گرفتاریهاست ‌ ‌ حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت ‌ ‌ این بدخشی از کجا در سبزوار افتاده است

ہیچ کس برجامہ زیبان قتلِ من ثابت نکرد — گرچہ خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود

نداشت ہستیِ من تاعدم سرِ مو فرق — کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

مبین آئینہ گردی زخمیِ تیغ نگاہِ خود — ضرور است ای پسر از جہتِ سیفی حذر کردن

جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے — شہرہ دارد کہ درین خانہ پری مے باشد

بتان اگرچہ ندانند قدر مظہرِ ما — خدا گواہ کہ دیوانہ سخت مغتنم است

(۱۰۶) درد مند۔ فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است۔ و شعراء خوش تقریر۔

اودگیر شہری است از توابع محمد آباد بیدر۔ مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرہٗ کہ از مشاہیر اولیاء دکن است درین شہر واقع شدہ۔ راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ۔

مولد فقیہ صاحب اودگیر است۔ در صغر سن ہمراہ والد خود مطابق سنہ ست و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۶) از دکن بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد رسید۔ و در ظل عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ وحدت سہرندی قدس اللہ اسرارہما جاگرفت۔ و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید۔ بعد چندی والد او رخت زندگانی بربست۔ میرزا جانجان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ او را در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظہر مباش غافل از احوالِ دردمند — لعلیست اینکہ در گرہ روزگار نیست

[illegible] رسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید۔ ساقی نامہ ریختہ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ۔

فیمابین فقیر و مشارٌ الیه غائبانه اخلاص وافی است و همیشه طریق مراسلات مسلوک

درین ایام به تقریبی از شاهجهان آباد بسمت بنگاله رفته و نزد ناظمِ بنگاله به جمیعت

مے گزراند

اشعار او به فقیر کم رسیده - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشته بود از ان است ؎

بزخم خویش از ان کوهکن نمک ریز است | که شور خندهٔ شیرین بکام پرویز است
در کوی میفروش نماند آبرو مرا | لب تشنگی فروخت بدستِ سبو مرا
جان بیکسانه دادم و شادم که عمرها | بوداست برمرادِ تو مرگ آرزو مرا

رباعی

ازفیض تو ای شافعِ روزِ محشر | هر روز بود عید غدیرِ دیگر
چون جام بود چشم امیدم درحشر | بردست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاهر کردی | وین عمر دوروزه بار خاطر کردی
بعد از مردن رهت بخاکم اُفتاد | اول بایست آنچه آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاه پادشاه است - بعنایت شاهی ممتاز بود - و به خطاب

معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کرده - و در تلامذهٔ میرزا

فائق برآمده - امروز منتخب شعراء شاهجهان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق

او آباد -

گلدستهٔ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شهلایش چو می آشام مے گردد | دُکانِ حسنِ خوبان تخته چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل　　جدا از صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبدالولی

بن سید سعداللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌالیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شده۔ بعد از طی عرض راه بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدۂ فاخره شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستاده بود این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوه گراز جا بر داشت　　رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت

بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن　　کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب　　چیده مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسرده خواہد ماند یا وامی شود روزے　　ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا ناکرده گر صیّاد از دامم رہا سازد　　اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم

سر بر نداشت نکہتِ گلشن ز شرم او　　بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت۔ میر محمد ہاشم[1]

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بیداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۱۹۔

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید وہلال استعدادش درسنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود جدش سید علی بہ اقتضای آبخور از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ ودر خجستہ بنیاد اورنگ آباد رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا درسنہ احدی وثلثین ومأتہ و الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:-

- ”ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔“

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دوہزار و پانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

وبعد رحلت نواب آصفجاہ وتمکن نواب نظام الدولہ شہید بر مسند ریاست دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس دکن قیام دارد۔ وبہ عہدۂ انشاء ومنصب چہار ہزاری وخطاب معز الدولہ فرق امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد۔ نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست۔ وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا۔

این چند بیت از دیوانش فراگرفته شد ۔

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان می‌شوی
این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پالنگ است می نالم
دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند
این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام
سرو آزادم و پابند گلستانِ توام

بسملم کردی و پر سے طپیم آزرده مشو
می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام

بے بهارِ خلق شهرت با هُنر دمساز نیست
نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است
شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم
مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است
از قتل بد تر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت
بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی۔

لذت همه در مناسبتهاست
از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم
کاش عریانیِ من رنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند
هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاریِ دل
گفتم آن شیفتهٔ بے سر و پا حاضر نیست

بخاک میکده رندانِ مست محترم اند
سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پیِ روزی بیکدگر
صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا ۔ جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان ۔ و نسبتش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید وقبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل و کمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر پادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدر آباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ وصحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامت او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگی قفس آزاد می کنم این مشت پر بر تواضعِ صیّاد می کنم

درسراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

نرسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان رقمی نمود آہم دو سہ مصرعِ ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستہ پیش من بیار مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم — معاشرانِ چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت — مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است — بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد - میرزا علی نقی

از قوم قاچار است - مولد پدرش نقد علی خان - همدان - و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت - نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت - و در عهد آصف جاه مدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدر آباد سرافراز بود - و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرده -

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است - بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید - و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائته و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد نقد امتیاز بدست آورد -

اول مرتبه در اورنگ آباد دار الظفر خانه شد و بعد از ان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق افتاد - جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست - و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او -

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپر دند اختیار مرا — توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا
یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت — عمر عزیز حیف به این انطراب رفت
ای مصور از لباسِ یار دامانش بکش — بر رقیبم دست گریان گریبانش بکش
دلم تو بُردی و من انتظارها دارم — بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن ‌‌ خود را مثال آینه حاضر جواب کن

خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری ‌‌ خدا نکرده مگر در گره همین داری

خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری ‌‌ بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری

گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی ‌‌ این گهر بهن ندارد که تو در گوش کنی

گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی ‌‌ آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی

بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم ‌‌ که چادری زگلِ داغ میکشد امشب

بی خورده دلِ لاله برد داغ ز گلشن ‌‌ آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت

بالیده بود پر بخود آخر خراب شد ‌‌ چشم حباب کور شود این سزای اوست

راست می گوید اگر سرو که همدوشِ تو ام ‌‌ بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد

دلم از تست میخواهی بر من پیشکش کردم ‌‌ بهر صورت ترا آئینه در کار است می دانم

اول بروی تو دیدیم ز معمورهٔ حسن ‌‌ ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم

دارد همیشه در بر پیراهنِ معطّر ‌‌ ما را ز گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار-عبدالوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است- در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد- و نسبت به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد- هرچند بساط عذر گستردم ناطقه را مُهرا برام بند ساخت-

نسخهٔ ترجمهٔ این است:-

"فقیر عبدالوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است- سلسلهٔ نسبش از طرفین به "مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی میشود- مولد و منشا این نمود بے بود احمد نگر "دارالسلطنة سلاطین نظام شاهیه- چون ازدواج فقیر با صبیهٔ سید مرتضی خان بخاری حارس

"حصار شہر پناہ دولت آباد اتفاق اُفتاد - باین تقریب طرح اقامت در قلعہ دولت آباد
"ریختہ شد - بعد از ان کہ حیثیت استفاضہ بہم رسید از چشمہ سار نکتہ سنجان بقدر زلالی برداشتہ
"دمشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت - گویند شخصی این بیت
"تکراری کرد ؎

خدا ناکردہ گر آید اجل پیش — بامیدِ کہ بگذارم جنون را

"فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" للہ الحمد و المنۃ کہ جگر گوشگان اشعارم
"ہر یکی بزبان حال ادا نمود کہ آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود بہ عنایت ایزدی چندین
"نتائج ارجمند داری ہمہ را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم - سخن
"آفرین تعالیٰ شانہ این غریب زادہا را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد بہ بیاض
"بلند نظرتان جلوہ گر گرداند ؎

بود فیضانِ دیگر چشمۂ دادِ الٰہی را — زماہی قیمت افزون تر بود دندان ماہی را
چو سیرِ غنچہ کردم اعتبارِ این چمن دیدم — زند برہم نسیمے منصب صاحب کلاہی را
غیرتِ افزای بہار است گلِ رخسارت — شمع افروز تماشاست مہِ دیدارت
می کنی جلوہ بصد رنگ چو آئی بخرام — گردشِ خامۂ نقاش بود رفتارت
ابرو کہ بود نازکشِ وسمہ نخواہم — چون پی بکمانی کہ دو کار است بخیسم
بدوری ہم ترا برمن نظرہا ہست می دانم — کہ چشم دوربین نزدیک بیند دور دستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیدہ ور — اول بہ بیند آینہ آئینہ ساز را
سازندہ است سرو قدش را زمین چشم — تا دل دواند ریشہ اگر یک زمان نشست
سنگین دل است آن بت و من آبگینہ دل — دل را بدل رہیست الٰہی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا — ہر ماہِ نو مقدمہ عیش عید نیست
نگینم بندگیہا ہیچکس چون من نمی داند — بنامی آشنا می گردم و با سجدہ می سازم

او بزلف آنجا گرہ زد۔ شد دلم اینجا بدام   می توان دادن سرانجام امور از راہ دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او بامشق سخن درست نشستہ۔ از وی آید ؎

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را   ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را

گل کند از باطنِ صاحبدلان بی قصد فیض   درگرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہِ او چمن آرا گردد   شاخ آہو قلمِ نرگسِ شہلا گردد

صندلی رنگ بتی گر سر درمان دارد   درد ہم گردِ سرِ ما بہ تمنّا گردد

رباعی

رونق دہِ تختِ شرع شاہِ نجف است   روشن کنِ آفتاب ماہِ نجف است

شاہی خواہی وگر تو راہے طلبی   شاہ نجف است وشاہ راہِ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است واسامی کتبی کہ ماخذ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد ومقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدءِ فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد برزبانِ قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم وذکر این طائفہ را طراز دامنِ کتاب می سازم۔

بر ضمیر فیان نقود اخبار ومبصران جواہر آثار ہوید است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت۔ وطلیعۂ غازیانِ کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب وعجم باقامت این دیار پرداختند وعلوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ از انجملہ سخن موزون کہ از ان وقت تا زمانِ حال ماہرانِ این فن شورہا

برانگیختہ اند۔ و رنگہا از خامۂ بوقلمون ترتخنہ۔ امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پائے تخت سلاطین بودہ اند و در اطراف و اکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی کہ ہر سہ از شہر دہلی برخاستہ اند وعلیہم رحمہم اللہ تعالی و از عہد اکبر پادشاہ سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید۔ ازانجملہ شہر بلگرام حَفِظَہَا اللّٰہُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّام

منِ سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اعزۂ کرام بر صفحۂ روزگار حق عجیبے ثابت کردہ ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آوردہ۔ سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید کہ باصلاح سخن اینہا پرداختم غلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَۃِ تَعَالٰی شَانُہٗ می داند کہ باعث اظہار این معنی نہ برخود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن۔ بلکہ از سر عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الٰہی کشودہ ام۔ و لب بہ تذکر عنایات شاہی وا نمودہ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ۔

(۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدما شعراء این مقام۔ و نکتہ سنجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محلہ قاضی پورہ در دامن بلندی۔

پدرش او را صغیر السن گذاشتہ متوجہ عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان کہ از نوکران باامتیاز درگاہ اکبر پادشاہ بود در حجر عاطفت تربیت کرد۔

مشارٌ الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفتہ درین فن رشدی بہم رساند۔

ومخدرات صنائع و بدائع را بیشتر بکرسی نشاند۔

ہموارہ با اُمراء عہد بسر می برد و بہ اعزاز و اکرام مخصوص بود۔ و ایام زندگانی را بہ تجرد و تفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبۂ سفیدون از توابع دارالخلافہ دہلی وارد شد و ہمانجا بہ گلگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید۔ و این سانحہ در سنہ ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ **مبارک خان دہلوی** تاریخ وفاتش درین قطعہ بضبط آورد ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام شاعرِ نادر و فصیح کلام

در قصیدہ شُدہ ظہیر زمان در غزل گشتہ خسروِ ایّام

بست رخت بقا ز ملکِ فنا کرد آہستہ سوی خلد خرام

کردم اندیشہ بہر تاریخش خردم گفت۔ آہ آہ نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیدہ و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزدہ ہزار بیت است و قصیدہ بہ از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من درآمد۔ برپشت دیوان مہر خود زدہ کہ این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحق رسولِ انام پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شدہ لہٰذا درین جریدہ کم گرفتہ مے شود ؎

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند جز شانہ بزلفِ تو رسیدن کہ تواند

بس مدعیان گوش بر آواز نشستند در عمکدۂ عشق طپیدن کہ تواند

آنجا کہ صبا را بنود بار ز تنگی جان بخش کلامِ تو شنیدن کہ تواند

ہر گل کہ بہ گلزارِ جمالِ تو بخندد ای وای بجز دستِ تو چیدن کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز ہر سو به ضمیری   پیوند ہوای تو بریدن که تواند

آن تُرک شوخ دیده خود از دودمانِ کیست   یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست

از ناله و فغانِ من آید جهان بجان   آن سنگدل نگفت که آیا فغانِ کیست

این سروِ سرفراز که خوش می چمد بناز   یارب چنین کشیده سر از بوستانِ کیست

هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید   دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست

چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند   پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

بزمے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا   گویند ثنای تو همه بے سخن آنجا

چشمم که بود خانۂ خوش آب و ہوائی   شایستۂ آنست که سازی وطن آنجا

خواہم که کنم پیش تو دردِ دل خود عرض   لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا

تا کرد خریداریِ خاکِ سر کو یت   از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم   وز آتش دوزخ به پناه آمده ایم

ہر چند که ما غرقِ گناه آمده ایم   با قافلۂ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدورانِ شہِ اکبر که گشته   خطاب او جلال الدین محمد

چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت   ازین دارِ فنا در دارِ سرمد

ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد   برای مرقدش این پاک گنبد

ضمیری جست سالِ این بنا را   بلفظ پارسی و ہم به ابجد

بتاریخش نہان و آشکارا   خرد گفتا سنۂ ہشتاد و نهصد ۹۸۰

و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند ہدایت و ارشاد بسر می بُرد۔ و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت۔ وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و درسواد شہر مدفون گردید۔ تُردی بیگ سلطان برمرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد وقطعہ مذکور را بخط نستعلیق درنہایت خوشخطی برلوح سنگ کندہ در پیشانی باب گنبد تعبیہ نمود۔ اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میراہتمام تعمیر بود شہرت یافت ونام تُردی بیگ سلطان راکسے نمے داند۔ شاعرے مناسب این مقام گوید؎

چون نگین مطلب ندارم غیرکام دیگران می نشانم نقش خود امّا بنام دیگران

(۱۱۵)شاہدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ وخامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ واینجا ہم طریق اجمال می پیماید۔ وصدر ورق رابرسلۂ جواہر آبدار می آراید۔

آنجناب ازبیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ وازخلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ۔ عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید۔ وسالکان مناہج حق پرستی را بسرا بستان کبریا رسانید۔

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب" بطور تصوف۔ وغیرہا متداول است۔

احیاناً بنا برموزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے کشید۔ درحل شبہات مے فرماید:۔

"این کس درفن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ وخواجہ نیز بہ شاگردی خود "مرا قبول کردہ وگویا باین ضعیف ایمائے نمودہ؎

"ہرکہ درطورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت　　　یارِ شیرین سخن نادرہ گفتار من است

ومیر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ :-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد ازوست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ　　　دمی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم

وشیخ عبد القادر بداؤنی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر والف (۱۰۱۷) بعالم قدس

خرامید۔ و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تاریخی بہ روح

اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم　　　ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است۔ اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود

آن را بتعمیۂ نازک خارج کردیعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک

است برآمد۔

دیوان غزل موجزی ازو موجود است۔ وکلامش روشِ زمان خود دارد لہذا

بر تلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد　　　خیال غیر نو نقشی برآب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است　　　بورا نتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست　　　مائیم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی۔ سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد

مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَ ھُمْ ۔

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقۂ فقراست و اینجا انجمن افروز شعرا۔ در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَ ھُمَا کہ ترجمۂ ہر دو در دفتر اول نگارش یافت۔ داد۔ و از عنفوان سنِ تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت و الا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در نزہتکدہ سَیْرٌ فِیْ اللّٰہِ نخرامش در آمد۔ و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد۔ و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَ ھُمَا تَیَمُّنًا وَّ تَبَرُّکًا مثال اجازت و خلافت گرفت۔ و ہمین سلسلہ را جاری کرد

و چون مرقد منور جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبر آباد واقع شدہ۔ دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت۔ و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیہ السلام بہ گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت۔ راقم الحروف گوید؎

بیدار ولی رفت سوی محفلِ قدس | بربست ز صحرای جہان محملِ قدس
تاریخ وصال او خرد کرد رقم | صاحب برکات واصل منزلِ قدس

ہموارہ چراغ ارشاد می افروخت۔ و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت۔ منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود۔ و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ؎

قافیہ اندیشم و آن یارِ من | گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد۔ این چند بیت از و تیمنًا قلمی می گردد؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن | زلعل ساقی ما جرعه گیر و مستی کن
چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایی است | دل خرابی دیده را آبادی و صحرایی است
چشم دل داریم دیگر از نگاه ما مپرس | گرد کوی خویش می گردیم راه ما مپرس
خانۂ دیده شود رشک پریخانۂ چین | گر قدم رنجه کند یار بسر منزل ما

محل ذکر سید برکت الله قدس سره ما بعد است اما برای اتصال ترجمۂ او با ترجمۂ جد امجدش میر عبد الواحد شاہدی قدس سرہٗ دریجا تحریر یافت۔ و نظیر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است۔

(۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء الله بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیه چنانچه در حوزۂ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذۂ رحمن نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام الله را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال بر زد و در قصبات صوبۂ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمَا غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آورده

کالپی مکه بلگرام یمن | ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین با دراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حد ود بدایت بسر منزل نہایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طهارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سنه ثلث و مائة و الف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ و موافق وصیت پایان مرقد خواجہ عماد الدین بلگرامی کہ صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء اللہ تحریر — منور ساخت از خود محفلِ قدس
خرد تاریخ او درخواست از غیب — ندا آمد۔ ضیاءِ[1] منزلِ قدس ۱۱۰۳ھ

نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین۔ شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری کہ ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرۂ می کہ لبی بی تو چشیدن گیرد — بگلو ناشدہ از چشم چکیدن گیرد
براہ دیدہ دو رویہ درختہای مژہ — نشاندہ ام کہ خیالِ تو راہ گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلۂ خشم — چون موم بدست خلق تو خارۂ وکیشم
گویا گردد ادب چو آئی بہ سخن — بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جہان افروز یکتائی است۔ و در اوج دفتر اول سرگرم جلوہ آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی و نقلی بود۔ و در تجرد و تفرد و خصائل رضیہ و شمائل سنیہ بی مثل می زیست۔

اصل و الا از سادات اترولی من اعمال آگرہ است و ہمانجا در تاریخ ہفتم ذی الحجہ سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ و در

---

[1] درین مادہ ہمزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تام نمی شود و در اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ می گوید کہ آخر بہ تحقیق رسید کہ تاریخ انتقال مشار الیہ سنہ اربع و مائۃ و الف (۱۱۰۴) است و مادۂ تاریخ "ضیا بمنزل قدس" ۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنہ ثمان وثمانین و الف (۱۰۸۸) بارادۂ کسب علم از اترولی بخطۂ بلگرام تشریف آورد- واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت- و در حوزۂ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید-

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت- اول بخانۂ سید فیض زمیندار که از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت- بعد از ان قریب سی[۳۰] سال تا دم آخر در محلہ میدانپوره در دیوانخانہ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اقامت ورزید- و درین مدت احیانا بجانب گجرات شاه دولاو کشمیر ومکانهای دیگر بطریق سیر برخاست- ودر هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب هفتاد سال برمسند تدریس باحیاء علوم پرداخت- وعالم عالم طلبه را از حضیض شاگردی به اوج استادی رسانید- از انجمله ما دو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف که ذکرش می آید-

رحلتِ والا در بلگرام بلبیست وچهارم ذی الحجہ سنہ احدی وخمسین ومأته و الف (۱۱۵۱) واقع شد و بروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ- جانب شرق مدفون گردید- مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس که آفتابِ معنی	از حلقۂ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت	علامۂ ازجهان برون رفت

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع به ترتیب نظم می پرداخت- و فرق شعر را بر شعریٰ می افراخت این رباعی نتیجۂ فکر عالی است ؎

گر بوالهوسی نیاز ظاهر آموخت	کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورتِ پروانۂ فانوس خیال	گرد سرِ شمع گشت ویک ذره نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نوراللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والاسنجیدہ۔ وگوش ارباب ہوش راشگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ وپیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیاو اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ ودر تقدس ذات وجلائل صفات یگانۂ روزگار۔ واز عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ وبہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَاٰتَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری ومعنوی حظی وافر داشت۔

واز مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ را در خواب مے بیند ودست بیعت می دہد ودر قصیدۂ منقبت زبان باداے شکر می کشاید کہ؎

دین پناہا تفضل آگاہا	دل پاک تو شمع عرفان است
کردہ ام بیعت تو در رویا	این سعادت زفضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم	می شناسم کہ این چہ احسان است
من واین رتبہ از کجا لیکن	مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام وقصبات پورب اخذ نمود۔ ودر حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہٗ سررشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ وعلم حدیث

ازخدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبدالحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید و حافظۂ شریف بمرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر ازبر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبدالجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع ومائۃ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کرت ثانی در سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہماپوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدرشناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیّد از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشا می کند ے

مرا از جناب خلافت عطا شد زروی کرم خدمتِ عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت وقائع نگاریِ گجراتِ زیبا
۱۱۱۲ھ

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چہار سال ہردو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

ودر سنہ ست عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۶) عزل درمیان آمد آنجناب در ماہ جمادی الاولی سال مذکور بمحروسۂ بلگرام تشریف آورد۔

میرزا یار علی بیگ غائبانہ نقش قدردانی زد و ہم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بھکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کردہ ہمراہ قاصدا جیر روانہ بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سندھ بخرامش در آورد و بیست و چہارم رجب سنہ سبعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۷) سواد بھکر را از پرتو قدوم برافروخت۔ و سالہا خدمات را بہ دیانت و امانت پرداخت

و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاہزادہا و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقہ بی آنکہ از بھکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در ہر عصر سند استقلال خدمت روانہ ساختند تا آنکہ در عہد محمد فرخ سیر پادشاہ از نیرنگیہای قدرت الہی در پرگنۂ جنوبی از اعمال بھکر ریزہای نبات بقدر ژالۂ خورد از ابر بارید۔ و بہ نزول این حلاوہ غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحۂ غریب رباعی انشا کردہ در فرد وقائع معروض بارگاہ خلافت داشت کہ ؎

فرخ سیر آن شہنشہ با برکات	چرخ از ادب او شدہ شیرین حرکات
در سند زمین عہد عشرت مہدش	بارید سحاب ریزۂ قند و نبات

میر جملہ سمرقندی کہ دران زمان راتق و فاتق مہمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی بلو تعلق داشت۔ و آخر صدر الصدور جمیع ممالک ہندوستان شد بمجرد ملاحظہ فرد وقائع بی آنکہ حکم بہ تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نمودہ در اوائل سنہ ست و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت۔ آن جناب در ہمین سال از بھکر

جانب دارالخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بھکری را نیابت مقرر فرمود و در سنہ اثنتین وثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۲) بعد شانزدہ سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت ویک سال توقف کردہ بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف بُرد۔

ولادت باسعادت سیزدہم شوال سنہ احدی وسبعین والف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبہ بیست وسیوم شہر ربیع الآخر سنہ ثمان وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۸) در شاہجہان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیۃ بدار السلام بلگرام نقل کردہ روز جمعہ اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃ (۱۱۳۸) تاریخ یافتہ در تفسیر بیضاوی گوید:۔ اَلْحُسْنٰی الْجَنَّۃُ وَالزِّیَادَۃُ ھُوَ اللِّقَآءُ" و نیز دائرۂ تاریخی بہ پرکار فکر کشیدہ و تواریخ لاتعد ولاتحصی بمرکز نشاندہ۔

دائرہ این است۔
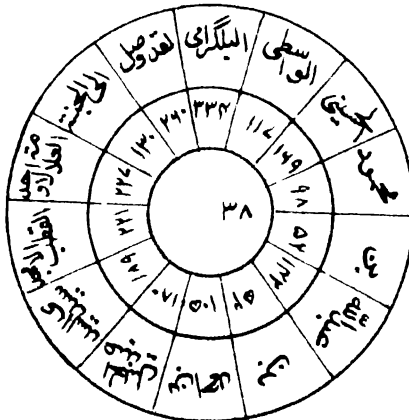
طریق استخراج تاریخ ازین دائرہ این است کہ از خانہاے چہاردہ گانہ ہر خانہ را کہ خواہند مبدء قرار دہند۔ و بہر عددی کہ بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و چہاردہ و اضعافش و اول با آخرین۔ و بہر خانہ کہ شمار تمام شود عددش بگیرند۔ پس عددی کہ بدان شمار مقرر شدہ اگر فرد باشد باز خانہ منتہی را مبدء گردانیدہ تعداد نمایند مَرَّۃً بَعْدَ اُخْرٰی وَ دَوْرَۃً فَدَوْرَۃً تا آنکہ منتہی مبدء اصل گردد۔ اکنون مقدار عددش بگیرند کہ مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔ و اگر زوج باشد خانۂ مابعد منتہی را مبدء گردانند۔ و ہمین نمط شمار منجر شود تا آنکہ منتہی خانہ ماقبل مبدء اصل گردد۔ پس بدستور مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔

مخفی نماند کہ مراد از اضعاف در اعداد مستثنے مثلین و سہ مثل فصاعداً باشد۔ و اطلاق ضعف از روی لغت بر سہ مثل فصاعداً آمدہ است برخلاف مصطلح علماء حساب فِی الْقَامُوْسِ :۔ اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُہٗ یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْہِ وَ ثَلٰثَۃَ اَمْثَالِہٖ لِاَنَّہٗ زِیَادَۃٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَۃٍ "

حالا خامۂ زبان آور فضائلی کہ تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ و لذت جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص بہ لائق جونپوری کہ در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیادہ از ہند بہ صفاہان رفت۔ و روزگارے بخدمت میرزا بسر بردہ بہ ہند برگشت۔ و از پیشگاہ خلد مکان مدتی بہ سوانح نگاری دار السلطنت لاہور سرافرازی داشت با علامۂ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارۂ ایشان خمسہ در سلک نظم کشید۔ چہار کتاب از خمسۂ او بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ در خاتمہ مثنوی مقابل "مخزن اسرار" تصریح بتکلیف علامۂ مرحوم می کند و زبان بہ ستایشِ والا می کشاید کہ

راقم این نامۂ معنی سواد   محو سخن بندہ محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر — داشت سری گرم ز سودای فکر

یافته از قید تعلق خلاص — خامه بکف منتظر فیض خاص

از درم القصه در آمد درون — اهل سخن را بسخن رهنمون

نشئهٔ سرجوش خمستان هوش — از پی تحقیق سخن چشم و گوش

صورت از و گشته بمعنی دلیل — سید علامۂ عبد الجلیل

کرده بموزونی طبع سلیم — طالب خویشم چو کلام کلیم

می دهد از لفظ بمعنی پیام — زود تر از نکهت گل بامشام

می برد از طرز بمطلب سراغ — گرم تر از نشئۂ می با دماغ

دید که فکر سخنم پیشه است — دل گرو صورت اندیشه است

گفت سخن ساده و پرکار به — تاب کش سُبحه و زُنّار به

بس بود از بهر سخنور گوا — معنی بیگانۂ لفظ آشنا

گفتن او فکر مرا تازه کرد — روی سخن را بنفس غازه کرد

شد ز پری خانۂ دل جلوه گر — خیل معانی ز پی یکدگر

جرعه کش بزم اویسی شدم — پنجۂ در خمسه نویسی شدم

خامه بتحریر گرو ساختم — نقش دلاویز بپرداختم

از مدد باطن گنجوی — طرز سخن یافت ز فکرم نوی

وناظم خان فارغائی فنی - در مدح سامی گفته و گوهر حق سفته ؎

چو توئی کجاست شاہے بقلمرو معانی — بتو ہیچکس نماند تو بہ ہیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که تا در یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتها می گذشت که مصراعی موزون نمی کرد - و هر گاه تقریبی رومی داد پری زادان معانی را باندک توجه

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین همین معنی دارد- و برهانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجه فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- و الا شاعری را دون مرتبه خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنبانند ؂

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن ورنه سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از هفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذه را سخت تاکید می کرد که زبان را از هفوات محفوظ دارند- سیما نسبت به انبیا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف وطعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و هرجا هفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد که سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

و فقیر التزام کرده ام که درین صحیفه هفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعده بنا بر آنکه سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفته و از دیگر اقسام سخن جواهر آبدار به الماس اندیشه سفته- و لاشک سلیقه صاحب طبعان مختلف افتاده شخصی واحد را مشاهده می کنیم که بسرانجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیده را بپایۂ اعلیٰ رسانده اما غیر قصیده را طرزے که باید بر کرسی نه نشانده-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی داده اما در غیر غزل قدم پیش ننهاده- اینجا کمال قدرت الٰهی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود که این کس هیچ ندارد و

آنچہ بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود با فقیر نقل کرد کہ صحبت خوب بر آمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسہ اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدۂ لامیہ تازہ گفتہ بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز بہ نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلعش این است ؎

گداخت بسکہ ہوای تموز مغز خیال　　　شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال

تمام قصیدہ برخواند و استفسار کرد کہ بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیدہ خوب است باز بجہ رشد کہ اگر بیتی پسند اُفتادہ باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمہ تغیری در چہرہ ظاہر شد۔ دریافتم۔ گفتم این ہمہ جواہر ریزہ ہاست و در مرتبۂ جوہر ہمہ مساوی۔ اما گاہ می شود کہ آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید کہ کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکہ نم بزمین نا رسیدہ مے سوزد　　　چو شمع بر سر شاخ است ریشہای نہال

ناصر علی تحسین کرد کہ فی الواقع من ہم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود کہ در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است کہ در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ　　　فضای شش جہت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود کہ لقب پادشاہ محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود کہ در ہمین مثنوی جاے در مدح اسپ گفتہ اید کہ ؎

بفکر لامکان سیرش ہم آہنگ　　　فضای نہ فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ باریک وتیره واقع شده وشوخی نسبت به پادشاه ملایمت
ندارد- ناصرعلی بیت را از مثنوی برآورد- و در اکثر نسخها نیست اما در یک نسخهٔ کهنه
بیت مذکور بعینه بنظر راقم الحروف رسیده- و در نسخهٔ دیگر بتغیر مصراع چنین دیده شدے

شہنشاہِ جہانِ ہوش و فرہنگ　　محی الدین محمد زیب اورنگ

میرعبدالجلیل را غلامی بود که در سفر دکن خدمتها کرده و شرائط وفا بجا آورد
ہنگامی که در لشکر خلدمکان وبا افتاد- و عالمی بتاراج فنا رفت- پیمانهٔ او ہم لبریز
گردید- میر در مرثیهٔ او مثنوی پرسوزی بنظم آورده و با ناصرعلی ذکر مثنوی مسطور درمیان
آمده مطلعش این است ے

بیا ای خامهٔ ماتم روایت　　پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصرعلی بسیار محظوظ شد و نسخهٔ استدعا نمود- آنجناب نسخه ارسال نمود- ناصرعلی
درجواب این بیت بدیہه برشقهٔ کاغذ زرافشان نوشته فرستاد- و راقم الحروف
آن را مشاہده کرد ے

ندانم تا چہا از دستِ ایوب تو می آید　　که بوی خونِ مظلومان زمکتوب تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند که ع
"روز سوار شب کند اسپ چراغ پا"

و گفت کسی مے نواند که پیش مصرع بہم رساند- علامهٔ مرحوم فی البدیه انشا کرد ے

غرّهٔ مشو که ابلقِ ایام رام تست　　روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است که مصرع شریف به از پیش
مصراع میرزا واقع شده- میرزا چنین گفته است ے

با طبع سرکش این ہمه رنج و فا ببر　　روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مہارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبهٔ نہایت بود- میر نوراللہ احراری

در شرح قول شیخ سعدی کہ ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشتہ کہ لَا یَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ در نسخۂ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ - درینجا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:-

"مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم از اوزان ثلثہ بحر طویل است کہ عروض و ضرب آن مقبوض

"می آید و تقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست و موزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن - ءظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن - و چون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب و متعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لا یسلم چنانچہ

"میر گمان بردہ - چہ حرف لام و یا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہ

"شد و سین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است -

"و در صورتیکہ نسخہ لا یسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

"و یسلم بروزن فاعلن خواہد ماند - و فاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض پیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل نام سے باشد یا مقبوض یا محذوف - و فاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع در صورتیکہ لا یسلم باشد کم می شود -

"و چہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

"طویل آوردہ ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاھِلًا وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ[1]

"و عبارت میر کہ لا یسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چہ در نسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

[1] سبعہ معلقہ

" ووزن عروضی را وجودا وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی ہست وحال آنکہ ہیچ یکی از علماء معانی
" این معنی را در فصاحت کلمہ وکلام وعدم آن اعتبار نکردہ - برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
" آنست کہ برتقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکہ لفظ فصیح ترکہ برای تفضیل است
" دال است برین کہ نسخۂ لیس لیسلمہ ہم فصیح است پس فصاحت این نسخہ با زیادت وزن
" باعتقاد میر چہ قسم جمع می تواند شد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ سَنَاکَارَتِیْ
" اِنْتَھٰی کَلَامُہٗ"

از عہد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند وتشنۂ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان کہ با ایشان الفتی خاص داشت - واکثر در مجالس خود برملا می گفت کہ میر عبدالجلیل درین عصر نظیر ندارند ولوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رسانند لہذا آنجناب از تہ دل بمدحت او پرداختہ ونام او را زندۂ جاوید ساختہ

وآنجناب با امیر خسرو علیہ الرحمہ تشابہ تمام دارد - وخود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچہ میر خسرو بود استاد — ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکر دور دو پرواز دارد — نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواع سخن شور جہان است — بقدرت خسرو صاحبقران است
ولی من ہم ازین گلدستۂ نو — درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از ہر نمط دلخواہ دارم — امید تربیت از شاہ دارم

تشابہ ایشان با امیر خسرو ہم از راہ جامعیت علم وعمل وہم از جہت مصاحبت ارباب دول - چہ امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر برد و ہفت پادشاہ را خدمت کرد - طرفہ آنکہ علامۂ مرحوم ہم بلوازم خدمت ہفت پادشاہ دہلی از سلاطین تیموریہ پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاہ عالم و محمد معز الدین (جہاندار شاہ)

و محمد فرخ سیر و رفیع الدرجات و شاہجہان ثانی و محمد شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ

اما رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند وازغارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ اما مدۃ العمر صلۂ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری کہ بعدل بود عالم پرور | بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت زکمال عدل تجویز نکرد | آویختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطہ از طلای مسکوک دکن کہ آن را ہون نامند بدست شہزادہ کام بخش واد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ با امیر باشد چہ امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزہ کتاب "نہ سپہر" زر برابر وزن جثۂ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ ہمچون من اسکندری | کند ہر کہ آرایش دفتری
زگنج گرانمایۂ بے شمار | دہم بار پیلش نہ آن پیلبار
مرا خود درین رہ پدر شد دلیل | کہ می داد زر ہم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون | کہ از پیل بار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم | نہ زیباست زین سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا | معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت — همہ پیش شاہان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عون بخت — کمربستہ در خدمت چار تخت
زشاہان کسی کا ولم کرد یاد — معزالدنا بود شہ کیقباد
ازان پس زفیروزہ چرخ بلند — شدم پیش فیروزشاہ ارجمند
ازان پس کہ درشہ ستائی شدم — تونگر ز گنج علائی شدم
شد اکنون کہ اقبال ہمدم مرا — نوازندہ شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز نوجم یافتم — در ایام پیشینہ کم یافتم
کنون لابہ از سحر سنج زمن — باندازۂ بخششش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم — چو این نامۂ خاص کم ساختم

مخفی نماند کہ مراد از معزالدنا معزالدنیا است بہ ای ضرورت شعر دنا درآورد وآن جمع دنیا ست ومراد از فیروزشاہ سلطان جلال الدین خلجی باشد چہ نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلۂ مطلب اصلی می جنبانم۔ درعنفوان شباب" امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دارالسلام بلگرام فرمودہ۔ ودرین مثنوی اکثر قواعد موسیقی ہندی ضبط نمودہ باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق را معزّف مے سازم ؎

آب وگل من کہ فیض عام است — از خطۂ پاک بلگرام است
سبحان اللہ چہ بلگرامی — کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبہار عشق است — آبش می بی خمار عشق است
ازعشق سرشتہ ایزد پاک — از روز ازل خمیر این خاک
ہر لالہ کزین دیار روید — تخم دل داغدار روید
ہر گل کہ دمیدہ است زین خاک — خونین جگریست پیرہن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار — منصور برآمداست بردار

گل با سنبل بهم دران خاک — آویخته بسملی بفتراک

خورشید ازان بهار نیرنگ — پژمرده گلیست باخته رنگ

سنبل بچمن بود بصد ناز — زنگی بچهٔ کمند انداز

از فیض هوای آن گلستان — سرسبز شود نفس چو ریحان

ز آتشکده سبزه می زند جوش — همچون خطِ یار از بنا گوش

تا شد چمنش بدیده محسوس — شد پردهٔ چشم بال طاؤس

تابستانش که عیش یار است — چون گرمیِ عشق سازگار است

گرمیِ آنجاست مایهٔ زیست — گوئی که حرارتِ غریزیست

سرما چو دران مقام آید — عنقای هوا بدام آید

هر دود که از جگر کند گل — افسرده شود چو شاخ سنبل

چون موسم برشکال آید — حُسنش بحدِ کمال آید

جولانِ سحاب شوخ طناز — چون خیل پری بود به پرواز

درویش هوا لبسی نفس سوخت — تا خرقه رقعه رقعهٔ دوخت

وز نشئهٔ ذکر جهر شد مست — تسبیح هزار دانه در دست

شاهنشهِ یکه تاز برسات — ساغر کشِ نشئهٔ مباهات

نقّاره نواز حشمت خویش — مشکین علم سحاب در پیش

از برق نموده تیغ خون ریز — وز ابر سیه سپر دلاویز

ترکش ز تقاطر بهارین — وز قوس قزح کمانِ رنگین

تا روی زمین بدست آرد — بر فوج خزان شکست آرد

باریدنِ ریزه ریزه باران — کرده ورق نشاط افشان

نقشی است ازین بهار مرغوب ظلّ ممدود ماء مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز از نوکِ نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل سرمست نگاه پر تغافل
تا در تتق حیا نشسته حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بتر کتازی مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز حسنے و بهار غمزه گل ریز
از چین جبینِ ناز نخچیر در پای نگاه بسته زنجیر
از وا شدنِ گل تبسّم در خونِ شفق طپیده انجم
از سینهٔ شان که خوش بهار است پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفته در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاه با دُختر راجه اجیت سنگه راتهور که در سنه سبع وعشرین ومائة والف (۱۱۲۷) واقع شد - جولان فکر عالی ازین مثنوی هویدا است خصوص در مقامی که اسماء پردهای هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده - وبے تصنع سحر حلال بکار برده - این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صید دل نماید حُسن آهنگ پرداز چهرهٔ هر یار سارنگ
درآن محفل کجا بر گوش می زد نوای کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند پی این نغمه از حسرت هلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و ترزد که از بربط بهار عیش سر زد
شگفتنهای دل در دست تار است که آن را نغمهٔ گل دیس کار است
نوای نغمه گرم دلبری بود بنظم گوهری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تار که کرد سینها را صحن گلزار
اگرچه زهره دارد خوش نوائی بدانی حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد — برو صد چوب لا والله نی زد

ز بس مدهوش شد زین نغمه شب‌ها — ندارد از آن که یارای رفتار

نوا گوید قوام ساحری ام — پی تقویم چون من پت جری ام

نوای نغمه بود از نقص‌ها پاک — نباشد زنگار جور دیس آک

چنان در نغمه باشد دل پذیری — که از افسون ترنم دیو گیری

لب هر ساز این معنی ادا کرد — که جشن شاه کام ما روا کرد

به الفت همه گر را داده یاری — نوای ساز از صحبت براری

چنان از نغمه دل بر بیغمی زد — که بی اہمال کوس خرمی زد

کسی کو زین ترنم قوت جان کرد — ز شادی پک نیاز مطربان کرد

باستیفاء [illegible] — ترا کافی ست این جشن شهانه

[illegible] — [illegible] وتیره

چو [illegible] آن جشن [illegible] — [illegible] کرد

اگر دهلی نماید فخر شاید — نوای زین به آگره کی سراید

[illegible] گلشن گل [illegible] — سرود [illegible] درآن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دیس بکسر دال مهمله و یای مجهول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است که جواہر آبدار را بدو نسبت دهند - اسدی گوید ع

"ز یاقوت سیصد گهر پیگوی"[1]

اله بفتحتین سر گشته شدان پت اہا که بر کاغذ و جامه دهند و تقویم ازو حاصل آید آک بالمد عیب پک بفتح بای فارسی اسبابخانه تبیره دهل و نقاره کرا بالفتح مرغ جاری

[1] فرہنگ رشیدی جلد اول صفحه ۱۸۹ مطبوعه کلکته -

هر چند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که
حباری هم از می این جشن منقارتر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خار
کن باو منسوب است بابیت شب کننده مشتق از بیتوتت ۔

واسماء پردهای فارسی دوازده مقام و بیست و چهار شعبه و شش آوازه و سی
لحن باربد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظۂ معنی اسمے معانی ابیات تمام است۔ چند
بیت بر سبیل استشهاد آورده می شود ؎

دلت گر بر مقام عیش شیداست — ز تار ساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی — چو معشوق مرقع دلربائی
باین لذت چو زاهد آشنا شد — نماز پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمهٔ چون باده آنگیخت — بجام باده کحل اصفهان ریخت
بهار نغمه چون در دل رهی شد — نی از فیض نوا سرو سهی شد
ز مطرب هر نوائے در ثمین است — بمعنی گنج باد آورد این است

و فائده آوردن اسماء نغمات هندی بفارسی به کیفیت معهود در خاتمهٔ داستان
نغمه بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانهٔ یاقوت سفتم — که نام پردها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی — بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر ز حسن صنعت آگاه — ز حسن نظم گیرد حظ دلخواه
مغل با راگ هندی آشنا نیست — بسحر فرس هندی را شنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند — بنظم من ز معنی در نماند
درین دریا شناسی ما به بینند — تلاش دست و پای ما به بینند

(ایضاً از آن مثنوی)

در وصف طائفہ رقاصان

گروہی از صباحت غازہ بر رو | گروہی از ملاحت سبزۂ جو
یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ | صداعِ شوق افزودی بہ نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی | بہارِ دیدہ کردے ارغوانی
یکی بُردے زرنگِ سرمئی ہوش | بعشقِ نالہ زن گفتے کہ خاموش
گرہ زن گشتہ بر شوخ پری زاد | ز کاکل بر دل واز نغمہ برباد
رخی برہم زنِ ہنگامۂ گُل | نگاہی قبلۂ کیفیتِ مُل
ز موجِ جنبشِ ابروی ایشان | فتادہ کشتیِ دلہا بہ طوفان
بہ ابرو کردہ جا دلہای عشاق | تو گوئی شیشہا چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز | بچرخ آوردہ دلہای نظر باز
بسوی گردشِ چشم آردآہنگ | تماشائی ببالِ گردشِ رنگ
نگہ دزدِ دلِ ہر مستمند است | ز خطِّ سرمہ در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پرواز | نہ پُر گرد دیدہ مژگانِ فسون ساز
کہ تا بسمل کنند دلہای خستہ | کرشمہ آستین را بر شکستہ
بود کاکل باین معنی مُباہی | کہ رنگے نیست بالاے سیاہی
میانِ زلف لعل گوشوارہ | بہارِ عشق پیچاں کن نظارہ
کنارے مون لٹین کتا سو کوندین | گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
ز مروارید بینی گاہ دیدن | چو قطرہ دل مہیّای چکیدن
دران بینی نہ مروارید و یاقوت | نگاہے عالمے را کردہ مبہوت
سرشکِ قطرہ خونِ دلِ ماست | کہ سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دہن سر چشمۂ گوہر فشانی | تبسُّم موجِ آبِ زندگانی

تبسم را ز برق آخر چه فرق است | که هر دندان بمعنی تخم برق است
مسی زیر لب و اطراف دندان | تو گوئی ظلمت است و آب حیوان
تبسم در مسی دارد بهار رسے | چو شمشیری که رخشد در غباری
ترنم از لب شان می کند گل | ز برگ گل شنو آهنگ بلبل
لب از رنگ لطافت چهره افروز | شفق کرد است گل از صبح نوروز
بگرداب زنخ مائل جهانی | چو بر چاهی هجوم کاروانی
چنان سیب از زنخ حسرت نورد است | که از فرط خجالت سرخ و زرد است
بود گوش از صفا بالای گردن | بلورین تیغ بر مینائے گردن
دو ترک چشم ساغر بر کف دست | چنان گشتند از صهبا سیه مست
که هر دو گوش نزد صاحب دید | دو ساغر از دو دست هر دو غلطید
گلوبندی زدی چون بر نظر زد | خطوط آفتاب از صبح سر زد
دو چشم و سینه را باهم بهاری است | چو بیماری که در پیشش اناری است
نمودے موج رنگ پان ز سینه | برنگ موج می از آبگینه
خم چوری بغایت دل پسند است | بصید هوشها چین کمند است
سیه چوری بود چون تار سنبل | که پیچیدند بر گلدستهٔ گل
ز انگشتان مپرس و خون بسمل | که ناخن می زند این حرف بر دل
در انگشتان نگین را فتنه کار است | همانا اختر دنباله دار است
نگین در دست گرم دلبری بود | بهم کف الخضیب و مشتری بود
سرین کوهی نهان در جوش گلشن | دلیل آن کمر و آنگاه دامن
نظرها در سرین مشغوف دیدار | چو مفلس در طلای دست افشار
نگارین پای زیب ساق دلجو | سهی سروی دمیده بر لب جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است   که بر دلهای گرمم اوراگذار است

برنگ شمع زانها قد کشیدن   برنگ قطره از دلها چکیدن

کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب   چو موئی که فتد در جوش گرداب

بهنگام اشارت چشم و ابرو   کف دست و سر انگشتان و بازو

بنطق آیند در تصویر ایما   قیامت می نماید نطق اعضا

زمین از رقص شان گلزار چین شد   هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبح سعادت   مصفا چون دل اهل عبادت

هزاران شمع هر سو جلوه گر شد   تجلی پرور نور نظر شد

زده هر شمع بر سر طرهٔ زر   ز مروارید غلطان جامه در بر

درین شب شمعها را خوش ظهور است   سراسر بزم سردستان نور است

صف فانوسها چون گنبد نور   بانواع تجلی گشته معمور

زهر فانوس بیند چشم انصاف   دل نورانی از پیراهن صاف

به فانوس خیالی دیده مانوس   نظر در سیر رنگ بال طاؤس

شعاع مشعل تابان دل افروز   برنگ پرتو حسن گلو سوز

چراغان صف زده چون شانهٔ زر   که در هم داشت شب زلف معنبر

چراغان جمله تن گشته دهانها   فتیله پای تا سر شد زبانها

دعا کردند بهر شاه چون من   که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزم سیر آسمان کرد   بهر جانب جریب زر روان کرد

پی تعلیم حرف روشنائی   فلک شد صفحهٔ حرف هوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هوا شد چرخ دیگر در نظاره

شجرها از طلای صاف کردند ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ پرند شب مشجر باف کردند

زچرخی شد عیان برعام و برخاص ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که خورشید اندرین شب گشته رقاص

چنان در دود طالع شد ستاره ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که در گیسوی شعاع گوشواره

بنفشه تختهای شعله افروز ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ سر شب را گرفته در بغل روز

نمودی روشنی از جام مهتاب ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایان گوهر پاش درگاه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ گروهی پیش پیش موکب شاه

عرق ریز از جبین خوش تلاشی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ برنگ ابر گرم آب پاشی

قدم زن پای هر یک برنگ ابر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دوال مشک هر یک چون رگ ابر

بگرد راه مشک شان جدل داشت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که هر یک موج دریا در بغل داشت

چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زمین هم زین عروسی آبرو یافت

بگیتی خوش شد بروجه دلخواه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ غبار از خاطر و گرد از سر راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد۔ آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید۔ بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد و ابیات مشکل را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد۔ و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست۔

در مدح پادشاه ؎

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ لَفْضِلِ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ فَاِنَّ الدُّرَّ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاہ خلق را در جنس و فصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکہ مروارید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکہ فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ[1]

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ   فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از ایشانی پس باک نیست زیرا کہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویدا است کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح بادشاہ

مُثُل از دانشِ او گر کند گوش   فلاطون از مُثُل ساز د فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مُثُل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[1] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[2] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالےٰ شانہ وگاہی[3] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف وکتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاہ

سپاہش چون عروضی وقتِ تصریع   کند روشن براعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت افگندن

[1] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۷ء

ودر اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع
در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن
درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان   اگر می دید خنساء سخندان
نمی کردی بشعر خویشتن فخر   بآن نار و علم دربارهٔ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدهٔ خنسا بفتح خاء معجمه و نون و سین مهمله
یکی از مشاهیر نساء سخن طراز عرب که در مرثیهٔ برادر خود صخر نامی گفته که ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ   کَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٌ

یعنی بدرستی که صخر هر آینه اقتدا می کنند راه نمایان باو۔ گویا صخر کوهی است که بر
سر آتش داشته باشد۔ چه کوه که در راهنمونی هویدا است خصوص در حالی که بالای آن
آتش افروخته باشند۔

و دریجا مراد آن ست که اگر خنسا خط سرخ پیشانی فیل می دید به تشبیه کوه و
آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان به تندی آشنا شد   بهر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمة الابرش پادشاه یمن۔ گویند هرگاه جذیمه در بلاد روم رفت
و به دغا کشته شد قصیر که وزیر جذیمه بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ بلور[؟]
میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و در آن موضع برجی بنا کردند و برج العصا
نام گزاشتند[ؔ] کذا فی المحاضرات للراغب الصفهانی۔

ؔ کامل مبرد صفحه ۴۷۵ مطبوعه یورپ ۔ [ؔ] (ملاحظه هو صفحه ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجب آفرین است مثالِ طفرۂ نَظّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشہور قائل مسئلۂ طفره - و مراد نَظّام از طفره این است کہ متحرک مسافت را طی کند بروجہی کہ از مکانی بمکانی بجہد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد -

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت بدین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود مے آرند -

در سنہ احدی وثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۱) **نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان** کہ در قلعہ **آگره** محبوس بود واقعہ طلبان او را برآورده بر تخت نشاندند - امیر الامرا **سید حسین علی خان** بالشکر جرار از **دہلی** بہ **آگره** رسید و قلعہ را بعد محاصره مفتوح ساخت - **میر عبد الجلیل** قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرود نیاورد قصیده این است ؎

مژده ای دوستان کہ در عالم	نقد شد نسیئۂ بہار ارم
نونہالِ طرب ببار آمد	گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشئۂ رسا بخشید	بہ گل و سبزه و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد	ساغرِ گل ز بادۂ شبنم
ابر دامن کشان خرامان است	برق رقصان و رعد گرمِ نغم
نوبہار از برای رسم نثار	ہر طرف از شگوفہ ریخت درم
کہ امیرِ سر آمدِ امرا	کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۲۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است | بر زبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه | یافت نیکو سیر بعکس علم
بود در حصن آگره محبوس | ہمچو مفہوم ممتنع بعدم
داشت عیشی درِ کنج عافیتی | خاطر آسوده تر ز صید حرم
ناگہان نفس شوم راهش زد | خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده | اشتہا صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زمرهٔ اوباش | اکبر آباد قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان | زلف آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی ازان | فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر | بیخت بر فرق خود غبار الم
چون برید این خبر به دہلی برد | شعله زد خشم داور عالم
خسرو دین پناه شاه جهان | آب و رنگ بهار فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود | مسند آرای چار بالش جم
بنده اش کیقباد و کیکاؤس | نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد | تا کشد لشکر ظفر پرچم
آن امیر جماعهٔ امرا | چون حسین علی ہژبر شیم
قرة العین حیدر کرار | نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق مولم الاشبال | پیش او شیر شرزه کم ز غنم
جود او شهرهٔ دیار عرب | تیغ او ضابط بلاد عجم
نازد از نسبتش سمو نسب | بالد از ہمتش علو ہمم
می کند با جماعهٔ دلریش | لطف او آنچه می کند مرہم

غوطه در جود او زند دریا | لطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب | مثل مقیاس فربهی بورم
در فنِ صرف همتش نبود | ذکری از لا و از لن و از لم
در صفِ جنگ با سرِ اعدا | چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو | می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق | همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او در آید رمح | چون در آید بر اہل خود محرم
با کمندش سرِ معاندِ او | مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا | فتح با تیغ او بود توام
کرد نہضت بدولت از دہلی | فضل حق ہمعنان ظفر ہمدم
لشکری در رکاب بیش از حصر | دیو از نعرهٔ یلان در رم
ہمه زور آوران فیل شکوه | که به شیرِ ژیان زدندی بم
گرد اسپانِ فوج نصرت موج | دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد | ہمچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت | سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نہنگان بدور گردابی | توپہا کرد قلعه جمع بہم
خصم را سوخت توپ شیر دہان | کس ندیداست شیر آتش دم
اژدہای است توپ غازیخان | کز سرِ ہندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا | اسم او بر تلاش اوست علم
تا براید به قلعهٔ نصرت | سینه گردید فوج را اُسلَم
ہر طرف شد مرتب از ساباط | دخمهٔ بہر دشمنانِ دژم

زان طرف ہم مخالفِ سرکش | کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست و پا زد درونِ قلعہ بسی | چون جنینی کہ وا جہد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر | صدمۂ توپہائے مستحکم
کار بر اہل حصن شد دشوار | مرگ مقطوع زندگی مبہم
قلعہ شُد بر جماعۂ اعدا | از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار | کہ سخن از زبانِ اہل بکم
از برون ہم رہِ رسد شد بند | چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان | با لب خشک و دیدۂ پُر نم
از ترحم بجان امان بخشید | وقت قدرت خوش است ترکِ نقم
فتحِ قلعہ بزورِ تیغ نمود | این چنین می کنند اہل ہمم
شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہیچو از لفظ دائرہ ادہم
این معمی کشود فطرتِ او | ورنہ این عقدہ بود جذرِ اصم
شاد گشتند دوستان یکسر | عام شد عیش در صنوفِ امم
شرح حالِ منافقان گویم | کہ بآن چو حذیفہ ام اعلم
سرخی انفعال روی سیاہ | خوش خضابی است از حنا و کتم
نَحْمَدُ اللهَ وَاهِبَ الْاٰلَاء | حَمْدَ مُسْتَنْظِهِرٍ بِمَا اَنْعَم
کن کتھن کی سکت کہان پاوے | رسنان لیہ جو انیک جنم
رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح | کلدی بوی آی نینک ایکی برم
از پیِ ہم دو عید گشت پدید | معنیِ فطر جلوہ کرد اعم
ہر طرف مجلسِ طرب چیدند | آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم
وان دگر از ترانۂ رنگین | چنگ و طنبور کردہ باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط | کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند | سبت سر در مراتب سرکم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد | زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت | زانکہ در جوہرش بود ترنم
شعرا ہم قصیدہ ہا گفتند | انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی | کہ ازو آب شد گہر دریم
من ہم از باغ معنیِ رنگین | گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاضِ سینۂ حور | سطرہا سلک گوہرِ نبلم
شعر گر فضل من نپوشیدی | می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میرخسرو دہد جواب نعم
کرد عبدالجلیل در تاریخ | "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختمِ سخن | کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد | تا بود سبزہ در چمن خرم
دست زرپاش و تیغ اعداکش | عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

• موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد۔ و ہم جد اعلای مادح۔ موتم بضم میم و کسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچہ ہا۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت۔ ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود ؎

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعای مشهور به اسم ادہم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دہن پرکار　　　که دور دائره درمرکزش گرفت قرار

دور دائره دال وہاست ومرکزش یا مرادف ام-چون دال وہا دراَم قرار گیرد ادہم حاصل شود- و ادہم درلغت سیاه راگویند-خروج سیه طالع ازقلعه مثل خروج ادہم ازدائره بواسطه تنگ شدن قلعه ودائرۂ تشبیہ لطیفی واقع شده

؎ این معما کشود فطرت او　　　ورنه این عقده بود جذر اصم

جذر درلغت اصل راگویند ودر اصطلاح اہل حساب عددی که آن را درنفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند وحاصل ضرب آن را مجذور و اصم درلغت کر وسنگ سخت مصمت ودر اصطلاح اہل حساب عددی که آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر ومقابل آن رامنطق گویند چون تسعه- وجذر عدد منطق بسہولت حاصل می شود چنانچه جذر تسعه-ثلاث است وجذر عدد اصم درنہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً ولہذا حکما درمناجات خود گفته اند:-

"سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ"- ودرعلم معقول جذر الاصم مغالطه ایست مشہور- واضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:-

"وَهٰذِهٖ مَغْلَطَةٌ تَحَیَّرَتْ فِیْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْکِیَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّیْتُهَا بِمَغْلَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"

ونیز علامه درشرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:-

لٰکِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِیَّةِ تَرْكُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْکَالِ"

ومیر باقر استرآبادی در افق المبین گوید-مختصر عبارت آنجا این که:-

"کَمْ زَلَّتْ فِیْهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَ اَقْرَبُهُمْ اِلَی الصَّوَابِ وَ اِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکه این عقده در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

ے شرح حال منافقان گویم کہ بآن چون حذیفہ ام اعلم

حذیفه نام صحابی مشهور صاحب سر رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت او را پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

ے از پی هم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بهم هویدا گشت اول عید فتح که عید مجازی است و دوم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه کرد که کشودن روزه باشد و هم بمعنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد۔

پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین مشود که فطر بمعنی مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بحیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بقسمی باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و الله اعلم۔

ع سبت سر در مراتب سرکم۔

. اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند۔ آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ واز سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرکم بدان ترکیب کردہ اند۔ درین بیت لفظ سرکم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است۔ مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوانیوشان را نغمہ غولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وانمودہ۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّہَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی	رَبِّ السَّمٰوٰتِ فِیْ تَاْیِیْدِ اِسْلَامِ
اَقَرَّ اِبْہَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِہٖ	لِوِتْرِ دِیَا قَادِرًا افْتِتَاحَ اٰلَامِ
فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتِحًا	حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوْا اَحْجَارَ اَصْنَامِ
نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّھِیَ اَرْبَعَۃٌ	مِنْ فَوْقِ اِبْھَامِہٖ مِنْ غَیْرِ اِبْھَامِ
وَجَدْتُھُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ	رَقْمًا عَلٰی سَنَۃٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْھَامِ
لِلّٰہِ تِلْكَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ نَزَعَتْ	لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامِ
ھٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاَہٗ	عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَاْیِیْدَاتِ اِلْھَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود۔ و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہا

یافتہ ؎

چو شہ ابہام زیر خنصر آورد | بورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ
ز انگشتان شہ بر مد ابہام | برابر چار الف کردم نظارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری | پی تاریخ تسخیر ستارہ
چنین تاریخ گفتن اختراعی است | شد از عبد الجلیل این آشکارہ

امیر الامرا سید حسین علی خان ہر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد وشیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد و خود آفتابہ گرفتہ بر دست مہمانان آب می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زہیر را تضمین کرد کہ ؎

اَضَاءَ رُكْنُ الْاَعَالِیْ سَیِّدُ الْاُمَرَا | شَهْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِیْ غَیَاهِبِهٖ
اَمْسَی الشُّمُوْعُ عَلَی الْحُضَّارِ مُنْشِدَةً | اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ

ونیز بہ امیر الامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِیْدِ النَّحْرِ یَا مَنْ عَطَاءُہٗ | اَفَاضَ عَلٰی مَنْ حَجَّ جُوْدًا اعَوَائِدَا
تَمَسَّكْتَ هَدْیَ الْجُوْدِ فِیْ كُلِّ مَوْقِفٍ | وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِیْنَ قَلَائِدَا

صاحب نہایہ جزری گوید: معتفی بعین مہملہ و فا کسی را گویند کہ طالب فضل و رزق باشد

و این رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املا نمودہ ؎

جَاءَ النَّیْرُوْزُ بِالنَّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِیْ خَیْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم بیل لہلہی بن او لہا - ترور رہی جھوم
نیکی کندوز کلدی بزی بولدی یش - قتلغ بولسوم
چون شہپر طاؤس گل اندر صحرا - آورد ہجوم

در آغاز عہد شباب برخی اشعار ریتیانہ در سلک نظم کشیدہ۔ ترجیع بند ایشان درین طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلیر و اچل　　کہ من اُفتاد در جہان کھل بل

ازانجا کہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود۔ و بشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت۔ مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان را کہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلاریب زادۂ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند اتل تخلص آوردہ۔ و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی　　ٹھسّۂ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را ہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند۔

و از اشعار ریتیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد　　ز سر تا قدم ہیچو زنجیر اکڑد

بکف کتی برق بے دھڑکہ پکڑد　　بجز حکم اللہ پشمی نا کڑد

ولہ

ورد خود نام خدا با نام احمد کردہ ام　　دانۂ تسبیح از میم محمد کردہ ام

بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری　　بلاگردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن

شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام　　صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما

بانتظار تو ای سرو لالہ در گلشن　　ستادہ قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرارند　　چون والد خویش محرم اسرارند

تحلیل مواد فاسد کفر کنند　　در منفعت مزاج دین جدوارند

رباعی

از مہر محبتِ علی ہستیِ ماست　　گلچینیِ این بہار تردستیِ ماست
دل ساغر و مہر ساقیِ کوثر می　　از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر اُدبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیہ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب برخیزد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار افتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکہ معظمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد مبالغ فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف بود بہ حیدر آباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہر دو سید کشد۔ اتفاقاً سلطان عبد اللہ را ہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود را بہ ہر دو سید تزویج کند۔ میر جملہ بر آشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر شتافت۔ سلطان عبد اللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد۔ میر نظام الدین احمد با سید سلطان رنجشے داشت۔ او و زوجۂ او نے خواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت گیرد۔ شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد۔ میر نظام الدین سلطان عبد اللہ را پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود۔ من بمخالفت شما کمر می بندم۔ و نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کردہ مستعد کوچ نشست۔ سلطان عبد اللہ متحیر شد۔ و ارکان دولت را جمع کردہ بمشاورہ پرداخت۔ آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم برپا می شود۔ تزویج سید سلطان موقوف باید داشت۔ و چون اسباب طوی ہمہ مہیا شدہ بود۔ و در تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند۔ مردم بہ طلب ابو الحسن شتافتند۔ دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بیقیدی نشستہ بود۔ او را آوردند و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح بستند و موافق ضابطہ توبخانہ را سر دادند۔ دران وقت سید سلطان در حمام بود۔ چون صدای توپہا شنید در استفسار افتاد کہ توپہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست۔ سید سلطان گفت ضابطہ این است

که تو بخی نه بعد عقد نکاح سرمے دهند - و مردم را برای خبر فرستاد - رفتگان خبر یکه بو
آوردند - سید سلطان در آتش غضب افتاد - اسباب شادی همه سوخت و اسپان لا
پی کرد - و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید -

میر نظام الدین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد - سید علی از بطن
زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدهم جمادی الاولی سنه اثنتین و خمسین و الف (۱۰۵۲ھ)
در مدینه منوره متولد شد لهذا او را مدنی می گویند و بکسب کمال پرداخته سر آمد
ادباء عصر گردید

و شب شنبه ششم شعبان سنه ست و ستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدرآباد
از مکه معظمه بر آمد و روز جمعه بیست و دوم ربیع الاول سنه ثمان و ستین و الف
(۱۰۶۸) به حیدرآباد رسید - و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبداللہ از سریر حیات فرود آمد ابوالحسن بر تخت فرمان
روائی بر آمد و میر نظام الدین احمد هم بعد یکسال فوت کرد - ابوالحسن در اتلاف
متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاهبانان گماشته راه آمد و شد مسدود ساخت
سید علی عریضه بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود
خلد مکان در آن ایام از هند متوجه دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابوالحسن
عز اصدار یافت - ابوالحسن سید علی را با اهل و عیال رخصت داد - سید رخت کوچ
بر بسته خلد مکان را در دارالسرور برهان پور ملازمت نمود - پادشاه او را بعنایات
خسروانی نواخت - و بمنصب هزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپه سرافراز فرمود - و
در رکاب خلد مکان به اورنگ آباد آمد - و چون رایات خلد مکان جانب
احمدنگر ارتفاع یافت - سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید
مدتے برین خدمت قیام داشت -

پس ازان حکومت ماهور وغیره از توابع صوبه برار تفویض یافت - آخر از حکومت ماهور استعفا نمود و التماس دیوانی برهان پور کرد - درجهٔ پذیرائی یافت - سیّد در برهان پور رفته بدیوانی پرداخت -

و بعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اهل و عیال به اماکن فیض مواطن رفت و ازانجا بزیارت عتبات عالیات نشتافت و به مشهد مقدس رسید و به صفاهان آمد و سلطان حسین صفوی را ملازمت نمود و التفاتی که مطمح نظر بود نیافت - ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید - و در مدرسه منصوریه پای اقامت افشرد و عمر را بافادهٔ طلبه بپایان رسانید -

(۱۲۱) شاعر - میر سید محمد سلمه الله تعالے

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود همایون سابق چمن فضلا را بهاری تازه است - و اکنون گلستانِ فصحا را رونقی بی اندازه آنجناب در تاریخ چهار دهم شهر ربیع الاول سنه احدی و مأته و الف (۱۱۰۱) به شهرستان امکان رسید - بمنطوق اَلوَلَدُ الحُرُّ یَقتَدِی بِاَبَائِهِ الغُرِّ نسخهٔ جامع اصناف علوم است - و مرآت فضائل و کمالات والد مرحوم خصوص عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رابت یکتائی می افرازد و گوی سبقت از اقران می رباید -

کتب درسی نزد استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید و کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت -

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند ورای شفقت اُبُوّت عنایتی و محبتی خاص بود - درحینیکه علامهٔ مرحوم از بهکّر به دار الخلافه شاهجهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید و مقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد - و انتظار طلب

شنی باید کشید- میر در جواب قلمی فرمود کہ "لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ"
علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد- و این رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ بہ خطت دیدم گلہای طرب از چمنِ دل چیدم
از غایتِ اہتزاز پروانہ صفت ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت- جناب میر سید محمد در سنہ ثلث وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید- ومسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین وحسن معاملت رونق بخشید- وضیع وشریف آن دیار تا الآن یاد می کنند- وسبحۂ ذکر خیر وحسن جمیل می گردانند۔

میر در سنہ ثلث واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السلام بلگرام تشریف برد وچندی در وطن گذرانیدہ بنا بر تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد وبتوسل بعضی امراء آن خلل را دفع ساخت۔

ودر سنہ خمس واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد- وبندہ را در اواسط سنہ سبع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان فرمود- وخود برا اسم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلط گردید- وسر رشتہ خدمات بادشاہی گسیخت- اما خدا یار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت- وباعزاز واکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت- واز جانب خود خدمتہا بتقدیم رسانید۔

وچون ہنگامۂ نادر شاہیان دران دیار گرم شد- واوضاع ملک بر نسق سابق نماند- خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست واز خدا یار خان خواہ نخواہ رخصت گرفت وبیست وپنجم رمضان سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد

و از دواه ماروار متوجہ وطن شدہ ۔ بعد طی مراحل بیست و ہفتم محرم مکرم سنہ ست و خمسین ومأتہ و الف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت ۔

میر طبعی وقاد و ذہنی نقاد دارد ۔ و چون از مطالعۂ کتاب بازمی پردازد عنان اندیشہ بہ وادی سخن عطف می سازد ۔ مہارت زبان عربی و فارسی و ہندی از حد افزون است و اشعار السنۂ ثلاثہ در خزانۂ حافظۂ عالی از حصر بیرون ۔ سخن را اکثر اوقات موزون می کند و جواہر آبدار در سلک نظم مے کشد ۔ این چند بیت از دیوان سامی تحریر مے آید ؎

فروغ ہالہ بخش ای ماہ سیما خانۂ مارا — ز نورِ جلوۂ خود رنگ کن کاشانۂ مارا

دل در خمِ گیسوی نگار است بہ بینید — در دام محبّت چہ شکار است بہ بینید

نیست در عالم درون غیر ہوس کار دلت — ہست این طول امل رشتۂ زنّار دلت

گشتم چون حباب و عین دریا یافتم — چشم پوشیدم از این عالم تماشا یافتم

دران گلشن کہ سروِ قامتِ جانان شود پیدا — بجای طوق قمری دیدۂ حیران شود پیدا

پیش مہرِ رخت قمر معلوم — نزد قندِ لبت شکر معلوم

یار دور است و کوہ غم حائل — آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کُشد غمزۂ جگر دوزش — پیش تیرِ قضا سپر معلوم

از نگاہ دو چشم میگونت — بی خبر گشتہ ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر — حلقہ گشتیم پا و سر معلوم

گر از چشمۂ آئینۂ آبِ خنجرش باشد — کہ از حیرت طپیدن شد فراموش بسمِل مارا

دستم بگیر گرچہ ترا بازوی قوی است — پایم رسیدہ است بسنگی کہ واہ واہ

ہیچ محبوبی ندارد این قدر رنگِ حیا — بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارۂ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً و منشاً والحنفی مذہباً والچشتی طریقۃً

پیشتر دریوزۂ گر کوچۂ فقر است - و ریزۂ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیۂ محفل سخن سرایان می کشد - و شکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچۂ نادانی - و آئینہ دار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر در خدمت کلام موزون بر بستم - چندگاہ است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام و از بیت سخن با بیت الحزن یعنی ما تمکدۂ ہستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیاناً سلسلۂ فکر می جنبانند - و دماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رسانند - تا بجای کہ در عالم مثال ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند چنانچہ در عشرۂ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۱) مزاجِ بندہ را وحشتی بہم رسید - بخاطر افتاد کہ از ہمہ قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیہ بمثابۂ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از مکمن قوت بجلوہ گاہ فعل خرامد - ناگاہ شب بیست و ہفتم ماہ مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشہ متوجہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم و معاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند و آن این است ؎

چہ خوش گفت گویندۂ نامدار   مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گویندہ سروش غیبی است و مخاطب بندہ - امتثال امر غیب واجب دیدم و ارادۂ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - و سرِ الہام آن است کہ حجی کہ فرض بود پیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم و بہ تحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پےِ نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - و طرح ہمزبانی با طوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرہا در جلو دل دیوانہ گشتم - بجاے نرسیدم سالہا در پےِ کاروان نالہ افتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سہارا با وصف کم زنگی

در بزم کواکب اذن نشستن و ہلال را با وجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ و حرفی چند از خود بر یاران کرم فرما عرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست و پنجم ماہ صفر سنہ ست عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ و در ریعان آگاہی سر رشتۂ تحصیل علوم بدست آورد۔ و کتب درسی از بدایت تا نہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ و لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی و استاذی حضرت علّامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ و عروض و قافیہ ....

... و بعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

و در سنہ سبع و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرّہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ و شوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و کرامۃً از جا برد و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بر بست۔ و در سنہ احدی و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد۔ و در مدینہ منورہ علیٰ منوّرھا الصلوٰۃ و التحیّۃ بخدمت شیخنا و مولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود و اجازت صحاح ستہ و سائر مفردات مولانا فرا گرفت۔ و در مکہ معظمہ صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ و برخے از فوائد علمی کسب نمود۔ شیخ عبد الوہاب نوّر اللہ مرقدہٗ سرآمد علماء عصر و نزیل مکہ معظمہ بود۔ و ہمیشہ

بہ نشر لوامع علوم می پرداخت ودر سنہ سبع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۷) بہ جنۃ المأوی خرامید۔ ودر جنت معلی آرامش گزید۔ شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمہ اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد۔ و ہرگاہ آزاد تخلص بندہ شنید ومعنی آن را فہمید۔ فرمود "یَا سَیِّدِیْ اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰہِ" وازین نفس مبارک حضرت شیخ کہ درحق این سراپا گرفتار سرزد امیدوار یہا دارم۔

نقیر درفن شعر عربی تلمیذ میر عبدالجلیل است۔ وشاداب افاضۂ این سلسبیل برخی از قصائد خود در دفتر اول مثبت ساختہ۔ وباوصف بینوائی قانونی بہ آہنگ حجاز نواختہ۔

القصہ در سنہ اثنتین وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۲) مطابق کلمہ "سفر بخیر" جانب ہند عطف عنان نمود۔ واز راہ بندر سورت سری بہ دیار دکن کشید۔ وبیست وہفتم ذی القعدہ ہمان سال وارد خجستہ بنیاد گردید۔ ودست بہ دامن انزوا زد

بعد چندی دوم رمضان سنہ اربع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۴) جاذبہ سیاحت از جا در آورد۔ وقلعہ محمد آباد بیدر را دیدہ چہارم محرم سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایۂ آرامش رسانید۔ ونوزدہم صفر سال مذکور از انجا برآمدہ پانزدہم جمادی الاولی ہمین سال سواد خجستہ بنیاد چشم اشتیاق را سرمہ کشید۔

ودر سنہ ثمان وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۸) نواب نظام الدولہ شہید از جانب پدر والا گہر نواب آصفجاہ بصوبہ داری اورنگ آباد مامور گشت ونواب شہید را با فقیر ربطی خاص بہم رسید ودر سال دیگر نواب آصفجاہ از حیدر آباد رایات بند وبست مہمات ملکی برافراخت وعنایت نامہ طلب حضور بنام نواب شہید صادر شد۔ نواب شہید کمندی بہ تسخیر فقیر افگند۔ وحسن خلقی بجا آورد کہ با وصف آزاد بودن اختیار دام محبت لازم افتاد و بیست وہفتم ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان در آمد۔ وتا مقام "سری رنگ پتن" کہ دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کردہ۔ غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیمارا گل زمین اورنگ آباد دست داد

ودرین سال گلگشت دارالسرور برہان پور روصرف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد ودر سنہ اثنتین وستین و مأتہ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد۔ وتاکنار آب نربدا ئیر کردہ رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست۔

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید یک سال وچندماہ دران الکہ بسر رفت۔ ودر ارکات نسخۂ "شمامۃ العنبر فیما ورد فی الھند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید۔ آخرالامر نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط راعی وجے بخشید۔

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد نقش بست۔ شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس راحلہ صدای رحیل برداشت۔ پنجم ذی الحجہ معمورہ خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفر نہ تن پروری باشد حاشا و کلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود۔ چندی طریقۂ آب روان اختیار افتاد کہ مشت گیاہی بہ نشو ونما درآید۔ ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسم کشاید اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم وسیر فی اللہ را جادہ مستقیم شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصرموت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ و ردی ناکامی بہیچ وجہ مبیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا | زحسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم | برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند | بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد | وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد | بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را | مسخر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد | نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد | بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم | کہ مستان دوست می دارند ابر برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! | بہ پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما | این لعل بے بہاست چراغِ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم | دم مے زند ز جوہرِ ما ذو الفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت | کم فرصتے ز زندگیِ مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ | آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را | تمنای کند بارِ دگر غواص ساحل را
چہ سان رازِ شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش | کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش | لب چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را
سر شوریدهٔ من طرفه اوجی داشت در طالع | که در وقت جدا کردن بپا افتاد قاتل را
بهار این چمن آزاد آخر رنگ می بازد | چو شبنم از جهان رنگ و بو بر بند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندان شما | صبح محشر داغ از شور نمک دان شما
تشنهٔ ما را به آسانی توان سیراب کرد | بوسهٔ کافی ست از چاه زنخدان شما
بر جبین چین عتاب تازه آید در نظر | تا چه رفت از من خطا ای من بقربان شما

برد از خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را | سیاه نازیبا شد در جلو این نی سواران را
مزاج کم کسی بر الفت اول بجا ماند | بروز بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی که از کوه بلند افتد | مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطر عاطر بود شهادت ما | ز دست و تیغ تو مردن زهی سعادت ما
بشهد خنده برآمیخت ترشی دشنام | انار میخوش او بیش کرد رغبت ما
سزای ماست که بیداد می کنی جانان | دلیر کرد ترا شیوهٔ مروت ما
کشود مشتری ما گره ز دشنامی | مگر همین زر نارایج است قیمت ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد | که گل بخون جگر غوطه زد ز رقت ما

ندانستند خوبان آه قدر الفت ما را | تلف کردند بی تقصیر حق خدمت ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم | که می سازد روا جز آستانت حاجت ما را

بر خاطر وحشت زده حقی ست الم را | صیاد شناسی کند آهوی حرم را

نمودم صرف اخلاص فقیران همت خود را | بخاصان الهی عام کردم الفت خود را
چرا ای گوهر شهوار می غلطی بهر پهلو | چنین ارزان نکردی گر شناسی قیمت خود را

رفت ز وعده سالها چند کنم حساب را | وعدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتاب را
مردم عمده بیشتر حرف زنند یکجهت | هست سواد یکطرف سر ورق کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس | کو ندهد مرا دمن بنده ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را | خوب کند وحدت است مردم گوشه گیر را

شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما | آویختهٔ صیاد ز گلبن قفسِ ما

نظر ز شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم | توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها

شاخ برهنه تیغ زند موسمِ خزان | یک برگ سبز زیر سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شده ام | سرو آزاد گفته اند ترا

کار بی اجرت نمی آید ز دنیا دوستان | می ستاند حقِ خود سنگِ محک هم از طلا

دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سیلیم | هر قدم در ره بزورِ سینه مے غلطیم ما

دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب | از دست شاخِ گل زده پیمانه عندلیب

هر غنچه خوابگاهِ پری زاد نکهت است | دیوانه شد ز جوشِ پری خانه عندلیب

بروی یار عقیقِ دهن بود نایاب | ز خامه ماند درین نسخه سرخیِ هر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است | حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

بر نمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت | آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است

حالِ ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست | این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینها گشاده جبهه را | باب حسنِ خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عادتِ ماست | گرد خود گشتن برنگِ چشمِ ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید | بیع کردن مفت خود را رائجِ بازارِ ماست

حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت | این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حالِ گوشهٔ ابروی او گریست | ناحق سرِ بریده ز تن باکمان گرفت

سرمه آلوده نگاهِ تو عجب عربده جوست | تشنهٔ خونِ دلِ شیرِ ز بان آهوست

روز بد حاجتِ اشراف به دونان افتد | تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

بتجرید دوست راه بآن آستانه یافت
تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آینهٔ مهر احمد عربی است
درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذت عرفان
که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است

ادای طاعت روشندلان بسمت فناست
که قبلهٔ مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است
که پیچ وتاب رسن بعد سوختن باقی است

مانی نازک قلم نقشی ز چشم مست بست
چون نظر افگند بر محراب ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست
این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یاد ماه سیمائی دلم اندیشه داشت
ریخت هر اشکی که از چشم پری در شیشه داشت

آن مسی مالیده دندان آفت جان بوده است
در تبسم بر سر داغم نمکها سوده است

سرفراز آن جهان باشد ذلیل این جهان
حرف ختم صفحه تاج صفحهٔ آینده است

گر نداری نظر رحم بمن بر خود کن
مشکن ای جان دل آباد که این خانهٔ تست

دوش مارا کرد بسمل چادر کوتاه او
می کشید از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سر جهان پا پوش
بی سبب این برهنه پائی نیست

ز تصویر بچشمی توان یافت
که این عالم نمودار است و هیچ است

عروج بیخبران است مایهٔ وحشت
نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرست من نه از پیر مغان گیرد قدح
از کف آن نوجوان مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن
وقت نرگس خوش که در فصل خزان گیرد قدح

ترا ز پرتو رخسار خود گریبان سرخ
مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم
که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ

کسی چه رنگ اقامت درین زمین ریزد
نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ

وجود اهل کمال است زینت هر شهر
ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود　　نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن　　سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کار اُفتاد　　آن قدر باده کشی کرد که بیمار اُفتاد

می شناسد نگهش بسمل خود را از دور　　حیرتم گشت که این مست چه هشیار اُفتاد

یاد پرواز بگرد دل او پر نزند　　عندلیبی که بدام تو گرفتار اُفتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند　　جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند

مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است　　شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند　　از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند

بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب　　عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد　　که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد

گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن　　در قبول سخن شوق ستردن باشد

آهوان را روش ناز که آموخته است　　حسن بی ساخته آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد　　تا چشم کنم باز نوید سفرم داد

نقشی ست عجب دائره هندی خطش　　کز سایه خورشید جمالش خبرم داد

والله که من قابل پرواز نبودم　　دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود　　لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود

شب ز ما آواز پا دزدیدنت سودی نداشت　　نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روز افزون ترا مانی کشید　　ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید

می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد　　خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند　　می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند

حُسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند　　شمع در حجرهٔ زرین پر پروانه زند

سرِ گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست — دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانہ زند

خط بر رُخِ زیبا نہ پسندید بجا کرد — این صفحہ غلط بود تراشید بجا کرد

خط روشنیِ حسن ترا بود حجابے — مقراضِ گل از شمعِ تو برچید بجا کرد

شکوہِ خال بروی حبیب باید دید — ستارہ سوختہ خوش نصیب باید دید

شب کہ ساقی مجلس آرا بر کنارِ آب بود — دخترِ رز جلوہ گر در چادرِ مہتاب بود

بہ پیشِ پای قاصد نامہ افگندن ادا دارد — کہ دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگار دُنیا سیرِ بہشت دارد — اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید — فوج ہندُستان بہ تسخیرِ ملک عنبر رسید

مردمِ سر حلقہ را حرص فزون تر بود — مقری تسبیح را رشتہ مکرر بود

این دلِ نو عشق یاد چشم دلبر می کند — طفلِ نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتابِ نرگسِ او دل دو نیم بود — بستم لب از سخن کہ مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نمے پرسد — کہ تیر ریختہ پر را کمان نمے پرسد

دل در برِ من چہ سان نشیند — او پہلوی دلستان نشیند

فراہم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد — قیامت بر زمین یک سرو قد بالید قامت شد

خبر رساند عزیزی غرور یار نماند — بگفتمش کہ درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل کہ در آئینہ بہم جلوہ کنند — صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا بہ عربدہ کشتی و باز آمدۂ — فدای ناز تو گردم دگر چہ خواہی کرد

بیک کرشمہ عجب ناخنی بدل زدۂ — ہنوز ماہ نوی بیشتر چہ خواہی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد — کہ آفتاب ز بیداد ماہ مے گردد

مرا ز قبلہ نما این سخن یقین گردید — کہ خضرِ راہ شود سنگ گر خدا خواہد

مرا آزاد و صبحِ پرتوِ خورشید خوش آمد — سحر گر بر زمینی مے نشیند شام برخیزد

زمانہ جلوہ کند ہر نفس بحالِ دگر — پیالہ نوش و مکش انتظار سالِ دگر

قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان — چون آن نہال کہ روئیدہ در نہالِ دگر

چہ باغبانیِ دلخواہ کرد دخترِ رز — کہ داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر

زن بود در زبانِ ہندی نار — وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

ہمتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست — در پریشانی چہ خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس — ناتوانان از کجا پابند فریادِ جرس

این چنین صیاد ظالم ہیچ مظلومے ندید — وقتِ گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مراد از اضطراب طرفہ دارد تندیِ خویش — کہ ہمچون شاخ آہو پیچ و تابی خوردہ ابرویش

بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل — کہ می آئی زسیرِ لیلۃ المعراج گیسویش

زدم بر دست او گر بوسۂ گستاخ معذورم — مرا تعلیم شوخی می دہد تعویذ بازویش

چہ می پرسی زحالِ نسخۂ دل چیست تحریرش — کتابی در بغل دارم کہ قرآن است تفسیرش

ز ابرویِ تو می آید گرفتن کشورِ دل را — نہ ہر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش

درین صحرا سرِ شور افگنی مجنونِ ما دارد — توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش

سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا — کہ چون در خواب آید اژدہا گنج است تعبیرش

ز قاتل نیست امیدِ رہائی جان شیرین را — کہ می آرد برون مانند طوطی بالِ شمشیرش

ہلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے — کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحۂ تصویرش

سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے — چہ مضمونہا کہ ظاہر می شود از طورِ تقریرش

اشک بیتابم کند در دیدہ صبح و شام رقص — می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص

گرد بادم کار من دیوانگی آشفتگی است — می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص

دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند — کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص

نسبتِ تام است با طاؤس نخچیرِ ترا — بال افشان می کند در حلقہای دام رقص

حالِ منِ درویش بہ سلطان کہ کند عرض | از مور پیامی بہ سلیمان کہ کند عرض
درکوچۂ این شہر مرا تنگ گرفتند | بیتابیِ مجنون بہ بیابان کہ کند عرض
غمزیست کہ یک خانہ نشد قسمتِ پایم | حرمانِ غریبی بہ مغیلان کہ کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر | این حرف بآن زلف پریشان کہ کند عرض
آزاد ازین باغ بچیند گلِ رعنا | یکرنگیِ اورا بہ عزیزان کہ کند عرض

درعاشقی ز یار ادا کردہ ایم شرط | خود را بخون نشاندہ حنا کردہ ایم شرط
بر روی یار طرۂ ممتاز کن لحاظ | بسم اللہِ صحیفۂ اعجاز کن لحاظ
درخاک رفت و چہرۂ آسودگی ندید | انجام کار گریۂ غمّاز کن لحاظ
مردان زخاک ہم خبرِ آسمان دہند | فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینۂ جان است در واقع | چراغِ مشہدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبحِ نوروزی کہ اُفتد روز عاشورا | نشاط و غم بہم دست و گریبان است در واقع
برہمن از درِ بتخانہ بے جا کام می جوید | بجای خویش بُت ہم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر | نگاہِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع

زخال گوشۂ آن چشم سخت مے ترسم | کہ ہندوئی شدہ با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونہ شود آشنای نشۂ تاک | غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل از خیالِ مہوشان یکشہر سامان دربغل | این شیشہ باشد دیدنی دارد چراغان دربغل
روزِ قیامت ہرکسی در دست گیرد نامۂ | من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان دربغل
تاوا کند بادِ صبا فالی برای مقدمت | آمد بہ گلشن شاخ گل از غنچہ قرآن دربغل
شہرِ نکویان دیدہ ام خوانند درسِ حسنِ خود | جای کتاب آئینہ ہر طفلِ دبستان دربغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیہا مے کنی | دارد حبابِ آسمان بسیار طوفان دربغل
از مردیِ طبعِ جہان وا ماند خلق از کارہا | گیرند مردم دستہا فصلِ زمستان دربغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن
پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبرے داشتم
دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم

کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل
می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم

تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر
گر نه این دستِ دعا بودی چه بر می داشتم

از کمانِ بحث کج هر جا خدنگی سر کشید
پیش رو از مُهر خاموشی سپر می داشتم

خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم
ورنه از سودای رفعت دردِ سر می داشتم

حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم
از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم

هر کسی برداشت چیزی را ز اسباب جهان
من ازین دنیای فانی دست را برداشتم

نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد
داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم
چون بوی گل شکستهٔ قفس بال و پر زدم

تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن
چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم
ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم

به پیشِ غیر با من نامناسب دیده آمیزش
ز اندازِ نگاهی یافتم بیگانه گردیدم

کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قد افرازد
خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سرفرازِ توام
مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ توام

من از جناب تو دستِ حمایتی خواهم
چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ توام

نگاهِ تست به آزاد بیش از دگران
غلام معتقدِ حسن امتیازِ توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم
ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم

ز من جدا شده دل رفت در پیِ دهنش
ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم

تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق
بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیرد اشکِ شادی راه دیدام
چه باید کرد افتاده است با طفلی سرو کارم

دریده پردهٔ حیرت سرشک بیتابم   ز پشت آینه بر رو دوید سیمابم

شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن   اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدن من در عرق شرم نشاند   از نگاه غلط خویش پشیمان گشتم

حقوق بندهٔ صاحب وفا رعایت کن   تصدق سر خود بوسهٔ عنایت کن

غریب شهر توام درد من تو می دانی   اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن

امیدوار گرفتاریم درین صحرا   ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن

گره ز ابروی خود وا نکرد قاتل من   شهید این ده کمان مهره است بسمل من

چو شیشه که دران نرگس از هنر سازند   خیال چشم کسی جا گرفت در دل من

حباب خوش منشم مے زنیم بوضع صفا   ز آب حرف بنا کرده اند منزل من

بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزیست   خدا زیاده کند عمر شمع محفل من

سیر حسن آن ذقن با زلف عنبر فام کن   سایهٔ و چاه است ای دل اندکی آرام کن

می رسد از خانهٔ آئینه سرشار جنون   این پری از سایهٔ خود شد گرفتار جنون

تیغ تو سینه را کرد افگار تا بگردن   این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن

همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی   در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن

نگردد محو از لوح جهان حرف ثبات من   که باشد در دم تیغ قلم آب حیات من

دل آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت بر حالم   که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفات من

به دامان کسی جز دامن خود جا نمی گیرد   برنگ جوهر آئینه گر خیزد غبار من

تنها چو برق تا در مطلب دو دیده رو   بی انتظار قافله در خون طپیده رو

لازم بود زکوٰة مغیلان درین طریق   از خارهای بادیه دامن بچیده رو

نه از خلخال زرین زیور آن سرو سهی کرده   بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده

بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی   که هست شاه و گدا در صف نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری | نہان در پردۂ نے ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالۂ چشمِ تو دارد خال موزونی | کمر بستند با تارِ سیہ تعویذ بیماری
بہ پشتی کار گیرد از صفِ برگشتۂ مژگان | توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد | نگردد در ہوای آتشین آئینہ زنگاری

آئینہ وار تصفیہ گر آرزو کنی | دل را ز آب دیدۂ خود شست و شو کنی
گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد | در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر بہ لباسِ برہنگی | از نقش بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیرِ میکدہ ارشاد مے کند | در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانہ بہ ویرانۂ ما می آئی | می توان یافت کہ از شہرِ وفا می آئی
طرز شوخی نگذارد کہ نشینی یکجا | بہ تماشای چمن پا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن | گر بہ گلگشت مزارِ شہدا می آئی
بر سرِ مشہدِ آزاد شنیدم امروز | کہ تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قُربِ بدنی | تشنۂ دشتِ عقیق است سہیلِ یمنی
داد آزاد گہرہا قلمِ واسطہ را | ہست رسمِ شرفا پاسِ حقِ ہموطنی

نمود جلوۂ اعجاز شمع مُطّلبی | نماند شوخیِ چشمِ شرار بو لہبی
فدای خاصیتِ وادی عقیق شوم | کہ کرد ریگِ روانش علاج تشنہ لبی
زیارتِ تو کند آفتاب ہر شب نذر | رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
ز بسکہ ذوق شکستِ تو داشت ساغرِ ماہ | گرفت رنگِ نزاکت ز شیشۂ حلبی
خوش است حسنِ تقاضا ز باغبان کریم | نصیب ذائقہ ام کن حلاوتِ رطبی
بآفتاب نبوت رساندہ ایم نسب | توان ز ذرۂ ما دید نور خوش نسبی
بملک ہند چو من نیست طوطئ آزاد | کہ کرد تربیتِ من شکر لبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین   پروانۂ او چراغ ماه و پروین
نخلِ قدرِ او درین چمن سایه فگند   برق جهانیان نه بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سیّد محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی۔ ولادت او بیست و یکم شوال روز دوشنبه سنه ست عشر و مأته و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیه سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالا بیت الغزل شعرا۔ صاحب شان عالی است۔ و عزیز مصر صاحب کمالی۔ زلیخای دانش را در پیرانه سری به خلعت جوانی نواخته۔ و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچه مرتبه ارزان ساخته۔ طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات۔ قوت حافظه اش پریخانه فراوان معلومات۔ علم که ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش۔ و حسن خلق که گل سر سبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکسته بال و میر صاحب کمال دختر زادهای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللّٰهُ ضریحہٗ و از بتاشیر ایام زندگانی تا اواسط هنگام جوانی درس آموز یک دبستان۔ و عندلیب یک گلستانیم۔ کتب درسی از بدایت تا نهایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی روّح اللّٰهُ روحہٗ گذرانیدیم۔ و لغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجله اللہ تعالی بسند رسانیدیم و عروض و قافیه و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم۔

طریق تحصیل چنین بود که پیوسته دو کتاب یا کتابی و احد از دو مقام بسماعت و قرات یکدیگر مے خواندیم۔ و شب بروز سے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضه روی داد سبق دیگری در معرض توقف مے افتاد۔ و در وقت اقامت وطن و کسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبه نیز صرف گردید۔

میر محمد یوسف در سنہ سبع و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدۂ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ و حساب و غیرہا خواندہ قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رسانند۔

و بہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قدس سرہٗ استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت و عبادت و بمطالعہ و مباحثۂ کتاب می گذراند۔ و با وصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمی داد۔

و میر کتابی تالیف نمودہ باسم "اَلْفَرعُ الثَّابِتُ مِنَ الاَصلِ الثَّابِت" مشتمل بر چہار اصل و خاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین و لطیف واقع شدہ و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آوردہ شَکَرَ اللہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال — از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدتِ شہود رقم — نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ — کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق — یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد — گفت۔ شمعِ مجالسِ تحقیق [۱۱۶۲ھ]

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ و نسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

ز جام مہر بود ہمچو بدر مستی ما — بقدر وصل شود محو یار ہستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر — چہ نامہا کہ برآوردہ است پستی ما
ز طرف دامنِ پاکِ تو کامیاب نشد — بخواب ہمچو زلیخا دراز دستی ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم — ز آفتاب رخت رنگ باخت ہستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف | غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست | پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی | افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است | بسمل شدهٔ قدِ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من | شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز جگرم از اثرِ گرمی آهش | دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است | در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف | داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده می رویم | صد جاده سوخلیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس | آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی | چون شمع در مقام خود استاده می رویم
دهر در دو چشم یار شکستیم توبه را | بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راهِ شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست | بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل | یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم | یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طناز را | التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت | کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام | حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی | در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا | آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہر چند کہ ذات پاک او سایہ نداشت اما دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخ تو جلوہ پیرا نشدی یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافع محشر است شاہ مردان این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن او را چشمی بکشا بروی شیر یزدان

دریاب بہار گل و ریحان نبی سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین از ینہا بر گیر کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن از نکہت جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسر خاک راہش چشم من و خاکپای یوسف
مصر دل من ہمیشہ آباد از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادر شفیقم از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا نقد دل من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمود ؎

سلطان جہان گدای آزاد جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد — سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید — بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من — گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش — وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من ادا کرد — یک عمر کنم دُعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن — دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف — من در گرد هوای آزاد

وایضاً این غزل بفقیر تحریر نمود

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد — چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من — کوه را داد نالہ ام برباد
دلِ من قمری است زمزمہ سنج — سرو موزونِ من قدِ آزاد
کہ رساند غبار من بہ درش — کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش — یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم — این نگین را چہ خوب نقش اُفتاد
بہ کہ بر دوستان بیان سازم — ربط اورا برائے استشہاد
من و اوئیم از ازل تو ام — سنهٔ ما یکے ست در میلاد
ہر دو بودیم موردِ یک فیض — درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما بہ بیضاوی — مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین — بہرہ اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمرہ کرد از پیِ من — دلِ او باد از صفا آباد
چہ توان کرد شرح احسانش — جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جہان باد چون تخلص خود   یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) علامہ میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہٗ کہ در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) دست داد و او ہمشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ۔ ہرگاہ خبر تولّد او بہ علامۂ مسطور کہ با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست کہ تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ درہمین فکر خواب برد۔ در عالم رویا صورت مولود۔ او دید کہ می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل بر آمد۔ سہ مصراع دیگر فراہم آوردہ قطعہ در بحر رمل مسدس سالم کہ سہ بار فاعلاتن باشد نظم کرد کہ ؎

نور چشم میر باقر گفت با من   چون گل خورشید در عالم دمیدم
سال تاریخ تولد خود بگفتم   نور چشم باقر عبد الحمیدم ۱۱۱۱ھ

و بہ مردم بلگرام قلمی فرمود کہ این مولود مسعود شاعر خواہد شد۔ آخر نوعی کہ از زبان شریف بر آمدہ بود بظہور رسید۔

مشارٌ الیہ در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و ہندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طَابَ ثَرَاہٗ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نہایت مناسب افتاد۔ سیما شعر ہندی کہ درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان ہند را دو چار آئینۂ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوہ می کند

ونیز در موسیقی وساز ہندی نقش مہارت می زد۔ با این ہمہ ہنرہا در میدان شجاعت دلیر بود۔ و در فن تیر اندازی بی نظیر۔

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید۔ وچون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید۔ واین سانحہ بیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبر آباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن | بہ فردوس مے زد ز جامِ نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او | رقم کرد "ہی ہی غلامِ نبی" ۱۱۶۳

فیمابین میر و فقیر محبت تام بود وسالہا در بلگرام و شاہجہان آباد و الہ آباد ہم صحبت بودیم۔ حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد وانجمن یاران را بی حلاوت ساخت۔

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دلِ خود یاد زلف او دارم | فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرامِ او دری بر خویشتن وا می کنم | عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت | کہ ز لعلِ لب او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش لیتی منزلِ آرام من | چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا | من نہ آن صیدم کہ بگریزم سگ آوردی چرا

[۱] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۳۶۴ تذکرہ صفدر جنگ۔

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت　　جای مار این ہجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من　　لب شیرینِ یار شور گرفت
در چمن چون گل نیا شد آشنای عندلیب　　کز تہِ دل زر برآرد از برای عندلیب
در چمن گل برکفِ خود زعفران آوردہ است　　تا بدل با خندہ سازد گریہای عندلیب
دوزخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بہشت　　باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاہِ تو کہ ہنگامِ وصال　　چون تغافل دہد از دست حیا سازکند

رباعی

آنہا کہ براہ بی ہراسی شدہ اند　　در خلق علم بحق شناسی شدہ اند
در باب کہ این خارا فروشانِ جہان　　در ترک لباس خوش لباسی شدہ اند

(۱۲۵) عجیب۔سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدین جد القبیلہ یکی از قبائل اربعہ محلہ سیدوارہ و برادر خالہ زادۂ حقیقی جبر جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقہ نظمے داشت۔ در مدح سیدی می گوید ؎

گل ہمان بہ کہ ز گلزار پیمبر باشد　　مل ہمان بہ کہ ز میخانۂ کوثر باشد
گوہر آن نیست کہ از نطفۂ نیسان زاید　　گوہر آن ست کہ از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازہ نہالی کہ بہ بُستانِ شرف　　دست پروردۂ زہراء مطہر باشد
آنکہ از جبہہ او نور سیادت پیدا است　　عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی کہ بخندد گلِ خُلقِ حسنش　　ہر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی　　چمن آرای جہان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب　　زانکہ از حوصلۂ خامہ فزون تر باشد

. او اخر ایام زندگانی ہمراہ نواب مبارز الملک سربلند خان تونی۔ جانب گجرات احمد آباد رفت و در آنجا این بیت فارسی و ہندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم بہ سمند ٹیلۂ ہفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت در سنہ اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلو ریز ساخت کہ گردی از ہیچ جا برنخاست۔ عمرش قریب بہ شصت سال بود۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر۔ میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارہما گلہائی مناقب و الا از چمن اوّل باید چید۔ و روائحی کہ مشام ملأ اعلیٰ را معطر سازد باید شنید۔

میر بی نظیر از عرفاء شعراست۔ و از صوفیۂ صاحب لسان۔ و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان۔ طرز کلامش بہ نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش بہ دلنشینی عشوہ محبوبان۔ نکہت خلقش سرمایۂ ختنہا۔ و رنگینی صحبتش سازد برگ چمنہا۔ خاص و عام راغب مجلس خاص بودند۔ و در خور استعداد طرفی می بستند۔

بیخبر تخلص بجا می کرد کہ باخبر بیخبر بود۔ و بر قول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است۔ در تذکرۂ خود مسمّٰی بہ "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کردہ۔ در ینجا کلام او نقل کردہ می شود:۔

"فقیر را که اتفاق دید وا دید ایشان اُفتاد - حقا که در کمال خلق ومزه و درد و شوق یافتم - تا که
"نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند - بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہیچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم - بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ہا خوانده شد نقل گرفته بر خاسته رخصت فرمود - ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر ہرزه چه پی راست دویدن عبث است چاک کن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب
"بلند اُفتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را کشد پائینِ محفل قدر من بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تهی جامهٔ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد - میرزا فرمود - در فقر
"مرتبه ایست تا خدا کرا نصیب کند - مجملا شرح آن این مصراع بیخبر است که ؎
" دولت پاینده در دستِ تهی ست
"وآنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل ہمه تن خاک شدی لیک چه حاصل درخاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بهشت جای خوبی ست آنجا ہم اگر دماغ باشد

"واین بیت خاقانی ہم خوانده بود ؎

"ہمسایه شنید ناله ام گفت خاقانی را دگر شب آمد انتهی

در سنه اربع وثلثین و مائة والف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاہجهان آباد
ہم سفر بودیم - و چون کواکب سیّاره به شرکت گردون راه پیمودیم - تمام راه بحظ دلخواه گذشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد -
روزی نقل فرمود که ہر گاه این مطلع از من سر زد ؎

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ ما را   خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشند زُلفت فقیران را   کند مجنونِ صحرا گرد چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را   یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا   کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ مُنعم گوارا مفلسِ ما را   ز نامِ کیمیاگر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما   نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چُون کرد وا آن چشمِ خواب آلوده را   جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست   گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گویم بلندی برگزین یا پستی کن   بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی زشوخیِ نازِ تو کس نیاسود است   نشستنِ و خرامِ تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب   باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است   چاک کن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید   آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار   لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر بهرچه از خانه برون می آئی   باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشم شکر خواب می کند مهتاب   پیاله را گل مهتاب نی کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز بر دلبر بلاست   پیش مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیل جای بیش نیست   آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فناست

شکوهٔ از بیوفائیهاے معشوقم نبود   یار پنداری که شد بیگانه آخر آشناست

نشئهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن   بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِّ مرتضےٰ است

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت   گفتم که من غلامم تو آزاد کرد و رفت

مائیم بصد رنگ گرفتار محبت | فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئین ما | گردش احوال قربان است بر تمکین ما

ناخن اول در دل شاعر زند شعر بلند | تیغ خون آلوده آید مصرع رنگین ما

در قیامت هم نگردد واز هم مژگان او | بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرین ما

ما به هفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس | جادهٔ دارد بهر مذهب طریق دین ما

صحبت یاران موزون سرو و گل از یاد برد | غیرت گلزار باشد مجلس رنگین ما

تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم | نیست غیر از ساعد خود تکیه بر بالین ما

تا به کی داری چنین حیران و سرگردان مرا | یکدم ای ظالم بگرد خویشتن گردان مرا

غیر را در بارگاه دیدهٔ من دخل نیست | چوب حجّاب است گرد چشم این مژگان مرا

سلامت در رهان عزلت بود تنها نشینان را | که باشد صد خطر بیرون در خلوت گزینان را

بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشد پایین محفل قدر من بالا نشینان را

نمی بیند میانش را کسی یارب نمی دانم | مگر در چشم افتاد است مو باریک بینان را

بچشم عارفان زلفی در رخساری است کفر و دین | خبر از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را

شود از پیش بینی نقد حاضر نسیهٔ غائب | قیامت بر سر استاده است دائم دوربینان را

ز یاران لباسی کی نماز عاشقان آید | وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را

در اول گام برپا می کنند ایشان قیامت را | چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را

کوی رضا گزین ز غم خیر و شر برآ | تسلیم کن سر خود و از درد سر برآ

تا کی اسیر هستی موهوم بودنت | دستی بخود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی یاد را | تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را

در شبستانی که غفلت فرش راحت گسترد | خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آینه کسب دگر بود ما را | گذشتن از همه جوهر هنر بود ما را

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد | آه در زلف شکن در شکنش چیزی هست
خدا را دیده ام اما نپرسید | به قربانش روم یارِ قدیم است
ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند | که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است
بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد | خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است
به بالِ دیگری گر می پرد کس | به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست
هرگز نبود قابل خط صافیِ رخت | شرمِ تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست
هزار بار توان کرد با خدا شوخی | ولیک دم نتوان زد به مصطفی گستاخ
این سروها که سر به گلستان کشیده اند | شمشیر بازی قدِ او را ندیده اند
هر چند حسن از پسِ صد پرده رخ نمود | ناموس پرده ایست که رندان دریده اند
کردم نگاه صفحهٔ تصویر خوش قدان | صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند
جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر | بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند
کمیست تا از دست بردِ حسنِ صورت بگذرد | معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد
هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق | مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد
بسکه کم گردید تعظیم بزرگان از جهان | وقت آن آمد که سید از نبی بت بگذرد
کی بود یا رب که ناقوسِ خداوندی زنیم | حیف وقتی که در قید عبادت بگذرد
بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید | بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد
یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید | عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید
عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد | رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد
بی حلاوت نیست عسرت در جهان | نان چو شد سیب تهرب می شود
هزار بین شده چشم ز شوخیِ حسنت | غنیمت است که این خوبان دو می بینند
در لباسِ نو است یار مدام | نیست مفلس چرا کهن پوشد

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد — ای من گواه او که ترا یاد کردو رفت
پرویز هم ز قربت شیرین نیافت است — از دور آن نگاه که فرہاد کردو رفت
ہرکس که دید مصرع برجستهٔ قدش — چشمی کشود و بر سر او صاد کردو رفت
رنگ ثبات نیست درین گلشن دو روز — خوش بلبلی که آمد و فریاد کردو رفت
دائم بناء ببیت سخن می کنم بجا — ہرکس تلاش در حق اولاد کردو رفت
دیگر کسی چه در پی او بیخبر فتد — گفتم که من غلام تو آزاد کردو رفت
کیش اگر کفرست دگر اسلام دینی بیش نیست — حاصل چندین گمان آخر یقینی بیش نیست
آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم — آسمان بر خاک درگاہش جبینی بیش نیست
آشنائیهائی دریا محنت بی حاصل است — گو ہر مقصود در خاک خراب ساحل است
نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند — حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است
قامت معشوق می روید بجاے نیشکر — دیده ام بند محبت را زمین قابل است
نقص خود دریافتن باشد کمال آدمی — ورنه ہر ناقص که بینی درحقیقت کامل است
یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر — دستی از بالای دستی ہست دست باذل است
گرچه خلقی دیدم از دام تعلق جسته است — برنیاید تا کسی از خود کجا وارسته است
سبزهٔ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو — بسکه آب حسن او استاد زنگی بسته است
گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گذشت — این قدر شد دم که عمر من به بیہوشی گذشت
خواہش ملک سلیمان ابلہی است — دولت پاینده در دست تہی است
طفلی که برا حوال شہیدان نظرش نیست — مردیم که از شوخی خود ہم خبرش نیست
ہرگز ز وفتی نگزید است پیکرت — ناک ره کسی نشدی خاک برسرت
ہمچو آن شامی که روشن گردد از رنگ شفق — کاکلت از تاب رخسار تو زنجیر طلاست
برنگ آن ندا کز جانب دیگر صدا برگشت — بجو ہر گرد دیده بیرون رفتم از خود خدا برگشت

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم
این بارگران برسرخود دیده خمیدیم

یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را
جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سروِ قدِ تو نهالی ست که من می دانم
چشمِ شوخِ تو غزالی ست که من می دانم

آنچه در چشمۂ حیوان ست خضر می داند
در لب یار زلالی ست که من می دانم

زاهد از چشم بتان روغنِ بادام طلب
سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم

بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام
قال را رتبۂ حالی ست که من می دانم

در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد
بیجبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم
پر فشاندیم و زیر بال خودیم

من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام
همچو گوهر چشم خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشم عالم شد نهان من دیده می آیم
شود قربان خود گردِ سرش گردیده می آیم

فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدم
از بال و پر مصرعِ برجسته پریدم

بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم
فکر بسیار بلندم نه کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم
توکل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم

دست طلب به دامن آن خویش کمر زدم
دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم

مرا بر مسندِ جم می نشانند
الهی بر سرِ آن کو نشینم

زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم
در اول دیدنی همچون نگاه وا پسین جستم

زبسکه تنگ شدم در میانِ هر دو جهان
رهی نماند که در خود گریختم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند
ما هم از دستِ رد خود چیزها بخشیده ایم

کجا تاب رُخِ خورشید دارد دیدۂ شبنم
تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم

در میانِ بحث ملایان میفگن خویش را
بیجبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم

از صفِ مژگانِ خوبان ریزش نگاه آید برون
چون سوار یکه تازی کز سپاه آید برون

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعفِ مشتری ‌‌ ‌ از گرانیهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دید است ‌ ‌ بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر ‌ ‌ ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود ‌ ‌ نمی روی تو اگر این چنین ـ چنان بگذر

ما هم اند پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم ‌ ‌ اتفاقِ طرفهٔ افتاد یاران شب بخیر

نه چینی شکند این چنین نه شیشه ز سنگ ‌ ‌ بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش ‌ ‌ زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

تمام شفق پوش شد چه شام است این ‌ ‌ پرید رنگ مگر از رخ غریبانش

کسیست تا ز من رساند هم مرا پیغام خویش ‌ ‌ کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود ‌ ‌ پیش پا افتاده بی بیند چراغ انجام خویش

خود بینی ست حرفی از خویش ‌ ‌ آیینه پیش کرده رو سوی خویش

دماغ نازک فقرم ملامت بر نمی تابد ‌ ‌ ز بهمان وا کرده دستار از برای دردسر بستم

گردِ ملال گر ز دلِ ما بچاک بیختیم ‌ ‌ بر داشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب ناز ‌ ‌ چون سایه از حمایتِ دامن گریختیم

تا آمد است فردِ حقیقت بدست ما ‌ ‌ سر رشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم ‌ ‌ بیا دو دوست سلامی که ما دماغ نداریم

به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند ‌ ‌ که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم ‌ ‌ وحدتم در غیرت آمد که بر لشکر زدم

سهل نبود زخم تیغِ نازِ او برداشتن ‌ ‌ بارها زین سرگذشتم تا گلی بر سر زدم

یادت مزه بخشید دل از رزق بریدیم ‌ ‌ تا هم تو گرفتیم و لب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلهٔ حسرت عشاق ‌ ‌ آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل   من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت الله در شاه جهان آباد روز دوشنبه بیست وچهارم ذی القعده سنه اثنتین واربعین ومأته والف (۱۱۴۲) واقع شد- ودر جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی قدس سرهٗ مدفون گردید-

جامع اوراق در وفات او قصیدهٔ انشا کرد که هر مصراعش تاریخ است ومطلع وحسن مطلع بیخواست ذوقافیتین اتفاق افتاده- پارهٔ ازان قصیده بر نکته سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازِ عمّانِ الم   اشک می ریزد بروی لوحِ مژگانِ قلم
صفحهٔ احوال ماتم سینهٔ مجروحِ گل   سنبلِ زلفِ بیانِ جعدِ پریشانِ صنم
طائرِ آسودگی در سیرِ پروازِ فنا   آهوِ هامونِ طاقت برقِ مهمیزِ عدم
چهره پردازِ ازل گویا بهامون برکشید   یک قلم چون حلقِ بسمل چشمِ آهوی حرم
شعلهٔ اندوه می بالد به صحنِ روزگار   صبحِ محشر می زند از مطلعِ آفاق دم
ازحسابِ نوحهٔ گیتی چه می پرسی دگر   بانگ آهی می کشد بر پردهٔ گوشِ اصم
بیدلان در کهنه عالم حلقهٔ شیون زنند   هر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیده نم
لیکن از ادراک کاملِ سیّدِ شیرین بیان   طرفه بزمی قدسیان چیدند باهم در ارم
شمعِ بزمِ اهلِ بیت و کوکبِ اوجِ صفا   مطلعِ صبحِ هدی هم شاعرِ نازک قلم
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان   زبدهٔ مشکل کشایانِ فصیحان عجم
کلکِ آن دریای جوهر ابرِ نیسانِ بهار   موجهٔ سیلِ نزاکت زلفِ دل جوئی رقم
زادهٔ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق   نسخهٔ دیوان او دارد پیامِ جامِ جم

(۱۲۷) فقیر- میر نوازش علی سلمه الله تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمت الله بیخبر بلگرامی [illegible]

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا	یوسفِ مقصودِ تو شاید ز چاه آید برون
رندمی داند که بیرون آمدن از خویش چیست	زاهد از جرعت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین	وقتِ آن آمد که جائی سبزه آه آید برون
سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن	عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها	دردسر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن
از دو چشم او نگه مستانه می آید برون	همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم	که نشست است غیر از گردکس بر پوست تخت من
کی شود یارب که در بزم وصالِ آن پری	من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد بدیدم تا نشستم در بر گذشت	چون کمان حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی	قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست	انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی	باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند	آبرویت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش	نیست غیر از دردسر گر محفل آرائی شوی
مشاطه نیست محرم از حسن روستائی	فرش است میرزائی زیر برهنه پائی
دلت پر می تپید بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا	مبادا بیخبر پیدا کنی زین تعبیه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل	به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم	تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید	غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم	این است بیان کدام تفسیر کنم

(۱۲۸) غریب۔ سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہا اللہ تعالی۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۵) رو نمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والا گہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالی بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانۂ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید ؎

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است ۔۔۔ ہمچو فانوسِ حبابی آسمان گردیدہ است

لعل باآن سرخی پا وزنِ پاسنگی نداشت ۔۔۔ دل بہ میزانِ تاتُل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نا مہربان ۔۔۔ میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری ۔۔۔ چشم من در خوذ نگاہِ واپسین ز دیدہ است

مُرد یادِ نگہِ شوخ تو بیمار مرا ۔۔۔ داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فراقش شاید ۔۔۔ دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سرِ کوی بتان ناشاد رفت ۔۔۔ آہ این مشتِ غبار من ہمہ برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر ۔۔۔ سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی بالبِ لعلش ۔۔۔ بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

پیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست ۔۔۔ گفت این آموز حولان در غبارِ دُم است

واین برگشتگی از طالعِ من کی رود ۔۔۔ من زطفلی بکامِ کاسۂ گرداب شیر

ہمایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید - و درین محفل برقع از زردی پری زادانِ معانی می کشاید -

اکثر سایۂ التفات بر سر سخنِ موزون می گسترد - و این خانہ زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد - اشعار او از قصیدہ و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آہ سردی برنخاست	خانۂ ہستی ز پا افتاد گردی برنخاست
در حضورِ شمع جان بی صرفہ می سازد نثار	از نژادِ عشق چون پروانہ مردی برنخاست
از یار پیام دغلی را چہ کند کس	این دُرّدِ خوشابِ عملی را چہ کند کس
بلبل نسبان قدر شناسند چمن را	در باغ دماغِ جعلی را چہ کند کس
قبای عقل کہ پودش غم است و تار افسوس	اگر ز عشق نشد پارہ صد ہزار افسوس
برون ز حلقۂ ز نقش قدم چگونہ زنم	کہ پای ہمتِ ما را گزید مار افسوس
صفای آینہ از شست وشو نمی آید	علاج دل سیہی از وضو نمی آید
در وجودیم و لی رو بہ عدم می داریم	در گلو این رگِ جان رشتۂ حب الوطن است
ز پر فشانیِ مرغانِ رُوح شد روشن	کہ در نشیمنِ تن راحتِ قفس ہم نیست
دین و دل جان و تن ز دست ہمہ	آہ بر فرق او فدا چہ می کنم
گرچہ بر جبہتم فقیر از دام سعیِ مال و جاہ	احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کردہ است

بعد اتمام تذکرہ - میر نوازش علی شب دوشنبہ ہژدہم شعبان سنہ سبع و ستین و مأتہ والف (۱۱۶۷) بہ عالم قدس خرامید - و در جنب جد خود میر سید لطف اللہ قدس سرہٗ مدفون گردید - محرر اوراق گوید ؎

روشندلے سحر نفسے پاک گوہرے	واحسرتا کہ دامن ازین انجمن فشاند
دل واطپید و نالۂ تاریخ وا کشید	پیر یگانہ میر نوازش علی نماند
	۱۱۶۷ھ

. در سنه ست وثمنتین ومأته والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافه شاهجهان آباد زیر سایهٔ عنایت حضرت ملامی میرهٔ پدر جلیل بندرامی جا داشت - مشارٌ الیه نیز دران ایام دران نظام به دیوانی ناظری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شده و مثنوی ترجمان اسرار معنوی مولانا رومی قدس سره از خدمت حضرت علامی سند کرد -

دران نزدیکی نواب مشار الیه به ایالت صوبه گجرات احمد آباد از پیشگاه خلافت مفوض گردید مشار الیه در رکاب نواب بآن دیار شتافت و چون حکومت گجرات از عزل نواب به راجه ابهی سنگه مرزبان خطه مارواره قرار شده و با نواب و راجه صورت مخالفت رونمود - در سواد احمد آباد جنگی صعب روی داد - مشار الیه در آن معرکه جرعهٔ شهادت چشید - در سنه [illegible] تاریخ [illegible] نظم کردید - و این واقعه هشتم شهر ربیع الاول سنه [illegible] و مائه والف ۱۱۴۳ روی داد -

بعد انفصال جنگ ایسر در شهداء میدان یافتند الا سید غلام مصطفی که هر چند تفحص کردند اثری گل نکرد -

[illegible] رباعی گفته بود و نفس آینده اخبار نموده - رباعی این است ـ

در خلوت ما ورای ما یاری نیست یعنی که به عرش و فرش اغیاری نیست
ما روح مجردیم ز آلایش مرگ ما را به جنازه و کفن کاری نیست

سلیقهٔ سید در انشاء رباعی مناسب افتاده - و در یا های حقائق و معارف برطرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشیده - الحق هر رباعیش چار موجه ایست از بحر عرفان و ترانه ایست از پردهٔ لامکان - هر نکته اش تازیانهٔ دلهای آگاه است - و پرتوی از شعلهٔ اِنّی اَنَا اللّٰه -

دیوان رباعیاتش مدون است - و مذاق نقرش از کلامش مبرهن ـ

مردمِ چشمِ او دلِ ما را همچو زنبور نیشدار گزید
بیک درزدید دیدن خشک مغزی رفع می‌سازد نگاهش روغن بادامِ باشد ناتوانان را
چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو ز درگاه خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود
گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سروآزاد۔ غریب بیست و هفتم جمادی الآخرہ سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید ودر بلگرام مدفون گردید۔ مؤلف کتاب تاریخ تتعمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب
وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بهر تاریخ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفےٰ بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبداللہ برادرزادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ۔ سحاب قلم در دامن بحرپیشین دُر رمناقب سامی ریختہ۔ و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ۔ درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار سرۂ معنی بہ دران می آویزد

روشنے۔ صاحب مشرب عالی بود۔ و نشئہ فقر و درویشی دوبالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ دل واطبیبہ و اب معاش ضروری می کرد۔ و نعل و اژون زدہ شدیز سیر فی اللہ

صد شکر که از شوق تماشای رخت | چون برق طپیده آرمیدم در خود

هر کس در خود بهار و باغی دارد | در کلبۂ تاریک چراغی دارد
تو غرہ مشو که ماہیِ دریائی | غوکِ لبِ جوی ہم دماغی دارد

زاہد که عبادتِ ریائی دارد | در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
ہر چند که الله بگوید ہر دم | والله که الله ہوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند | بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند | چون در نگری خلیفۂ شیطانند

ہر کس خفاش آفتابش باشد | کی محو جمال بی نقابش باشد
زاہد طلبِ مقام تنزیه کند | غافل که ہمان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد | یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشۂ پر شراب با صد مستی | بر طاق بلند چیده می باید شد

وا رستۂ درد ہا دوا را چه کند | بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جہان بال ہما را چه کند | ہر کس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل | نی انجم و مہر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصۂ عشق پائی زاہد لنگ است | آری نرسد بجای احمد جبریل

در دہر که غول و رہبرِ خویش منم | یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
ہر چیز فتاده است زیرِ نگہم | یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم | بیہوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخر کار | چون دفتر وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار نمِ لیش آبی زده ایم | یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش میا که بر درِ خانۂ خود | ہر جا گل میخ آفتابی زده ایم

جز دوست ہرانچہ ہست اندیشۂ ما
چون شعلۂ آتش است در بیشۂ ما
ما جام شراب نحن اقرب زده ایم
یعنی ہمہ اوست در رگ و ریشۂ ما

در عشق کہ فتح باب کردم ہمہ را
سرمست شراب ناب کردم ہمہ را
مرغان کہ ہمی زدند پر ہائی دوئی
در ناریکی کباب کردم ہمہ را

این ہفت فلک کہ چون حجاب اند ترا
تا در نگری ہمہ دواب اند ترا
تو پادشہی دلی ز خود بیخبری
پا نہ بہ مہ و خور کہ رکاب اند ترا

ہان حال رجال را ببازی مطلب
تا ساختہ کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر
توحید حق از سخن طرازی مطلب

ہر نشہ کہ ہست از می ناب من است
جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چہ خبر ز رتبۂ عالی من
چون عالم بجت مستی خواب من است

مارا کہ نہ عزّ و نے شرف درکار است
نی بحر و نہ گوہر و صدف درکار است
در دیدہ ولی بہر شناسائی خویش
خاک قدم شاہ نجف در کار است

این ہستی من برون ز آب و خاک است
وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاہد بیچارہ مرا
کین ہیئت من گنہ وجود پاک است

من عاشقم و رمیدہ از دشمن و دوست
از خویش گذشتہ نی بد و نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانہا شدہ ام
کز روز ازل دریدہ ام چندین پوست

ای زندہ تمام عالم از فیض دمت
خواہان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست کہ شد
سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

با عاشق ذاتیم صفاتی دگر است
بیرون نہ جہاتیم و جہاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم
افسانہ نویس ممکناتی دگر است

از دیدن روی تو رسیدم در خود
یعنی کہ جمالت ہمہ دیدم در خود

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود۔ میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری درد جگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته کنار دریای ستلج بر معبر ماچهی واره رسید - ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی و ستین و مائة و الف (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر برد کشته شد - سید احمد جائیکه اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ بر شکم خورد - قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد - و روز پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ روح او از قفس جسم پرواز داد - روز جمعه در همان حویلی مدفون گردید -

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجه جانب سهرند تافت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست و هشتم منه آتش حرب اشتغال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گولهٔ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد - و راجه ایسر سنگه پسر جی سنگه سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بممالک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه این دو زخم عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد - و بمفهوم آیه کریمه الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِھِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ - بعد شکست نادرشاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه هند شد - تاریخ گوئی "فتح خدا ساز" تاریخ یافت -
۱۱۶۱ھ

وقت است که دل زد بر برکنده کنیم　　چون لاله و گل برین چمن خنده کنیم

در خلوتِ خویش نخبهٔ دُنیا را　　عریان همه تن شویم و شرمنده کنیم

بر دست بگیر، همچو من پیمانه　　تا وارهی از یگانه و بیگانه

آن گل که دمیده بود بر بام سرا　　عمریست که چیدمش بصحن خانه

عشق است که گاه مهر باشد گه ماه　　هان تا نشوی چو کور چشمان گمراه

هر چیز که تو طالب آن می باشی　　در صورتِ مطلوب تو آید الله

بشنو ای دل حقیقت پنهانی　　ایمان موقوف شد به انسان دانی

هر چند بصد سجده تو حق را خوانی　　تا سجده به آدم نکنی شیطانی

ای آنکه ترا ست نسبت پنهانی　　بیچون و چگون بحضرت سبحانی

از جسم چه می روی بجان رو سویش　　کس سایهٔ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی - سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قدس اللہ اسرارھما سیدی بود پاک نژاد - دست بدامن صلاح و تقوی زده - پا بسنگ لذت فقر و فنا لنگر بحر وقار و تمکین - مرید عم بکرم خود سید العارفین قدس سرہ -

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد - و مثل برادر خود میل به رباعی بیشتر داشت - عدد رباعیاتش زیاده از چهار صد باشد -

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لوای یکتائی می افراخت -

چون هنگامهٔ احمد خان ابدالی در سنه احدی و ستین و مأته والف (۱۱۶۱) از طرف قندهار بلند شد - و لاهور را غارت کرد - و محمد شاه سلطان دهلی فرزند خود احمد شاه را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان - و نواب صفدر جنگ

ما را نه مقید و نه مطلق خوانند ❊ الّا پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب ویست ❊ مقصود ز یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ ویست
از غیب مراد این شهادت باشد ❊ ایمان آرش که سرِّ لاریب ویستا
گر من عوضِ بخششِ خاصت یا رب ❊ در حضرتِ تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید ❊ شکرِ کرمِ خویش تو از خویش طلب
در عقل بسی حال بتر می باشد ❊ گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا ❊ از خویش و نه از خدا خبر می باشد
در گفت و شنید اوست مشهور منم ❊ دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است ❊ می نوشد دیگری و مخمور منم
دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی ❊ با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست ❊ در یاد خودی اگر خدا یاد کنی
ای دل بسرت قسم که جانانه توئی ❊ سرمایۂ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفےٰ و هر چیز ❊ امروز امیر بزم این خانه توئی
مقبول اگر کنی مرا ور مردود ❊ نازم که مرا حضرتِ تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست ❊ روزی کند از لطف هم او را خوشنود
ای نامِ تو احمد ست و روحِ تو احد ❊ یعنی که توئی باعثِ هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم ❊ محتاجِ دگر مکن چه از نیک و چه بد
ای احمد مصطفےٰ شفیع دو جهان ❊ بسپرد بدستِ تو مرا خالقِ جان
الحال بدستِ تست کار و بارم ❊ مختار توئی هر چه بخواهی کن آن
از عین علی ؛ ات خدا شد خوشنود ❊ آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا ❊ ناچار ابو تراب کنیت فرمود

وبعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی بیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست وپائین مزار سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ ووزیر ونواب آصف جاہ کہ درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ — موت شاہ و وزیر و آصف جاہ

۶ — ۱۱ ۶۷

۱۱ ۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازہ شہر پناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

باقدر تو رفعت ہمہ پست آمد — ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد
بیخود افتادہ ام بگیری دستم — ای آنکہ ید تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است — دانم کہ متاع کاسد بازار است
یا از دو جہان بساز اورا آزاد — یا پیش نظر دار اگر درکار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد — ور قلب بہ بازار تو باشد باشد
ہرچند سیاہ رو نباید این جا — گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود — او خود خلف آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود — عبد است اگر عفو خدا را نبود

نامند بنامہا خلائق مارا — چون نیل کہ ہست در گروہ اعمٰی

دلاورانِ صفِ عشق کشتۂ خویش اند | نہ ہر کہ تیغ بہ بندد سپہگری داند
کسیکہ دولتِ اقلیم نیستی دریافت | شکست آئینۂ دل سکندری داند
چو سرو ہر کہ بآزادگی قدم افشرد | بزیر بار تعلق شدن خری داند
جہادِ نفس بود کار شیر مردان فرد | نہ ہر کہ صف شکند او بہادری داند
بود بعالم تجرید ما لباس دگر | بریدن از دو جہان است قطع جامۂ ما
عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواہد | دگر نہ این حیا پرورد کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادر زادۂ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قدس سرہٗ۔

تولد او شب چہار شنبہ ہشتم ذی القعدہ سنہ ثلث عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف بہ تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاہی خود ہم سخن موزون می نمود۔ و درِ فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچۂ تصوف رایت بلند می افراشت۔ معہذا در وصف شجاعت سر خیل دلیران بود و در بیشۂ پُردلی نی در ناخن شکنِ شیران۔

او آخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] بست و دوم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) مابین بتیالی و سہاور صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی کہ ذکرش بنگارش یافت۔ در عرصۂ کارزار تلف گردیدند۔ وجز داغ حسرت لالہ اثری ازین

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ کلکتہ۔

درحبِّ علی زجان ودل بریابی | وزہردوجہان رتبۂ برتر یابی
حق رمزعین ولی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا دریابی

(۱۳۱) فرد۔ سید اسد اللہ بلگرامی

برادر زادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفےٰ و دختر زادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لُطف اللہ ومرید آن خدا آگاہ است قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُم

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشرو مأتہ والف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم وذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ وبدقائق سخن خوب می رسید ونثر خوب می نوشت۔ وچاشنی تصوف بلند داشت واز ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ در عین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ وشب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِكِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلہ میدان پورہ برکنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد ؎

شب کہ آن ماہ جہان افروز رخصت خواہ شد | آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد
نگاہ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم | نریزد آبروی من اگر برخاک می اُفتم
سرشک طفل طبعم شوخ چشمی دربغل دارم | نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم
بہ پاپش بوسہ زد رنگ حنا سرخی دوبالا شد | دلم خون شد زحسرت این عجب ہنگامہ برپا شد
نہ ہرکہ تاج بہ تارک زند سری داند | نہ ہرکہ خرقہ بپوشد قلندری داند

در صف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہر دار حسن بیان - مدسنانش بسماء صفحه میدان - بارہا در معارک صفوها شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تهمتنان بربست در ریعان تمیز میل سخن بهم رساند - و دواوین سخن سنجان نو و کهن را سیر کرد و با خوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفاهانی و آقا عبد العلی تحسین ملاقات نمود -

و در عالم نوکر پیشگی بصوب بنگاله رفت و از انجا برگشته در سلک نوکر وزیر الممالک صفدر جنگ در آمد - و چون نواب وزیر بکرت ثالث لشکر بر سر افاغنه کشید - و افاغنه در دامن کوه مداریه که شعبه ایست از کوه سوالک پناه گرفته مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - در ایام جنگ بیست و هفتم صفر سنه خمس و ستین و مأته و الف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی در باخت - حیف که این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - :

و ماندگان را داغی که علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید ؎

در فن سخن بلند تقریر محب	در معرکه آبروی شمشیر محب
تاریخ وفات او ز دل پرسیدم	فرمود "بهشت محفل میر محب" ۱۱۶۵

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیده اند و گلگونهٔ شهادت برو مالیده - ازانها جمعی که بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوه نمودند -

چند بیت از محب بر محبان سخن ملتمس می شود ؎

دل از مژگان و خال پشت چشم او حذر دارد	که ترک چشم او مستانه شمشیر و سپر دارد
به بزم می پرستی عشرت رندانه شب کردم	نقاب شیشه وا از چهرهٔ بنت العنب کردم
ز فیض نیست بیرون سیر بنوائی ما	به فرق خار نهد گل برهنه پائی ما

زمین گل نکرد- راقم الحروف گوید ؎

میر عظیم الدین والا گہر | زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی | در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت | در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان | رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود | سال وفاتش "ہمہ فوز عظیم" ۱۱۶۳ھ

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی پیش او خوانده شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود | گرد ران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد- در ہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت وبعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود- فوراً بیت مذکور خواندم- تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد- گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شما را پسند اُفتاد-

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیرابم ہنوز | آتشم اما چو صہبا عالم آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را ببین | در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را ببین
خواب و بیداری چشم تو عجب معجونی است | بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثر لبت | یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب- سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ- جوانی بود صاحب السیف والقلم

ؔ۱؎ نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء-

• همواره روزگار قرین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد- و بخدمت عدالت معسکر می پرداخت-

و چون کرت اولی سربلند خان در سنه اربع وعشرین و مأته والف (۱۱۲۴) ناظم صوبۂ گجرات احمد آباد شد- سیّد عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود- سیّد با ارباب وظائف سلوک پسندیده کرد- و غربا وضعفا را باحسان نواخت

آخر الامر در دار الخلافه شاهجهان آباد بیماری استسقا عارض شد- بهمان حالت به بلگرام آمد- و بعد چندی موافق سنه اثنتین وثلثین و مأته والف (۱۱۳۲) جان بجهان آفرین سپرد- و سمت غربی باغ محمود درمقابر قبیلۂ خود مدفون گردید

بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۂ او شیرازه جمعیت گسیخت- و اشعارش تاراج حوادث رفت- همین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمه اثر کرد ضعف طالع من   که بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمه اب والانسب او نظر پرورده لطف الٰهی سیّد محمد اشرف درگاهی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت-

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذهن شریف بود- و سراپا به حلیۂ مکارم اخلاق وجلائل اوصاف آراستگی داشت- اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید وعطر خلق محمدی از گل عنصرش می ترادید-

شعر بزبان فارسی وهندی می گفت- وجواهر زواهر بمثقب اندیشه می سفت سخن شیرینش به گلو..... ری نبات است- وشعر آبدارش به گوارائی آب حیات

از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود- ونسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود-

بسکہ از دیوانگی باشد بسامان کار ما | سنگ طفلان گل زند در گوشۂ دستار ما
زسبزہ بر رُخِ او کرد گل بہارِ دگر | بہ پای دل زسرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش | دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر
قدم برون نگذارم ز آستانۂ خویش | شدم چو جوہرِ آئینہ نقش خانۂ خویش
زمن نگار با یماء پیام گفت و نگفت | بسینہ دست نہاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دل خود زیار پرسیدم | نمود کاکل پر حلقہ دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگہ را بدست مردم چشم | بہ عاشقان جہان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح بر آورد خواجۂ حسنش | مرا زبندہ نوازی غلام گفت و نگفت
ببین کہ ساقیِ کوثر محب صادق را | اشارہ کرد سوی حوض جام گفت و نگفت
امشب ای شمع درین بزم نیاز آمدۂ | آفرین باد کہ پروانہ نواز آمدۂ
غیر محراب دو ابروی بتان سجدہ مکن | عشقبازانہ اگر بہر نماز آمدۂ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل | گر تو با قافلۂ عجز و نیاز آمدۂ
قصۂ شوق مکن در شبِ ہجران کوتاہ | اگر ای شانہ ازان زلف دراز آمدۂ
ہیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب | آفرین باد کہ خوش مدح طراز آمدۂ

(۱۳۴) قابل۔ سید عبد اللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّہ میدان پورہ۔ پیشتر در طبقۂ فضلا ممتاز است و حالا در گروہ شعرا بی انباز۔

تخلص او اسمی بامسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر ہفت قلم و فنون سپاہگری و ورزش اسلحہ و اکثر صناعات اہل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیہ انامل می زیست۔

آگہ ز دلِ شکستنِ بلبل نۂ ہنوز　　طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ

عمریست در رُخِ تو تماشائیِ خودیم　　آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین

نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی　　چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا

آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُر سوزِ خویش　　گر سمندر نیستی مکشایِ مکتوبِ مرا

نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن　　اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی　　زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی

اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی　　از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمّی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصفِ حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکاتِ شیرین آوردہ۔ و درین نسخہ بمناسبتِ شیرینی ذوقی تخلص می کند۔ و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد۔ برخی از آن در فصلِ ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔ در خطبہ این نسخہ گوید :۔

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ "مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر　　کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر

"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند　　کہ انداخت در گردنِ جان کمند

"بحلوای تر آن فرح بخش جان　　بمقراضیِ آن غم تراشِ جہان

"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو　　کہ چون سبز بند است زیبندہ رو

"بآب [illegible] مِی مجلۂ بلگرام　　کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام

"ندارم سر بنگ باور کنید　　کہ دارم ازو ننگ باور کنید

ایامیکه والد ماجد او سید محمد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنه لاهور می پرداخت او را با کفار آن نواحی جنگ رو نمود۔ میر عبد الواحد در معرکه جرعهٔ شهادت چشید۔ و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید۔ و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۴) واقع شد۔ عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود۔

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبد الواحد شیرین سخن — از زبانش آب حیوان می چکید

سیدِ والا گهر صاحب هنر — تا ثریا نظم و نثرِ او رسید

والدِ او حاکم راهون شده — در رکابش رخت آنجانب کشید

خطهٔ پنجاب را از مقدمش — آبروی تازهٔ آمد پدید

با زمینداران کافر رزم کرد — از شهادت جرعهٔ صافی چشید

در سخن واحد تخلص می نمود — لفظ ذوقی هم تخلص برگزید

چون که واحد رفت سالِ رحلتش — کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵ − ۱ = ۱۱۳۴

صیّاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری ازآن به پرواز آمد۔ برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما — صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما

گر بود رهِ یک قدم بی رهنما دور است دور — بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست

سوختم در آرزویش کاش ای صورتگران — گردهٔ تصویر او سازید از نما کسترم

بہبین بسوی چپاتی بدیدۂ انصاف — کہ بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسم برسات اولہ و بوندی است — وگرنہ این ہمہ تمہید برق و باران چیست
چرا نہ نیشکر از خرمی بخود بالد — کہ آل او ہمہ مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکرای ذوقی — آب گردید دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما - بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی - گل سرسبد چمن استعداد بود - ونہال سربلند قابلیت خدا داد - مصور ازل حسن صورت را باحسن سیرت آمیختہ - ورنگ حیرت در دیدۂ تماشائیان ریختہ -

در صغر سن مصحف مجید را از بر کرد - ودر پانزدہ سالگی فنون عربی وفارسی و ہندی را فراہم آورد - شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت - وحسن قراءتش ایمان سامعہ را تازہ می ساخت -

از انجا کہ کسب ہوای زندگانی وتحصیل اسباب کامرانی مقتضای عہد شباب است در عنفوان عمر از وطن مالوف برآمدہ شاہزادہ عظیم الشان بن شاہ عالم را ملازمت نمود و بہ منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاہی دران وقت نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت - وشاہ عالم از کابل و محمد اعظم شاہ از دکن بداعیۂ محاربہ شتافتند - ودر میدان دھولپور بر مسافت دوازدہ کروہ از اکبرآباد تلاقی فئتین رونمود - ومحمد اعظم شاہ در معرکہ نقد زندگانی درباخت ونسیم ظفر بر پرچم الویۂ شاہ عالم وزید - بعد فراغ جنگ سید محمد حسن کہ جوان نازنین بود وسلاح در برداشت - تاب حرارت ہوا نیاوردہ بہ خیمۂ خود

" به تریاک هم نیستم آشنا   هم از تهمتِ کو کنارم رها
"کنون به که تمهید کمتر کنم   غزل خوانیِ مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رخِ لوزینه وا کنند   آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مربا جدا شداست   لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست   اهمال در تناولِ فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید   پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش برکشیده اید   بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را   بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربتِ انار   نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اناناس خوش نشد   چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر   چشمم نشدی سیر مز عفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت   یاری دهِ او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من   با شیر و شکر حبِ پیمبر نشدی گر
حلوا نفزودی به دماغ این همه قوت   ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش   ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدحِ بلور کن شربتِ قند با گلاب   چمچه بزن در آن میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیدهٔ دلفریب را اگرچه ثقیل گفته اند   لیک ندارد تِ زیان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهدانه ام بکف گرفته از کمالِ شوق   بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پُر از مزعفر و کاسه پُر از برنج و شیر   خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا   خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد   که از یادِ زلابی محو پیچ و تاب می گردد

بحکم ارث گلدستۂ اخلاق حمیدہ و نسخۂ جامع اوصاف پسندیدہ۔

کتب مختصرات درسی تحصیل نمودہ و در فارسی استعداد شایستہ بہم رسانده۔ بدقائق شعر خوب می رسد۔ وگاہی خود ہم فکری می کند۔ این رباعی زادۂ فکر اوست ؎

ہر چند بود ضمیر پاکت روشن   بی راہبری گام درین راہ مزن
پیداست کہ شمع پیش پای خود را   بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ کہ ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولّد محمد عارف روز جمعہ نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیدہ۔ وعندلیبی است نورسیدہ۔ اول شخصی از دودمان مخدوم رکن الدین کہ چراغ سخن افروخت۔ وطرز موزونی از مبدءِ فیاض آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور بہ گلگشت کوچۂ سخن خرامید۔ و در فن فارسی و ہندی کمالی بہم رسانید سیما شعر ہندی کہ این فن را خوب ورزیدہ و غزالان تازہ در دام کشیدہ۔ برخی از سبزان ہند در فصل ثانی نقاب از رُخ می کشایند۔

با فقیر محبّت تمام دارد۔ و ہمیشہ بہ نامہ و پیام مرہمی بر دلِ ریش می گذارد۔ این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صہبا باشد   رشتۂ شمع من از پنبۂ مینا باشد
قطع این راہ توان کرد بیک قطع نظر   خار پایت مژۂ دیدۂ بینا باشد
بسکہ نیرنگی حسنت بنظر جلوہ نمود   مژۂ من پرِ طاؤس تماشا باشد

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازه دھول پور دفن ساختند-

چون راه آمد و شد وا شد سید درگاہی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مائة والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاہی تحریر نموده

این چند بیت تذکرۂ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد
سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد

مرکز گردش ما نیست بغیر از دل ما
محمل ما دل ما هم دل ما منزل ما

وصف تو اگر برلب دریا گذر آرد
از گوش صدف پنبۂ گوهر بدر آمد

مگر در یاد ماه من زبلبل ناله می خیزد
که مد شاخ گلها در چمن چون هاله می خیزد

انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام
وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است

کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید
نشد چون غنچه بی چاک گریبان فتح باب من

رسید قاصد و واشد گره ز غنچۂ دل
هوای بال کبوتر نسیم باغ من است

ز تمکین تو ای ظالم فغانم جوششے دارد
سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را

نیاز و ناز را بایکدگر خوش جلوه می بخشد
درازیهای دست از من از و دامن کشیدنها

(۱۳۷) آگاه- سید علی رضا سلمہ اللہ تعالے

خلف الصدق میر عبد الواحد ذوقی مذکور- همعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر چشمت | مگر دادند اعجاز مسیحا این فرنگی را

داغ احسان برنتابد همت والای ما | از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دور فلک عشرت نصیب ما نشد | سر که شد از شور بختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اهل زر بود | می زند پهلو بہ عیسی ہر کہ صاحب خر بود

گرد کین از جانب ما بسکہ در دلہا نشست | در میان ما و یاران سدّ اسکندر بود

در جہان از بسکہ باشد صلح کل آئین مرا | می شمارم آفرین ہر کس کند نفرین مرا

در بہارستان غفلت ایمن از غارتگرم | غنچۂ تصویرم و نبود غم گلچین مرا

بسکہ ہر شب سبزۂ خط تو می بینم بخواب | سبز ہمچون بال طوطی شد پر بالین مرا

مپوشش چشم خود از روی نوخطان زاہد | کسی کہ منکر مصحف بود مسلمان نیست

ہیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم | گر ز نی نغمہ گرفتند شکر بخشیدند

آنچہ باید در خور ہر شخص سامان می کند | دختر رز را بود گہوارہ از پیمانہا

تنگ چشمان را ز دولت خست افزون می شود | مشت بر بندد صدف ہر گہ گہر آید بدست

شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان | شد مرا این نکتہ روشن از لب خندان برق

نام آبا روشن از فرزند صاحب جوہر است | حرمت دیگر بہ عالم از گہر دارد محیط

اہل ہمت را چہ باک از خصمی بد گوہران | سنگ نتواند کسی بر شیشۂ گردون زدن

بمستی داد جانان وعدۂ یک بوسہ ام صانع | چہ سازم گر خدا ناکردہ از اقرار برگردد

از ہجوم داغ ناپیداست دل در سینہ ام | در سواد خویشتن این شہر پنہان گشتہ است

چرا ز عشق خود آگاہ کردمش صانع | اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۱) سخنور۔ شیخ محمد صدیق بلگرامی [۵۱]

پدرش قاضی احسان اللہ امروز بہ منصب قضاء شہر قیام دارد۔ سخنور کلام اللہ

[۵۱] نتایج الافکار صفحہ ۲۴۲-۲۴۳۔

نیست معلوم کہ چشم زخم من چون می پرد | شاید از مژگان او آمد پیام بوسۂ
مشو برای کبابے باتشی محتاج | چو سنگ از جگر خویشتن شرار طلب
چون صریر خامہ نبود نالہ ام را آفتی | سرمہ می سازد بلند آواز فریادِ مرا

رباعی

ختم آمدہ منشور ولایت بر تو | انجام صحیفۂ ہدایت بر تو
تعقیب خلافتِ تو برجا باشد | چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر | رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر
در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی | ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ | زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ
این ہر دو بکار خویش ضدی دارند | مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع - نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولد اوست - مطابق سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب و مؤدب - در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت - و در خدمت میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت -

مشق سخن از خدمت میر می کند - وطبع سلیم وذہن مستقیم دارد - و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد - و لآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست - ایزد سبحانہ عمرش بیفزاید - و پایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید | چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید
توان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را | کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا روی زنگی را

(۱۴۳) محزون ۔ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت ۔ جوان شایستہ است ۔ اکثر بہ دواوین و کتب فارسی وارسیدہ واخذ آداب و مشق سخن از میر نوازش علی نمودہ ۔ از وی آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین مددِ ذوالفقار می خواہم
با گناہِ ز حد فزون محزون رحمت از کردگار می خواہم
دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نو بہار فصل اول بہ مراد رسید ۔ و دل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت ۔ و زبان آتشین گفتار شمعہا گیرانید تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت ۔ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند ۔ و تاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

زنوکِ کلکِ من نقشے تراوید کزو تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاھم اللہ بجائزۃ الخیر

من ہیچمدان با زبان عربی و فارسی و ہندی آشنایم ۔ و از ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم ۔ در عربی و فارسی عمرہا مشق سخن کردم و نورسان معانی را در آغوش فکر پروردم ۔ مشق سخن ہندی ہرچند اتفاق نیفتاد ۔ و فرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد ۔ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظّی وافر است ۔ و

را از بر کرد و مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایهٔ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد - از وست ؎

تا بہ گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود | بر سرِ قمری چہ آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایۂ ناز آن سپاہی پیشہ را | آنچہ از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکر صحرا فارغ اند | از خراب آباد دل طرح بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچہ لب بلبل ز شرم | زیرِ بالِ خود کند چون بیضہ پنہان غنچہ را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواہرزادۂ قاضی احسان اللہ مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاہی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - از وست ؎

از بسکہ سودم از سرِ افسوس کف بہم | دستم رساند آبلہا چون صدف بہم
ز سنگہای جفا مشکن ای پری پیکر | ترحمی کہ ترا منزل است شیشۂ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی
بود وامق ذہن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نمودہ حیثیتے بہم رساندہ
و مشق سخن از میر نوازش علی استفادہ می کند - از وست ؎

گر بہ بینی تو مرا بر سرِ راہی گاہی | چہ شود گر بنوازی بنگاہی گاہی
بسکہ در ماندۂ ہجرم ز خدا می خواہم | وصل ہر روزہ اگر نیست بماہی گاہی
یاد روزی کہ گزر داشت بہ کویش وامق | بود با او نظرِ لطفِ نو گاہی گاہی
بسکہ حیرانِ تماشای تو گردیدم نماند | در چراغِ دیدہ ام چون دیدۂ بسمل فروغ

"تامیت" گویند۔ وابریشم سیاہ دران تعبیہ کنند۔
شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :۔

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ وکنول نیلوفرا گویند۔ ابریشم سیاہ را بہ زنبور ودست را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است۔ وعشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل وعشق قمری بر سرو نزد اہل فرس۔
چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :۔

"بھنور نیست گوبرونده است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود۔
شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شدُ۔ ولطافت طبع او را دریافت۔ واو را بر اسپ گرفتہ در ربود۔ وبخانہ آوردہ تربیت کرد۔ واو در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت وبدیہہ گوئی یگانہ بر آمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد۔
دوہا زاوان در سوال وجواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است۔ اکثر سوال از شیخ شاہ محمد وجواب از چنپا است۔ واین دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند۔
روزی شیخ شاہ محمد وچنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند۔
شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :۔

"دھوم جو او تہت ترنگ مون یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :۔

"نل روپ کوئ کامنی مجّن کر گئی ساہ"

بشنی درایام برشکال کرم شب تاب درہوا می رفت۔

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ و شیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بھید" قدم سحر سازی پیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و با سفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را بہ مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بوشناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر بادشاہ عمدگی و اعتبار داشتہ اند و لوای فوقیت بر افراشتہ۔

شیخ شاہ محمد در ان عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریری چندوار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد در سواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را در ہندی

پچھپ دشت اور کونج من سہج پر پوا ہنت
بھرنکی ہوئی کہت سنچری تب بہینتی بہگونت
کیچ چہوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
ماتھہ کچن کلس تین امرت بیوت بہونگ
پہپ ترابن جہرنس مانگ نک گنج راہ
بدن چند دن دیکہت ام کر بہو لو ساہ
ال مالا بین گیئی آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چھوئی برن پاس نو یار
تل بنکٹ بہر کٹی ملن سو سو بہاجیہ جاگ
ادہر دہنک منون نرکبہ کی پانک پسارت کاک
میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکھ ایمان لک
جگ بینی نہچت سچت بہیو نہ مکھ سمک
تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکہت نبت نہ کات
نین پچنر اکہت بب پیوت ہون نہ اگہات
پریتم نین ترنگ چڑہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گہٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی
مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ پاہن مکھ جاہ
مرگ اتنگ مرگ مدنلک مرگ تو بیہت سرتاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشنہ مے شود

مانک دن یون ہنسے چتون کہنچی اکاس
بہیو کہٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"یام رین مین کیتھے اورین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہً جواب داد :-

"مہن ہتھ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کھوجت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد۔ چنپا چشم پُر آب کرد۔ چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است۔

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت۔

"رم دنگ ڈہری سنا رمم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین کہارملن ہتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد۔ و اکثر اوقات در شعر کلاح افیون می پرداخت۔ و چنپا قدح افیون می کرد۔ روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا پیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل کھنبھن بیر آگ رپ بری یاہن سوئے
چنپا دن پرہٹائے یہ چوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون نہہ پہو نچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمد در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود۔ از منظومات او چند نسخہ متداول است۔

بدرجی از تاریخ طبع او سمت تحریر می یابد ؎

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشہای او مشہور است۔ وخوانندہا در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن بسبیل تعظیم بنظر درآمد ازینجا مستفاد می شود که در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید ؎

آتش نفسان گوش بہ تعظیم بگیرند ہر جا کہ من سوختہ را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا به انسان چه رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعه فرمود که وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفہا به عالم ظہور رسیده که بر زبانہا دائر است درین ایام که قحط باران و کار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظہور رسانند۔ و به فریاد خلائق برسند۔ فرمود بنده عاجز است و توانای مطلق جل شانهٔ بر ہمه چیز قادر۔ وصندلی طلبیده در صحن دیوان خانهٔ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ و راگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکه بقول مشہور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کف دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای تحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان که ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتہا کرد و خلائق به دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہنرتری سندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز به جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفته رفته راز گل کرد۔ قوم دختر به پرخاش برخاستند۔ ازانجا که سررشتهٔ

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کریا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا التحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود متنا وکرم می زیست۔ وصفت مروت وسخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت وہموارہ خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی ولطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم ونثر بہم رساند۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سرآمد برآمد۔ وکتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔

آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس آست کتب سنسکرت و بہاکا کسب نمود۔ ومہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادوتال وسنگیت سازیکتائی نواخت۔ ومحقق ومدقق این فن ونایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ ودو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

جیسی مین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گہیری ہین
لال مدہنا ایک سومیرومن موہنی کون پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سد ہارسو بہا مہا اوہکار ایسی مین کی کہلونان کدہون نین پیاری تیری ہین

-: چکھ برنن گھونگہٹ مین :-

جو چتر ان چیت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گائی
بہار نکھی بہوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکہہ جوت جگی نہ تہکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جھین دوکول چھبی جھلکی ابچھ براجت اچھ رجھائی

-: چند کی سیامتا برنن :-

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکھیت کوئی کہی چہایا چہت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکہیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھ کہی سا ہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانھ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپا کرکی وار پار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است که ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سیدوارہ است ونسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت وشجاعت ومروت ونیک طینتی شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ ودر

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ **شاہ آباد** بُرد و وزیر را اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح درآورد۔ نواب **کمال الدین خان** بن نواب **دلیر خان** افغان صاحب **شاہ آباد** مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید بتقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرونشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود وسالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در **بلگرام** مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ ۔

چند کبت از و بقلم می آید :۔

۔: سکیا برنن :۔

سنگ لاگی ڈولت مکر سر ساکرن چتون پان کو چر ترکا ہو چتیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکدہ ہسن ادہرن ہیت ہتیو
اوکت ہوت نہ سر یر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کتھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سورس ال سینت نلن جبین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کا نتہی رتیو

۔: سکلا ابہار کا :۔

چندادی چلی چندمکہی تن گورہ چندن کہو رن کہو رین
دونیہ جوت بڈہی جیت جونھہ مانو پای مینکہہ کو رین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن بجو رین
ہاتھ لیین سر پچن کون سوکیو سر پنچ پر پچھ تو رین

۔: نیین برنن :۔

کاری کجراری انیاری جگ موہنی کون تن بچ تاری ات ترل تریری ، بین

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید در اینجا ثبت می کنم کہ شمۂ از احوال میران بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :۔

" از ان مدت کہ تشریف شریف باین ملک اتفاق افتاد۔ چون حقیقۃ سکنۂ این دیار از وارد
" و صادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار رونق بلگرام بتکرار پرداختہ
" دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
" حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از منشاء بزرگان این دیار است
" بیقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنکہ بکمال سالگی رسید از وطن برآمدہ
" مدت پنجاہ سال در خدمت امرا و ملوک گذرانده حق گذاری و دیانت داری را بجای رسانید
" کہ مدار علیہ بر سر کار و صاحب اختیار بہ کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
" دی بہ نود کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کاری آنکہ آمدہ بوطن
" دلنشین نیافت۔ مرتضی خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات اسلامی تمام بود غرض خود
" خود را بر قصد سید مقدم داشت چون الحامی بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنکہ
" کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید۔ پرگنہ
" پرگنہ کہ از این واقعہ متنبہ شدند پیش از آنکہ میر از حویلی برآید کوچہا سر بستند از انجا کہ نمک اسلام
" بیقینی است برادران همراہ کہ آئین نائی بہ عادت داشتند کار میر را نگذاشتند۔ خرابیت بخشی
" سرمایۂ فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود تا چہ رسد بدہلی مرو برکت بی آنکہ تمسک
" بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تحمل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
" است زیادہ از آن۔ و طلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن۔ اکنون بجز
" خدا پناہی نیست ؎

" در چہار موج حادثہ یکتا خدا بس است چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

" مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین از عتقاء خدا است۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد۔ زمینداران قطاع الطریق نلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند۔ نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرءت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند۔ دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت۔ و با برادران خود سوار شدہ بر سر مفسدان رفت۔ و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد۔ و نلوہا مسلم بدست آمد۔ نواب مرتضیٰ خان نلوہا را بہ حضور خلد مکان فرستاد۔ و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت۔ دیوان مورد تحسین و آفرین شد۔

دیوان تا سی و یک[۳۱] سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ وغیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت۔

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید۔ و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی در ان الکہ خوب نشستہ بود۔ بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود۔

قضارا بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ در آن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود۔ سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

عرض کرد کہ حضرت حالا در خانہ نشینند و من خدمت بجا می آرم جد بزرگوار ملتمس او را قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ و بیسواڑہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت و راستی دقیقۂ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیر اندیش خان عالمگیری و از سرکار عبد الصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و با او و ہما در سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

سید حبیب

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہا را از قطاع الطریق جہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادرزادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۸) بہ رحمت حق پیوست نعش او را در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

"کہ این تسعین[۹۰] را معتق نمانست بقید حساب کشند و تقصیر خدمت یک ماه اہانت آن بی گناہ
"کنند جای وسنت است والسلام"

چون این نامہ بہ خیر اندیش خان رسید۔ میر سید بھیکہ را از مطالبہ معاف داشت لیکن سید رحمت اللہ ابن الابن میر مسطور کہ محاسب ممتاز بود بہ رغبت خود رفتہ بہ کچہری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کردہ خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بھیکہ بہ جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس اللہ اسرارہما بیعت داشت۔ و بعد خانہ نشینی اوقات را بہ طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکہ بہم شہر ربیع الاول روز پنجشنبہ سنہ اربع و تسعین و الف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید۔

اما سید خیر اللہ بن دلوان سید بھیکہ ہمراہ پدر خود می بود سید بھیکہ عبد الرحیم نامی را متبنے گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر اللہ را این معنی گران آمد۔ و از پدر رنجیدہ گردید۔ و این قضیہ یاد از قضیہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما می دہد۔

سید خیر اللہ در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکہ سید بھیکہ وسائط برانگیختہ سید خیر اللہ را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی بہ زخم تفنگ جرعۂ شہادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت اللہ بن سید خیر اللہ دختر زادۂ سید لطف اللہ بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت اللہ در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و بہ نیابت او بسرانجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بھیکہ را پیری دریافت سید رحمت اللہ

اَمرٍ لِاٰخَرَ بِالکَافِ وَنَحوِہٖ" وازینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست ۔ و تشبیہ را سہ رکن است مشبہ و مشبہ بہ ووجہ شبہ پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از شبیہ و اثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ

نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطری رسد کہ نام اول "تَمثِیلُ الشَّیئِ بِنَفسِہٖ" ونام ثانی "تَفضِیلُ الشَّیئِ عَلیٰ نَفسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "انیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است

ہیو برت ار کرت ات چنتا من چت چین
وا مرگ نینی کی لکہی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت ۔ و مشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد ۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت ۔ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود ۔ و دوہہ را تغیر داد

وا سندر کی ہین لکہی واہی کیسی نین

واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است و دو برادر او بہوکن و مترام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند ۔ چنتامن در علم سنسکرت سرآمد اقران بود ۔ و

چنتامن

• سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجمو باد فروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دو بیتہ از منظومات چنتامن در " اننیا النکار " پیش دیوان خواند۔ درین مقام اول " اننیا النکار " را بہ نگاریم بعد از آن سررشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

" ننیا " بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بمعنی بی شبہ و " النکار " بر وزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و " اننیا النکار " آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادبای عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہٖ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست   در محبت یگانہ می باشد

و در منشآت میرزا جلالای طبا طبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رخ آئینۂ جم منم   ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دلستان   توئی چون تو خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

سہات کثیر حسانٍ فی لوری مقلی   ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید :- علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ " ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار
سوہت بینی پیٹھ پر جھینین پٹ کی بھائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی
مانگ سہاگ بھری الی بب پاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چپلا لیک لکھائے
بھونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تورکی تہارو پیارو پائے
آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکہت بیدہت پران
ہوتی ترچھی تکیو بھتو بھامنی بھیر
چبھ چیتون چت مون کئی کاڈہت بادہت پیر
سندر مکھہ چوکا حمک اپمان کو برنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین
کراچائی جھائی تیہ دہاری ہیج انھہ بھائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی کری بھوم پر آئی
سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ
اوپمان سندر نکھن کی من آدی نہین اور
اندبدھوا رہندکی کلن بھئین سرمور
چھلا چھیلی چھانگین بب چھب مل اک ساتھ

و در سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ با عزت بسر می برد و اورا تصنیفی است "کبت بچار" نام کہ درمیان سخن سنجان متداول است و دوہہ مذکور در ا ننیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن ذخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ کہ از تحت جاجمؤ می گذرد با قبائل خود بہ جاجمؤ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید بہ عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و بہ مناسبت موزونیت صحبت گیرا افتاد۔ و کبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوانمردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گہہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دبایو"

"بجت اک جمک گہن گہمک دن بہن کی ترنگ، اہر دہمک بہو تل ہلایو"

"بیر تہہ کہت ہیہ کنپ ڈر جو رسن سین کہ سور چہون اندر چہہ پیو"

"کہو چل بائی تج ناہ سناہ ئیں رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد و بعرض رسانید کہ می خواہم در حضور ادا لاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شما نیست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتامن در حضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کبت را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا از آن کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

گھٹ لیے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت
للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری لکھ پیا پران دئی مکھ چوم
پھاگن مانس نہ آئی ہو پیا رہے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس
کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو کئی انہین ہت کوہال
کہت سبیس کر دھر سنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سانسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبدالجلیل بلگرامی نوراللہ ضریحہ

پیشتر نی قمہ واسطی نژاد گوش مستمعان را از تصانیف والا چہ حجازی وچہ عراقی نواختہ۔ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را نغمہ اے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ تقریبات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان مختاط را بہ گفتگوی دوراز کار آلاید لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنا بر جامعیت فنون تبا شیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فصل من بنو شیدی   می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من   میر خسرو دہد جواب نعم

پہلت پہیل منکوکرت پہلا کلا کی ہاتھ
اوورلست روماولی موہن موہن بہانت
مانو سبرن پان پرکام منتر کی پانت
ناہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹھٹ کی دیکھ میورکریو کچ گرکی کراڈہ
گوری بہوری کورٹی تہوری بہیں سہائی
بہوری بہوری بات سون پورت من کو آئی
لست سیت پچیتوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیس سی جہلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست ستہ ات ورگ للچاوت رجہوار
بھیج اُچائی انگرائی ہن ہیم جنائی جہائے
چٹ پٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ ناڈو دکہرائے
ہرمرلی ہرکی لیئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بہری لکھہ ناہہ
موٹھی دڈگلال کی من کیو موٹھی ماںہہ
جہک جہک کہیلت ہی للی جہوم رسکہن سماج
جہوم جہوم من جگت کی پرت پگن پرآج
بہونہہ چڈہائی جنائی رس جہونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بہتو الو تہن اینٹھ بنائے

• کنول سا بنجھ مونَدت نہیں کوس سکوُر   وا چرن کو بندت انجل جور

وازمنظومات والاست این چند دوہے

پہلواری جگ بین سے سینچت لی لی باس
سوکھی روکھہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رہنی سجنی بیہ سنگ پاؤن روپ بھات
اب پریتم بچھری بھئی پاؤن پک کی بھانت

تونا ساکی ڈاہ کی کیہر لگی جبیہ کو پچ
رہر کھو نٹو نت کری کھی دیت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہوان کہان تو بھید
پہن بچھ نت باکی نہ کہا جہاوان یہ اتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمۂ او در فصل اول جلوہ پیراست ودرین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی وہندی نفاذ دارد - امابہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان این قلمرو بہ تجدید سخن ... خود ... ساختہ - الحق ہیچ طوطی در ہندوستان بخوبی کلکش شکرخا ... نشدہ - و ہیچ طوطی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ - جو ہر تیغ ہندی ... بہرہ ... بہ این حسن ... نمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - واین

مصر دوا کر بن مصر ہر بنس کہ از بیا ہمہ معتبر بلگرام است و در فنون سبنگرت و بھاکا مسلم خاص و عام۔ و علامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہئہ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو نہین سو سہل"

"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میو جہیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون [illegible] شعر بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الا[illegible] سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل از ان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتھی پر لکی ایکھہ بھائی ۔ جیون جڑائی کو ٹیکو بہال سہائی

کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ ۔ ایک سیام تم ادیری الگ سنجوگ

پہلواری گہونگھٹ کی پاتین حات ۔ سمن پاس بن چھانین نہیں سہات

واکپول سر مل تین [illegible] بن ہار ۔ پرت انت جھونٹی کی مکھ چہار

دانل دیکھی تیرن باڈ ہست جوت ۔ دت چیکنون دیکھی ہلست کوت

لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابہرام ۔ ہوئی اتیت کرڈاری سیری سیام

سنکہہ نا نہہ جیو موری دھون کیا کھوئی ۔ کری لاک جہان بچھر ہویت تہاں ئی

نکھس جھلک مہندی سنگ لعل دت دین ۔ چنین لال ترجیین ڈاک نوین

بہاد نا بہہ کی ترکو کہو نجات ۔ کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات

بینی پیٹھ دو دل منو جو کین ۔ لانی چکلی باتن من ہر لین

چگل جنگھ سو موسن انگو جاے ۔ انت باندھیت گنہی کہنین لاے

پنجم۔ "بیر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است

ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت از کیفیت کمال خوف است

ہفتم۔ "ببھتس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال کراہت است

ہشتم "اوبھت رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تعجب است

نہم "سانت رس" کہ عبارت از حالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و

ہمہ نیک وبد یکسان نماید۔ واصل منشاء این حالت ترک وتجرید است۔

ودرین کتاب اکثر مقامات را کہ از مصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ مہ بہ دقت

ونازکی تمام آن مقامات را حل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دھیرا وکھندتا و

فرق درمیان بچن بدگدہا وسوبن دوت وفرق درمیان کریا بدگدہا وبودھک ہا۔

وسبب جدا شدن انبہ سبنوک وکھتادکرنیا و مانی از ہشت نایکا باوجود شریک

بودن این مجموع در وشہا بھید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔

ودیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ ودر ایجاد واختراع

مضامین دقیق وخیالات نازک چہ قدر نوت تکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ از اول تا

آخر تمثیلات تام دارد۔ ومجموع کتاب انتخاب دسحر حلال واقع شدہ۔

وسوای این دو کتاب سب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد "لبلین"

تخلص می کند۔ لبن بمعنی محو است یعنی کسیکہ در رس محو باشد۔

درین مقام صد وبیست وپنج دوہا از ہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است

انتخاب زدہ۔ وچند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ از انگ درپن

:- منگلا چرن :-

سو پادت یا جگت مون سرس نیہ کو بھاے

قطعہ بر سلک نظم کشیدہ

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب است | ز بلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سید غلام علی | کسی بہ شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جہانِ ہنر سید غلام نبی | رساند فطرتِ او شعر ہند را بہ مراد
نگاہدار الٰہی ہمیشہ ایشان را | بمُرسَلِ عَرَبِیّ وَّ آلِہِ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظہر دہلوی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکھہ نکھہ" صد و ہفتاد و ہفت دوہا است کہ آن را "انگ درپن" نام گذاشتہ و دیگر "نایکا برنن" کہ در سنہ ۱۱۵۴ ہزار و صد و پنجاہ و چہار ہجری تصنیف کردہ و مطابق این سال دوہا در خاتمہ کتاب درج نمودہ و "رس پربودہ" نام مقرر ساخت معنیش آنکہ ازین کتاب تسلی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند کہ نزد اہل ہند مقرر است کہ تغیر و کیفیتی کہ در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دہد آن را "رس" گویند و آن نہ حالت است۔ و کتاب "نورس" کہ ملا ظہوری دیباچہ آن نوشتہ این معنی ہم دارد۔ نو در ہندیہ را گویند۔ از ان نہ حالت

اول۔ "سنگار رس" کہ عبارت از کیفیت کمال محبت است کہ مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و ہمچنین کیفیتی کہ زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او بہم می رسد۔

دوم۔ "ہاس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" کہ عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چہارم۔ "رودر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تہور است۔

لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

-: نسترن کی لال ڈوری برنن :-

انجن کی دوات نہین لوین لال تر نگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-: ناسکا برنن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچہت سب گانو
کئی نو سن ناس کی طیو ناسکا نانو

-: لٹکن برنن :-

تھل لٹکن سہ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مروریو جگت تیو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-: پناری برنن :-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منو ہی بہاست پریو چہنھ انگری بہار

-: ادہر برنن :-

تیرس دتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹھان
بھور سانجھ کہہ ارنئی بہئی ادہر تو آن

-: مہندی برنن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دوہتھیرن دس نکھن مہندی بہئی بنائی

-: سکمارتا برنن :-

لگت بات تاکو کہان جاکو سپہم گات

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

:-جورا برنن:-

چندمکھی جورد چتی چت لینہون پہچان
سیس اٹھایو ہی تمرسس کو پا چھو جان

:-ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیبن مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پری دہری رکت پہری تروار

:-بہونہہ اینٹھ برنن:-

اینٹھن ہون او ترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرو دہنک تیون تیون جڑہت ندان

:-کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کہوئی کی جیبھی کانن جاے
اب گھر کہوت اور کی کیجئی کما ادپاے

:-نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دیہ بیبا بہنین ڈال کے ساتھ
تیوری چکھ مکھ کی جگت کیو چہت ... ہاتھ

:-کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نینن کی چیت
بکھ کاجر نج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

:-کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب بچھ

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربوده

-: پریت بھاو :-

توہت تو ترینہہ کو اپجئو ہرہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت سپھل ہون کی جائی

-: سکیا :-

دہرت نہ چوکی نک جٹی یاتین اربین لائی
چھانہہ پری پرپکہہ کی جن تنیہ دہرم نسائی

-: الکرت جوبنا مگدہا :-

بون باڑ جہوبن بھلک اربن بین درسائی
جیون پرکٹت من نوچین بیہ پترن بین آئی

-: نوجوبنا مگدہا :-

بیون بیہ تنتد پاڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون ستتنس تمرگہٹ چہب ُدت پھیلت سات

-: پتھیہ :-

انست ہین تو رچ انکست جہلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین بین آئی

-: گیات جوبنا مگدہا :-

سکھن کنت لون تیہ نین کج تنک بہس لجات
مانو کمل کلین چتی البن ہلس رہ جات

نیک سانس کی جھوک مین پاس نہیں ٹھہرات

-: رومادل برنن :-

امل اودروا سگھ بین رومادل کی بھیکھ
پرگھٹ دیکھئی سانس کی آواگون مین ریکھ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

نہین پناری پیٹھ تو کیتھو دیٹھ بچار
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سنگار

-: کٹ برنن :-

سنیٹ کٹ ہہم نپت تکت ندیکھت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا ہیں بین

-: جنگھا برنن :-

سبس جٹا دہر مون گہہ کھڑی رہین ایک پای
اپنی تپ کد ن تیو لہین نہ جنگھہ بہای

-: پگ تل برنن :-

لکھہ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکی نہہ
من تین آوت جیبھ لون مت پہچالی پرجانہہ

-: نکھ برنن :-

دوت وااوت نکھن کی بھنی کون کب ایس
پای پرت چہت جاہ کو بھیو چند پیہ سیس

-: تترب انگ برنن :-

لکھہ سیس نرکہہ چکورا ورتن پانپ لکھ مین

-: مدہیا انت کاما :-

یون تیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
میو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

-: مدہا کی پرت :-

کان پرت مرگ لون پری مرچہہ للن کی پران
کنٹھ ٹہنک نوپر جہنک دہن لئی جب تان

-: مدہیا کی ببرریت :-

رمت رمن ببرریت یون لاج مدن میں چہاک
جیون رتہہ ہانکت سارتہی دہون لیک کون تاک

-: پروڑہا :-

جب بنتا برکھ راس ہین رب جوبن چمکائی
مدن تپن پرت دیوس مدہ لاج سیت گہٹ جائی

-: پروڑہا کی ستربانت :-

ڈہرک پری کہون اربسی نکہہ کچ سیس سہائی
نترن چھپیو منون کرسکہردو تیج نکس درسائی

-: مدہیا دہیرا :-

لکہت ہتی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب الخہ انن چندہت کربو نین چکور

-: مدہیا ادہیرا :-

بہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہاتھ پرت ہو اور کی پاین پرت ہو آئے

:-اگیات جوبنا مگدہا:-

دادن باندہی سانس مین ہورسکہن سون لائی
سومیرین بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسسی آئی

:-نیود ہا مگد ہا:-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ بھرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بہرم لال کی نام

:-بشر بدھ نئو دہا مگد ہا:-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دبک دبک جیون دامنی ناجہین برسی مینہہ

:-پنچھ:-

تیہ اگیان ارگیان مین پریم نہ دیت جانی
جمن گنگ یہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

:-مگدہا کی سرت آنت:-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

:-مدہیا:-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جورتین مندت نیم کی جور

:-پنچھ:-

رمنین من پاوت نہیں لاج پریت کوانت
دہون اور اینچہ پہرے جیون بب تیہ کوکنت

-: مدھیا دھیرا دھیرا:-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پونچھت گہہ ہاتھ

دہن انسوا گہن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دھیرا:-

پاگ دھرین پیری کہری پیہہ مکہہ پری نہار

پھول جھری کرہین دھری آنکہ بھری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھو نہ بولی بال

بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا:-

کن بچتر یہ کھیل بل دیہون تمھین سناہای

موٹھہ مارواکی درگن موکھہ مانہت دہائی

-: پرورہا دھیرا:-

ڈری گانٹھ جو پال ہیہ لہی نہ کیھون ناتھ

پرگٹ پال مدہ گانٹھ لون بہتی گہت ہین ہاتھ

-: اوڈھا پرکیا:-

نین اپچل چپل منج تو دواد بدہ من رنج

نج پت لاگت کنج اراپیت لاگت کہنج

-: انوڑھا پرکیا:-

روکھی ہو جن باس لون چوری دیت جنائی

بنان جڈہین سرنیہ جو چڈھیو نیہ سرائی

ے: ساما نیا:-

مکت مال لکھہ دھن کھیویہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تھاری اربسی شو میری ار مانہہ

-: انیہ سبنہوک دکھتا:-

تیری پاس پر کاس پر نیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

-: پریم کرتبا:-

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

-: روپ کرتبا:-

جوبن لہہ ان روپ ٹھنگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مار کے ہتیا موسر دین

-: مانِنی:-

دہرت مانی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

-: سوادہین پتکا:-

نرکھہ نرکھہ پرت دیوس نس تیہ چکھہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

-: انکنٹھا:-

سکھی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بھولی کہنگ لون بھری مومن سوجن ماتھہ

-:کھنڈتا:-

پیہ تن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرندکون اگل گئی پھر کھائی

-:پرلبدہا:-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-:کلنھتریتا:-

الی مان آہ کی دسی جہار یو ہر کرنیھہ
تیو کرو دہ بس نان پچھتواب چھوٹت ہی دیھہ

-:باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کھیت بنائے کسان جیون رہت بیٹھہ اوسیر

-:ابھارکا:-

ایسین کامن لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل یون ساھین پائی

-:پنھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت نج چھٹا جنئ ڈھانپت گھٹا نہار
پیرو گھٹ تپکا

نس جگای پراتھ چہت پران مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بھیو نیو کنتو ال

-: کمکھت تیکا :-

پھلین پا کہہ نہ آیہو جو اساڑہ کی مانس
پر تھمہ جھڑ جیت باس لون نکسی پیہو سانس

-: پچھت تیکا :-

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کر دی یہ جو چکنین ہرنت لاے سنیہ
برہ اگن جو جھنک بین ہون پچھت اب کیہ

-: المکھت تیکا :-

ہراون سن پتھک مکہہ امگن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکھ لون بال کے بھئی چکنین دینہہ

-: اپچھت تیکا :-

آوت لہہ گھنسیام کی آن دیس نین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیو نیہ نہی کو گات

-: آگت تیکا -

سکھی بچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بھی لہہ بسنت سوکنت

-: اُتما :-

کیھون اوکن انگ کو لکھین نہ ہت کی جور
پیہ مینک مکہہ کی بھی رونی نین چکور

-: مدہما :-

پیہ سنگ سنمکہہ رہت بمکہہ بمکہہ ہوئی جات
تیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادہما :-

جیون جیون آدرسون للن یانپ دیت بنائی
تیون تیون یہا من مین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پت نایک :-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیو لون آپنی کر راکہی اردہنگ

-: انکول نایک :-

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجاتھ
بن پرکہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: وچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پمریت
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکہہ پہیر کت تانت بہو ہہ ندان
بانن بدہ کا ہون نہین راکہی چڈھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کالہہ گیوہی آپہین موہرسو ہین کہائی
آج سیس جاوک لئین پھر لوٹت ہی پائی

:-اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڑن نکس لکھین نکست بوڑب بران

:-ببیک نایک:-

لال ادہرہیرا رون جنھہ مبرن تن ساتھ
دیجیئی کنھ دہن لیائے جوکیجیئی تنہ دہن ہاتھ

:-روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

:-پروکہت نایک:-

اگن روپ بن ری برہ کت جارت ہی موہ
ننیہ نن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

:-سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین ورگ مرگ یون چلی کان ہین کون جات

:-سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

:-چتر درسن:-

چترہ چتوت چتر یون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت را دری کہو کون گت ہوئی

:- سونگھہ درسن :-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سسں کی بہئی تیہ کی نین چکور

:- دوتی برنن :-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

:- نایکا کی استت :-

کسک کسک پونچہت کہا جبک مسک انمان
کہسک جاے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان

:- بیرہ نویدن :-

کہا کہون واکی دساجب کہک بولت رات
پیوسنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

:- بسنت رت برنن :-

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاوت پاٹی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسی آئی

:- نربدہ بات برنن :-

سرورمانجھ انھای ار باگ باگ برماے
مندمند آوت پون راج ہنس کی بھاے

:- باگ برنن :-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن مس آن

گریکہم رت برنن

دہوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ نیہ یہہ گریکہم ٹھک آئے

-: پنچھہ :-

چھٹت نلی نل نیر جل دل سج چہت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بھان ہین دہائی

-: جل کیل :-

ہرچہینٹت یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل پہ چہون اور تین مکتن جہورت چند

-: پاوس رت برنن :-

پاوس میں سرلوک تین جگت اوہک سکہ جان
اند بدہو جا ہیں سدا جہت بھرت ہین آن

-: پنچھہ :-

جہول جہول تیہ سکہت ہین گنگن چڑہی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین سرنارن کون جیت

سرورت برنن

چندبدن چمکای ارکہنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چہست یہ سروا بچھرا آے

-: ہمینت رت برنن :-

ہیت سیت کی ورن تین سکت نہ او پر جائی
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چہائی

-: سسرات برنن :-

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی بات
بچھرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات

-: لیلا ہاؤ :-

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکہی تب سیام

-: بلاس ہاؤ :-

درگن جور انٹھلاے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

-: للت ہاؤ :-

سکل بہوکھنن کون جدپ توچہب رہی سنگار
پی کنھ بدھ انھ بہارئی پیہ مین جیہی نار

-: بچھت ہاؤ :-

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سونتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو دل

-: بیوگ ہاؤ :-

بات ہوئی سو ذور تین دیجئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جو نری آئی

-: کلکنچت ہاؤ :-

شوسر کی سس مین شو انک نج چھانہہ بہرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

—: ببھرم ہاؤ :—

بینڈی ارن کپول دی لال دکھونان بھال

ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

—: بودہک ہاؤ :—

مانگ بیچ دہر آنگری ڈہانپ نیل پٹ بہال

اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

—: مدہ ہاؤ :—

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور

بال درگن مین مدبھر بن آوت چلین ہلور

—: سوبھا اداہرن :—

ایک سکھین کرلی پھرین ہنت چکورن دہای

ایک بہنور کی بھیر کون مارت چنور ڈلای

—: کانت اداہرن :—

مکر ملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس

تو توانن کی ملن کی سبرن راکہئی آس

دیپت اداہرن

چندجہان بدو مکھہ رچی تن چپلا سو ٹھان

تا پراوب دہری کہری تو تور پوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہیہ ماتھہ

بات چھون دس کی سہی بجھت کیسھون ناتھہ

:-آٹھ ساتوک بھاو:-

پیہ تک تھک اوہ برن کہہ پلک سوید تین جھاے
ہوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا دھراے

:-سنگار رس اداہرن:-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
ریجھ پہکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پریا اور میت
راو نو پرن بین بھی ایک رسنان کی جیت

:-اتھ بیوگ مدہ ستر تا نراگ:-

جاہ بات سن کے بھی تن من کی گت آن
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین موپران

:-پوریا نراگ مین درشتا نراگ:-

ہین ٹکیا مانہہ منتھ دیٹھہ رئی کون دار
موہن ماکھن لی کئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چتئ بھئی یہہ تیہ مکہہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

:-دان اپائی:-

پٹھئی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پہول
جنھہ لھ تو ہیہ کمل تین کڈھی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری نانہہ
تنھہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس ا پائی :—

کہت پران جورین کون تیوت ہین کرمان
تی سب چکیٔ ہوںھہ کی اگلی جنم ندان

—: پرپاس بیوگ :—

سوامناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم ہی تب شبو دی چڑہاے

—: کرنا بیوگ :—

سکہہ ائی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکھ پاے کی چلیو چھت ہی آنج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ ستر کے ساتھ
کہیوری وانٹر سون ایسی کھیت ہاتھ

—: پاتی :—

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دو رباعی از ان است

ا۔سکیا

ازبسکہ حیادوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف　　پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنودہا

آئے ہین اگرچہ خوب ایام شباب　　پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس　　جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

:نعت:

نور اللہ تین اول نور محمد کو پر گٹو سبہہ آئی
پاچھین ہی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آدلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمد میں نہ سمائی

:منقبت:

پربھوکون نہ جینہوان من میری ایک چھن بیدا اوپران کو کیونہ چت چاوری
تج دوار ایس کو نوا او سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسوہی ندان جاہ آج لونہ آیو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپرادھ تبو ڈرت نہ نل آدھ شاہ مردان جو بھرد سی ایک راوری

بشر بدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بالَ نینن رہنارِ لال بیٹھ گئی تنھہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چتون چت چیھین ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
تاہی سی پیہ پاس آڈا ڈسکین کے آون تیہ کی رہی ہی چھب جمائے کے
بادھک جیون چوٹ کے درت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ بھئین کھیچ لیت جائے کے

:ترنائی اگم ریت برنیو کبت:

آوت بسنت ترنائی ترترنی کے پات گات ارنائی دورت پینیت ہے

بکہت سمو من بہل اروج ہوت بھنونت بھنور چت راکھ رس پریت، ہے
گہور وگنٹھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہاوین رسلین دوا وجوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:مدھیا دھیرا ادھیرا کبت:-

رات کون بتی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو سہو تو دیکھی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گہات نین میری ہین پررت کیسی کر ہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی، ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:رت دوتی منایو مانئی کوتا کو کبت:-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکہت نین مرگ پلوا دہر تہان آ ہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ مین ہین مور کو یو روم راجی پنگی سراہی
کٹ سنگھ گج گت ہی تین بیکہی باتین یہ بات آن ہئین ا دگاہی
ایتی سب ستر تو، تن آن متر بھئی تو کون نج مترسنگ سترنا نہ چاہی

:سانت رس کبت:-

تیری منورتھ کون ہوت ہی سین لوک تونہین ہوئی اکاس کری نکہت اُدوت ہے
تونہین چارو تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوجی کوت اواکوت ہے
تونہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تونہین ہوئی کے سترلیت اپن تین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتا بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:نرت برنن کبت:-

بسن بنا ی لٹ آنن پی لٹکائے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ ملائے تنکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دوا و بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
ینور بجائے جب بجائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آی تیری پگ دہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئن درسن بھچھا ہیت
پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سماے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہاے
انٹیا تن کی اٹپٹی من ٹپوا بھیو مور
سور جہاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور
من پنچھی تن پنجرا پانپ بھرو امول
پیار و پور و کر دیو توہیں توہیں نت بول
تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی
ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ ناٹھ انند
من یارا تن کی کہری دہیان گیان رس موی

برنبھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی
جہان بپت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ

جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ
جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن

ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران
ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان

لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان
نئی ریت یا بیت کی پھلین سب سکھ دیھ

یا چھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ
من بیندہ ہو واکیس مون ڈھونڈ ہو کیئو بار

بہولو کاری رین کو تا کو کہا بچار
ہت کینون سکھ جان کے بڑی دُکھن کی بھیر

کیا کیجی من ہوی گئی کڈوا کڈ ہتین پھیر
یُومِنُونَ بِالْغَیْبِ کون آنکھ موند من بیل

سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل
سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آدی کوی

پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی
تو نہین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے

جہار بجھاوی کامری رہی اکیلا سوے
رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار

بیٹھی برہا ادری سدا کرت جیو نار

میاموہ من مین بھری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون نوسی چو ہے کھائے
اووہ گئی آئی نہ ہرکریو نہ ہر چت چاؤ
برہا توہ انند ہی موہل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ - از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت
کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

-: کبت :-

میٹھی ہی نپت ہی سبھا ی بھای نینن کی جاکی رس چاکھی کو سبی للچات ہین
پھیکی او بھیمی سب کہای کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن بلات ہین
ایسی سکار ہین ہی اولی بارون کاپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است - ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ ومضامین دلنشین مے آرد۔ برخے ازان درین جریدہ درج می شود۔

از سکھ مکھ دوہا

-: منگلاچرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

-: بینی برنن :-

سمہیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

-: مانگ برنن :-

بچھیو ہیتو کے نان پچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

-: انک سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ مینگ کے من دہو کہین لپٹان

-: نتر برنن :-

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لیکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دیہی ہی این

-: الحہ :-

کہنچ تھکی لکھ چپلتا کو رنگ چکی لکھ رنگ

ین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

—: الحہ :—

بس پھیلت انکی لکھت من پاوت نہیں چین
کن پر کاش نج گن کرین برچھک راس تو ئین

—: کرن برنن :—

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جاکا نن پت کی کرت مکت ناک پئین باس

—: ناسا برنن :—

اچجت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
ادبھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

—: نتھ برنن :—

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لبنہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

—: کرن مکت برنن :—

مکت بہی جدپ نوئ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

—: لالری برنن :—

نتھ موتن بچ لالری راجت ہی ایتھ مود
مکت رمت منون ناک پر انند بدھ ہوگھ گود

—: ادھر برنن :—

ادہرامی دہر ہیت کنھ بال سدہا دہر بہال

سینچو ادٹھن ناس مگ ادہر گاڈ مرنال

—: مسا برنن :—

لسا مسات رس مسا بسا پھولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

—: دسن برنن :—

لکھیت کچھو اتپات سوال دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھئی نکہت بال بدہ ماتھ

—: دس برنن :—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیچ کہری دب جات ہی پھول جہری بجھ جائی

—: مکھ جوت برنن :—

اتگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
توئ مکھ دت لکھ رسن جر دیور اک ہیہ ماتھ

—: مکھ جوت برنن :—

مکھ دیپ وا بدن کی اپمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—: مکھ باس برنن :—

ڈگر ڈگر توئ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کینو توئ مکھ باس نی بہون کنج بن کنج

—: تھوڈہی برنن :—

تو ٹھوڈہی سوبھا چتئ کیون نہ لال للچانہ

جنھہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتاہہ

:-کنٹھ برنن:-

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابھرام
گنھین لون ان نج گرین ڈاریو ٹیکا سیام

:-کنٹھ برنن:-

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

:-ریکھا برنن:-

پیکھ ریکھ توٗ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیت واگھہ بسیکھ

:-کنٹھ سر برنن:-

سنی جھنک سر لیت ہین تو سو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دئ ٹوک ہوی جر کہوک بہئی موک

:-نار برنن:-

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

:-باہنھ برنن:-

پاس نلت توٗ باہنہ کی پیت اجگت ہیت
جیو لیت دھ کر برین یہہ بیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان باہنہ ترسکھیان رہین اجیت

شدھا سندھ بب لہرتین پری سندھ کنھ ہیت

-: پہنچا برنن :-

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پئی پہنچن واکی ہنین پہنچت ایمان ہاتھ

-: پورین برنن :-

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

-: روما دل برنن :-

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُدر آن سو پرگھٹی روما دل کی بھیکھ

-: روما دل برنن :-

روما دل نہہ جان تون لکھ پیسر سکھی رنگ
گج شو تج منوتک چلیو نابھی ببر بھونگ

-: کچ اگر سیامتا برنن :-

لست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بھوکون دہی سر چڑھ رہیو کلنگ

-: ارج سندھ برنن :-

الی بھلی بدھ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہرامی کی چرن ہت راہ مانہہ کی کوپ

-: نابھ سرنن :-

نابھ بھنور لون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھان کیجئے کون سراپان بوڑی جات

-:کٹ برنن:-

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

-:الحہ:-

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکھہ دہر جگ امیک کوانگ

-:کام بھون برنن:-

تیری نابھ ترکوالی برنن کرت سکات
بدہ بج ہیہ سکچت جہان اوپان جات لجات

-:چرن برنن:-

ال کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جاپر بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

-:ایڈی برنن:-

توءایڈن سکہان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڑھ جا برن ہوی اندبدھو پدلین

-:گات برنن:-

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

-:چھت برنن:-

چھب جہلکت منہ جہلک تین من لاگت اپمان

ہوت اودئ سس کی منون سمدسیل اولنھان

:- سکمار نتا برنن :-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انک سکمار
نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دھرت نار مہاور بہار

:- سوبھا برنن :-

بن جیور جیہ بوہری تاتین بدھ بچار
متواری ہتیار لون راکھی بہوکن ٹار

:- سکھ نکھ پورنتا :-

پرتھم پچیو سکھ نکھ برنِ عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھمیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

:- جورا برنن :-

کیدھون بدہ ببدہ بدہان چھند بند کر باندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تاکو چھب دیت ہے
کیدھون کام نٹ کہری کندن جہری ہین دھری نلین کوئی دان پرانن کولیت ہے
کیدہون ہِم سان ہین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرد جورونیہ کو نکیت ہے

:- بینی برنن :-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن نئو جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سپھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندرسو دیس سوہی الی ال سینی ہے

سکھان سو بکھے آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منوہنی کی موہنی سی بینی ہے

-: نتر برنن :-

کیدہون مین کیتن کی سرگی ہین اوبھی مین کیدہون بنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پرپھلت ارن سرسج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھا سرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کہنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت لکھات ہین
نپٹ نویلی ال بیلی ہیم سیلی کیدہون تیری سیجھہ اچھہ میری پچھن سہات ہین

-: مکھ برنن :-

باسرن ہو ایتو اونت امل جوت واکو نس ہی مین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مدمان یاکے مہان سمان مان بہئین دن واکون دن پردیہہ سوک ہے
پورن پرکاس سدا اسدہ کونو اس دیکھو رہت دوکہت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرو مکھ چندبال چند سم کوک ہے

-: ناسا برنن :-

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تلوتول تن پادئی نہین تو مین کینن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھان امل مہاکومل نوین ات روپ سرسر سج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیو کج نیہ تین بدلے تاتیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسا باتی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کالندیکے کول کیدہون کام کیل کلا کرکوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن تنک ماتو مدکی ترنک تنک ناکی کل کینھہ کہج بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہو سدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتا سوپھل بھی ہی تاکون بکھہ کب چتیری ہین
کلکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کیدہوں منمتھ کیا نے من بس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کیدہوں پیہ منکے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی تیب کوری کوجاتین نیک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیت سوتن کوباجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

کری ہوئی ارہین کرسانکر کری ہی دیکھ نپت اچنبھا بھری رنبھاگت چھاجی ہے
سندرسرت دنت سو بھونت راجت ہی رچنار چرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگرئین اچھی موتر سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نیہ ساجی ہے

—: نو برنن :—

روپ کو کیدا رسم سندراجرتا مین نرل کنک کیسی لتا در سات ہے
کیدہوں پہ چھری کہری کلدہوت کی نورہی جاکے چھب مرکین کی چھتا چھرات ہے
نوپر نوین نیلن کی نگن جیٹوتا کو کر دیٹھ انیتھ ایمان رہات ہے
بھونرن کی پانت تامرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار رہار پنک پد کار بیٹھو باسرسرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ نلج بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہات ہین سرنک لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھیکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَ المِنّہ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسیا ہے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است و جواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ[1] جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ در تفسیر ''درمنثور'' می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبیٰ لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ''اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ''

ونیز[2] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از رشید لہ صاحب کتاب برہان نقل می کند ''السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ''

ونیز[3] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید ''اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءك اشربی بلغۃ الھند''

علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است و ابدع بیّنات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین ومائۃ والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

حبذا نو نہال موزونے   کردہ ام سبز در ریاض سخن

سال اتمام آن خرد پرسید   گفت آزاد ''ختم او احسن'' ۱۱۶۶ھ

چشم از یاران دادرس و عزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ و با وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نَھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

تمت بالخیر

(۱) **حصّہ اوّل** میں مقدمہ مصنف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالتمآب صلعم اور ان کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) **حصّہ دوم**۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یوروپین مؤرخوں کی افتراپردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت ؐ نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) **حصّہ سوم** میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام و حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر و ردہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علّامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قدیم عرب کے نسابی مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنونضیر بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبد اللہ خاں صاحب ہیں جن کی علمی و مذہبی خدمات سے اصحاب بخوبی واقف ہیں انہوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "عظیم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے۔ فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے۔ مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا۔ نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر ذخیرہ اگر موجود نہ ہوتا تو یہ ترجمہ کسی طرح طبع ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کے لئے قدردانی و امداد کرنی چاہئیے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آئندہ حوصلہ ہو سکے۔ حضرت مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۴) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

شوال ۱۳۳۱ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدر آباد دکن